طبع شد
بفیضِ سرکار مفتی اعظم علامہ شاہ مصطفےٰ رضا قادری قدس سرہ

قصیدہ اکسیر اعظم مع فارسی شرح مجیر معظم

از : اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ

اردو ترجمہ اور تقدیم وتعارف

تابِ منظّم

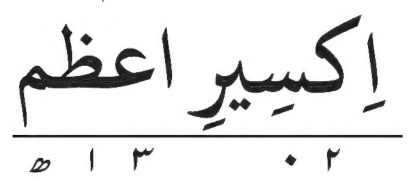
از : محمد احمد مصباحی
صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

آخر میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ایک اور فارسی تحریر مع ترجمہ

المجمع الاسلامی مبارک پور

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ایک مقبول بارگاہ اور
دل آویز قصیدہ مع شرحِ فارسی و ترجمۂ متن و شرح

مع تقدیم و تعارف از مترجم



شرحِ فارسی : **مُجیرِ مُعظّم**
۱۳۰۳ھ

متن و شرح از : اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قُدِّس سرّہ
ولادت : ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء — وصال : ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء

ترجمۂ متن و شرح موسوم بنامِ تاریخی

تابِ مُنظّم
۱۴۳۳ھ

از : محمد احمد مصباحی
صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

بفیضِ سرکارِ مفتیِ اعظم علامہ شاہ مصطفےٰ رضا قادری نوری قُدِّس سرُّہ

باہتمام

المجمع الاسلامی مبارک پور و رضا اکیڈمی، ممبئی

سلسلۂ اشاعت نمبر المجمع الاسلامی — ۱۷۵
رضا اکیڈمی — ......

کتاب : اکسیر اعظم ۱۳۰۲ھ
شرح : مجیر معظم ۱۳۰۳ھ
ترجمۂ متن و شرح : تابِ منظّم ۱۴۳۳ھ
(دوسرا مادۂ تاریخ "تنویر ادبِ مفخّم" ۱۴۳۳ھ)
فارسی قصیدہ و شرح : از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ
ترجمہ : از مولانا محمد احمد مصباحی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی ایک اور فارسی تحریر

مع ترجمہ و تعارف از محمد احمد مصباحی
ص ۱۹۳ تا ۲۰۸

کمپوزنگ : مولانا ناصر حسین مصباحی
صفحات : ۲۰۸ تعداد : دو ہزار
اشاعت اول : صفر ۱۴۳۴ھ / دسمبر ۲۰۱۲ء
ناشر : رضا اکیڈمی ممبئی و المجمع الاسلامی مبارک پور
طابع :

ملنے کے پتے

(۱) رضا اکیڈمی - ۵۲ ڈونٹاڈ اسٹریٹ - کھڑک - ممبئی - ۹ فون 65124366-220
(۲) المجمع الاسلامی - ملّت نگر - مبارک پور - ضلع اعظم گڑھ، یوپی، پن کوڈ 276404

فہرست اکسیرِ اعظم

مضمون	شعر نمبر	صفحۂ فارسی	صفحۂ اردو
مطلع تشبیب وذکر عاشق شدن حبیب تشبیب کا مطلع اور محبوب پر عاشق ہونے کا تذکرہ	۱-۱۷	۴۸	۱۰۶
گریز ربط آمیز بسوے مدح ذوق انگیز ربط آمیز گریز، ذوق انگیز مدح کی جانب	۱۸-۲۲	۵۳	۱۱۳
الالتفات الی الخطاب مع تقریر جامعیۃ الحسن والعشق خطاب کی جانب التفات، ساتھ ہی حسن وعشق کی جامعیت کا بیان	۲۳-۲۶	۵۵	۱۱۸
اول مطالع المدح وزیب مطلع مدح کا پہلا مطلع اور حسن مطلع	۲۷-۲۸	۵۶	۱۱۹
بعد مطلع اشعار مدح	۲۹-۳۶	۵۷	۱۲۰
فی ترقیاتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ترقیوں کا ذکر	۳۷-۴۰	۶۱	۱۲۶
فی کونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرًّا لایدرک حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ''راز نا معلوم'' ہونا	۴۱-۴۳	۶۲	۱۲۸
فی جامعیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکمالات الظاہر والباطن حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جامع کمالات ظاہر وباطن ہونا	۴۴-۴۷	۶۳	۱۳۰
فی ارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن الانبیاء والخلفاء ونیابتہ لہم حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انبیا وخلفا کا وارث ونائب ہونا	۴۸-۵۴	۶۵	۱۳۳

مضمون	شعر نمبر	صفحۂ فارسی	صفحۂ اردو
فی تفضیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی الاولیاء اولیا سے حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت	۵۵-۵۷	٦۷	۱۳۵
فصل منہ فی شیء من التلمیحات فصل: افضلیت سے متعلق کچھ تلمیحات پر مشتمل	۵۸-٦۴	٦۷	۱۳٦
فصل منہ فی تفضیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علیٰ مشایخہ الکرام فصل: حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنے مشائخ کرام سے افضلیت	٦۵-٦۸	۷٦	۱۴۸
فی تقریر عیشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا بیان	٦۹-۷٦	۷۹	۱۵۲
تمہید عرض الحاجۃ عرض حاجت کی تمہید	۷۷-۸۰	۸۱	۱۵٦
المطلع الرابع فی الاستمداد چوتھا مطلع: استمداد پر مشتمل	۸۱-۸۳	۸۲	۱۵۷
الاستعانۃ للاسلام (اسلام کے لیے استعانت)	۸۴-۸۸	۸۵	۱٦۱
استمداد العبد لنفسہ اپنے لیے بندے کی استمداد	۸۹-۹۴	۸۷	۱٦۴
المباہاۃ الجلیۃ باظہار نسبۃ العبدیۃ نسبت بندگی پر فخر	۹۵-۹۸	۹۱	۱۷۱
انتساب المدّاح الی کلاب الباب العالی سگان باب عالی کی جانب مدح خواں کا انتساب	۹۹-۱۱۰	۹۷	۱۷۹

تاثرات

حضرت مولانا سیف الدین شمسی، استاذ شمس العلوم، گھوسی ۔ضلع مئو

امام عشق و محبت، مجدد دین و ملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی نعتیہ شاعری کسی تعارف کی محتاج نہیں، عظمت و محبت کے پیکر میں ڈھلی ہوئی شاعری کی پوری دنیا میں دھوم ہے، کلام رضا کی خوشبو چار دانگ عالم میں پھیلی ہوئی ہے۔ ہر محفل کی جان کلام رضا، ہر مجلس کی روح کلام رضا، اپنوں کی زبان پر کلام رضا، غیروں کی زبان پر کلام رضا، کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے، کیوں نہ ہو؟ عاشق مصطفیٰ شیدائے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشق کی تڑپ جب فزوں تر ہو جاتی تو اسی عشق و محبت کے نایاب موتی، اشعار کی شکل میں صفحۂ قرطاس پر جگمگا اٹھتے، امام اہل سنت کے دل میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت و عظمت ایسی راسخ تھی کہ جو کہتے عشق رسول میں ڈوب کر کہتے اسی لیے قارئین و سامعین کے دل و دماغ میں بھی اس عشق و محبت کی جھلک اور اس عقیدت کا اثر رونما ہوتا۔

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا ان کی گلی سے جائے کیوں

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

کلام رضا پر مختلف جہتوں سے کام ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ متعدد علمائے فکر و فن اور شناورانِ شعر و سخن نے کلام رضا پر سیر حاصل بحث کی ہے، ترجمہ و تشریح کر کے عوام کو اعلیٰ حضرت کے اشعار کی معنویت اور امتیازی اوصاف سے روشناس کرایا ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کو بارگاہ غوثیت سے بھی والہانہ عقیدت ہے۔

چناں چہ آپ کے کلام کا ایک معتد بہ حصہ، راس الاولیا غوث الثقلین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں بشکل قصائد ومناقب نذر ہے۔ امام اہل سنت نے حضور غوثیت میں جس طرح خراج عقیدت پیش کیا ہے ایسا کوئی دوسرا مدح خوانِ غوث الوریٰ نظر نہیں آتا۔

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے ہے قدم اعلیٰ تیرا

سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیا ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

اردو کی طرح فارسی زبان میں بھی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں قصائد ومناقب کی شکل میں عقیدت کی نذریں پیش کی ہیں۔ لیکن دور حاضر میں فارسی زبان ایک نامانوس اور غیر مروج زبان بن چکی ہے، بہت سے فارغین مدارس کو بھی فارسی کلام کے سمجھنے میں دشواری پیش آتی ہے، بالخصوص ''اکسیراعظم ومجیرمعظم'' جو سرکار غوث الوری میں ایک منفرد انداز کی فارسی تحریر ہے، اردوداں طبقہ اس جواہر پارے سے مستفیض ہونے سے قاصر ہے۔

اسی کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے، برادر مکرم حضرت مولانا محمد احمد مصباحی صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے اس کا ترجمہ تحریر فرمایا ہے۔

حضرت مصباحی صاحب ایک کہنہ مشق مصنف اور بہترین صاحب قلم ہیں، اب تک متعدد علوم وفنون میں آپ کی تصانیف اور مضامین منظر عام پر آکر صاحبان علم و فن سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں، موصوف ''رضویات'' کے باب میں بھی گہری بصیرت ومہارت رکھتے ہیں، چناں چہ ترجمۂ اکسیراعظم ومجیرمعظم میں ان کی یہ شان بھی

جلوہ گر ہے۔

برادر موصوف نے لفظی رعایت کے ساتھ بہت ہی فصیح و بلیغ ترجمہ کیا ہے۔ روانی اور سلاست ایسی کہ ترجمہ کے بجائے متن کا گمان ہوتا ہے، کسی قسم کی خشونت اور غرابت کا احساس نہیں ہوتا، نہایت عمدہ سلیس اور بامحاورہ ترجمہ کیا ہے، پڑھنے کے بعد بے ساختہ زبان پکار اٹھتی ہے: اللہ کرے زور بیاں اور ہی زیادہ۔ ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے، ملاحظہ کر کے خود فیصلہ کریں اور علامہ مصباحی مدظلہ کے حق میں مزید علمی کام کرنے کی دعا فرمائیں۔ چند اشعار کے ترجمے پیش کیے جا رہے ہیں۔

اے کہ صد جاں بستہ در ہر گوشۂ داماں توئی

دامن افشانی و جاں بارد چرا بے جاں توئی

ترجمہ: تم وہ ہو جس کے ہر گوشۂ دامن سے سیکڑوں جانیں بندھی ہوئی ہیں ــــ دامن جھاڑتے ہو تو جانوں کی بارش ہوتی ہے پھر تم کیوں بے جان نظر آ رہے ہو۔

باغہا گشتم بجانِ تو کہ بے مانا ستی

یا رب آں گل خود چہ گل باشد کہ بلبل ساں توئی

ترجمہ: بہت سارے باغوں کی سیر کی تمھاری جان کی قسم، تم بے مثال ہو ــــ یارب وہ گل کیسا گل ہوگا جس پر تم بلبل کی طرح فدا ہو۔ (ماخوذ از تشبیب)

شعر ۳۶ عالم امّی چہ تعلیمے عجیبت کردہ است

لوحش اللہ بر علومت سرّ وغائب داں توئی

ترجمہ: عالم امّی نے تمھیں کتنی عجیب تعلیم دی ہے ــــ تمھارے علوم پر حیرت وآفریں! تم پوشیدہ اور غائب کے جاننے والے ہو۔

شعر ۳۳ آں کہ گویند اولیا را ہست قدرت از الٰہ

باز گردانند تیر از نیم راہ ایناں توئی

ترجمہ: وہ جو کہتے ہیں کہ اولیا کو خدا کی طرف سے قدرت حاصل ہے کہ ــــ

''وہ آدھے راستہ سے تیر کو لوٹا دیتے ہیں'' تم وہی ہو۔

شعر ۵۶ واصلاں را در مقام قرب شانے دادہ اند

شوکتِ شاں شد زِ شان و شانِ شانِ شاں توئی

ترجمہ: اہل وصل کو مقام قرب میں ایک خاص شان عطا کی گئی ہے ـــ ان کو اس شان سے شوکت حاصل ہوئی اور ان کی شان کی شان تم ہو۔

شعر ۶۳ رہروانِ قدس اگر آں جا نہ بینند ت رواست

زاں کہ اندر حجلۂ قدسی نہ در میداں توئی

ترجمہ: بارگاہ قدس کے سالکین اگر تم کو وہاں نہ دیکھیں تو یہ ہو سکتا ہے ـــ اس لیے کہ تم خاص حجرۂ قدس میں ہو، میدان میں نہیں ہو۔

سیف الدین شمسی
کریم الدین پور برکات نگر گھوسی، ضلع مئو
۲؍ربیع النور ۱۴۳۳ھ/ ۲۶ جنوری ۲۰۱۲ء

عرض مترجم

جناب **محمد عمران دادانی** رفیق رضا اکیڈمی ممبئی، قرآن کریم مع کنز الایمان و تفسیر خزائن العرفان بڑے سائز پر بہت اہتمام سے شائع کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں متن قرآن کی ہر سطر الف سے شروع ہوتی ہے۔ پورے متن کی نئی کتابت کرائی ہے اور ترجمہ وتفسیر کی نئی کمپوزنگ بھی ہوئی ہے۔ تصحیح کے لیے برادر گرامی مولانا **عبد المبین نعمانی** رکن المجمع الاسلامی و ناظم دار العلوم قادریہ چریا کوٹ کی خدمات حاصل کی ہیں۔ موصوف دو سال سے اس کام میں مصروف ہیں۔ حسب ضرورت حفاظ، قرّا اور علما کا تعاون بھی لیتے رہتے ہیں (۱)۔ المجمع الاسلامی اور دار العلوم قادریہ کی ذمہ داریوں کے سبب کچھ دنوں کے لیے مبارک پور اور چریا کوٹ بھی آجاتے ہیں۔ سال گزشتہ ماہ رمضان ۱۴۳۲ھ میں جب وطن آئے تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا ایک رسالہ "**مجیر معظم**" بھی ساتھ لائے۔ یہ برادرم الحاج **محمد سعید نوری** بانی رضا اکیڈمی ممبئی نے انھیں دیا تھا۔ سعید بھائی کو یہ رسالہ حضرت مولانا **خالد رضا** رضوی نبیرۂ سرکار **مفتی اعظم** قدس سرّہ کے صاحبزادے مولانا **انس رضا** قادری مہتمم دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف سے ملا۔ جزاہ اللہ خیرا و زادہ علمًا و فضلًا و کرمًا۔

حضرت نعمانی صاحب نے شوال سنہ مذکور میں وہ نسخہ مجھے عنایت کیا اور فرمایا کہ سعید بھائی کی خواہش ہے کہ اس کا اردو ترجمہ ہو جائے۔ ایک دو ماہ کے بعد جب میں نے کچھ فرصت پائی تو اس کا مطالعہ کیا۔ یہ نسخہ خاص اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے دست مبارک سے تحریر شدہ نسخے کا عکس ہے۔ **مجیر معظم** سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

---

(۱) ان شاءاللہ الرحمٰن چند مہینوں کے اندر یہ نیا تصحیح شدہ نسخہ پوری آب وتاب کے ساتھ منظر عام پر آجائے گا۔ ایک جلد کا ہدیہ غالبًا پانچ ہزار روپے ہوگا۔ دبیز کاغذ اور شاندار ڈیزائن کے ساتھ کئی رنگوں پر مشتمل ہوگا۔

منقبت میں اعلیٰ حضرت کے قصیدے **''اکسیر اعظم''** کی شرح ہے۔ اصل قصیدہ فارسی میں تھا اس لیے شرح بھی فارسی ہی میں تحریر فرمائی۔ شرح بھی اپنے معیار اور ذوق کے مطابق جہاں مناسب سمجھی وہیں لکھی۔ قصیدے کے کسی مصرعے کی کچھ عبارت ''قُلْتُ'' کے بعد لکھ کر '' اَقُوْلُ '' سے اس مصرعے یا پورے شعر یا اس سے متعلق ایک دو شعر کی شرح فرماتے ہیں۔ ''مجیر معظم'' میں اپنے قلمی نسخۂ ''اکسیر اعظم'' کے صفحات کا حوالہ بھی دیا ہے۔ اور ہر ''قُلْتُ'' کا بالترتیب نمبر شمار بھی لکھا ہے جیسا کہ زیر نظر مطبوعہ میں آپ ملاحظہ کریں گے۔ اس مطبوعہ میں اکسیر اعظم کے صفحات کا نمبر درج نہیں کیا گیا ہے، اس لیے کہ ناظرین کے سامنے وہ نسخہ نہیں، اس لیے ان صفحات کی نشان دہی سے بھی ان کے لیے اصل کی مراجعت کا فائدہ نہیں۔ ہاں یہ قصیدہ **حدائق بخشش دوم** میں شامل ہے، وہاں مراجعت ہو سکتی ہے۔ تاہم یہاں شرح کے مطابق صفحات کے نمبر اور اپنی نمبرنگ کے مطابق اشعار کے نمبر درج کیے جاتے ہیں، اس سے یہ علم تو ضرور ہو سکتا ہے کہ اکسیر اعظم کا پہلا قلمی نسخہ کتنے صفحات پر مشتمل تھا۔

صفحہ نمبر	قول نمبر	شعر نمبر	صفحہ نمبر	قول نمبر	شعر نمبر
۴	۱ — ۹	۲۱ — ۳۰	۸	۴۰ — ۴۹	۷۴ — ۸۴
۵	۱۰ — ۲۰	۳۴ — ۴۶	۹	۵۰ — ۶۱	۸۶ — ۹۸
۶	۲۱ — ۲۸	۴۷ — ۵۹	۱۰	۶۲ — ۶۶	۹۹ — ۱۰۳
۷	۲۹ — ۳۹	۶۰ — ۷۱	—	—	—

اکسیر اعظم مشمولہ حدائق بخشش دوم مطبوعہ کے مطابق کل اشعار کی تعداد ۱۱۰ ہے۔ مگر مجیر معظم میں درج قول نمبر ۳۰، ۳۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ شعر نمبر ۶۰ و نمبر ۶۱ کے درمیان ایک دو شعر اور تھے تو اصل تعداد ۱۱۱ یا ۱۱۲ ہوگی۔ میرا ذاتی رجحان اس طرف ہے کہ کل اشعار ۱۱۱ ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شعر نمبر ۱۰۳ کے بعد سات اشعار اور ہیں اس لیے ہو سکتا ہے کہ اصل ''اکسیر اعظم''

کے صفحات ۱۱ ہوں اور ممکن ہے کہ بقیہ سات اشعار بھی صفحہ ۱۰ ہی میں آ گئے ہوں۔ قلمی ''مجیر معظم'' کے کل صفحات ۳۲ ہیں، ہر صفحہ بیس سطروں پر مشتمل ہے مگر بعض صفحات میں حاشیہ پر اضافے بھی ہیں۔ صفحہ کا حوض بلا حاشیہ 12 x 23 سینٹی میٹر ہے۔ ہر صفحہ کے آغاز کی نشان دہی زیر نظر مطبوعہ میں کر دی گئی ہے۔ اسی سے سابقہ صفحہ کی انتہا بھی معلوم ہو جاتی ہے۔

ص ۲۹ تا ۳۲ میں اوپر کی تین سطروں میں کرم خوردگی کے باعث کچھ الفاظ ساقط ہو گئے ہیں مگر مابقی سے مضمون معلوم ہو جاتا ہے۔

❁❁❁❁

روزانہ رات کو اور ایام تعطیل میں دن کو بھی کچھ وقت نکال کر میں نے ترجمہ شروع کیا اور ڈیڑھ ماہ میں شرح اور متن کا ترجمہ مکمل کر سکا۔

مجیر معظم کا ترجمہ ۲۱ر ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۸ر نومبر ۲۰۱۱ء جمعہ کو شروع ہو کر شب سہ شنبہ ۱۷ر محرم ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۲ر دسمبر ۲۰۱۱ء کو مکمل ہوا۔

پھر خیال آیا کہ شرح کی اشاعت بغیر متن کے نہ ہو سکے گی اس لیے چند دنوں بعد اکسیر اعظم کا ترجمہ شروع کیا جو روز جمعہ ۴ر صفر ۱۴۳۳ھ مطابق ۳۰ر دسمبر ۲۰۱۱ء کو مکمل ہوا، اور دونوں ترجموں کا میں نے ایک تاریخی نام **''تابِ مُنَظَّم'' (۱۴۳۳ھ)** تجویز کیا۔ نام مناسب ہوا یا نہیں؟ یہ ناقدین جانیں۔ میری نظر میں یہ ہے کہ لغوی معنی کے لحاظ سے اکسیر اعظم اور مجیر معظم دونوں علمی و ادبی موتیوں کا دلکش مجموعہ ہیں خصوصاً اوّل، جو صورۃً بھی منظوم ہے اور اسی کی تویر شرح میں ہے اور انہی دونوں کی روشنی ترجمے میں بھی جلوہ فشاں ہے۔ پھر اعظم و معظم سے منظم کا قافیہ مل جاتا ہے اور مجموعے سے صحیح تاریخ بھی نکل آتی ہے۔ تسمیہ کے لیے اتنی مناسبت اور صحت کافی ہے۔ والعظمة لله۔

❁❁❁❁

ترجمہ مکمل کرنے کے بعد کچھ عزیزوں کو میں نے دیا کہ کہیں اِغلاق و اِبہام ہو تو نشان دہی کریں تا کہ اس کا ازالہ ہو جائے۔ **مولانا محمد اشرف مصباحی** استاذ جامعہ اشرفیہ نے ترجمے کے بہت سے الفاظ کے معانی لکھنے کی فرمائش کی۔ کسی حد تک اس کی تعمیل کر دی گئی ہے۔ قاری میں کم از کم اتنی صلاحیت تو ہوگی کہ جو لفظ اسے مشکل معلوم ہو لغت میں دیکھ لے یا کسی صاحب علم سے دریافت کر لے۔

اس کے بعد میرا خیال ہوا کہ کسی اچھے فارسی داں اور تجربہ کار کی نظر سے ترجمہ گزر جانا چاہیے تا کہ جو خامیاں رہ گئی ہوں ان کی اصلاح ہو جائے۔ اس کے لیے برادر گرامی **مولانا سیف الدین شمسی** کا نام[1] ذہن میں آیا۔ فارسی ادبیات عالیہ کے درس و تدریس سے ان کا کم از کم چالیس سالہ سابقہ ہے۔ اور اپنے برادرانہ تعلقات کے باعث میں ان سے اصرار بھی کر سکتا تھا۔ شکر گزار ہوں کہ انھوں نے بہت جلد نظر ثانی کر کے

(۱) موصوف کے والد گرامی حاجی محمد اصغر صاحب اور تایا جناب عبد السبحان صاحب اور میرے والد گرامی جناب محمد صابر اشرفی (سب کو رب کریم اپنی بے پایاں رحمتوں سے نوازے) خالہ زاد بھائی تھے۔ والد صاحب صلہ رحمی میں اپنی مثال آپ تھے۔ سال میں کئی بار گھوسی ملاقات کے لیے جاتے۔ ان کے ماموں کے پوتے حاجی محمد حسن مرحوم کا ایک مکان حاجی محمد اصغر صاحب کے مکان سے متصل تھا اور ایک مکان ذرا فاصلے پر تھا۔ ان سے ملاقات بھی ہر بار ضروری تھی۔ جب جاتے کم از کم ایک دن قیام ضرور ہوتا۔ مولانا سیف الدین کے بڑے بھائی مفتی غلام یٰسین امجدی اور مولانا خلیل اشرف (ابن عبد السبحان صاحب) جب دار العلوم اشرفیہ میں زیر تعلیم تھے تو مبارک پور سے بھیرہ بکثرت آتے اور ایک دو دن قیام کرتے۔ ان کو پا کر والد صاحب کو بڑی مسرت ہوتی۔ بالکل سگے بھتیجوں کی طرح برتاؤ رکھتے۔ ہمارے یہ دونوں بھائی علامہ عبد المصطفیٰ ازہری (علیہ الرحمہ) کی معیت میں یا کچھ بعد کراچی منتقل ہو گئے، وہاں ان کی نمایاں دینی و علمی خدمات رہیں۔ افسوس کہ اب وہ ہم میں نہ رہے۔ مولیٰ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ محمد احمد مصباحی

مسوّدہ واپس کر دیا مگر خلاف توقع انھوں نے صرف چار جگہ لفظوں کی تبدیلی کا مشورہ دیا۔ تین جگہ میں نے ان کے بتائے ہوئے الفاظ رکھ دیے ہیں۔(مشورہ یوں ہی تھا کہ چاہیں تو بدل دیں، چاہیں تو برقرار رکھیں)۔(۱)

ترجمے کی تکمیل کے بعد ارادہ تھا کہ قصیدے کا اور اکسیر اعظم کا مختصر سا تعارف بھی ہو جائے مگر دوسرے مشاغل کی وجہ سے یہ کام نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ میں نے شعبان ۱۴۳۳ھ میں اکسیر اعظم، مجیر معظم اور دونوں کے ترجمے کی کمپوزنگ مکمل کروادی اور پروف کی تصحیح بھی رمضان میں ہو گئی مگر **مولانا محمد ناصر حسین مصباحی** ۲۳/ رمضان ۳۳ھ کو گھر جاتے ہوئے یہ کہہ گئے کہ گھر پر ایک اور کتاب کا کام کرنا ہے۔ یہ کام فرصت ملنے پر بعد میں کر دوں گا۔ اس درمیان میں نے سوچا کہ جب طباعت مؤخر ہو رہی ہے تو کچھ تعارف بھی لکھ دینا چاہیے۔ مکمل نقد و تبصرہ کی نہ وقت میں گنجائش ہے نہ میں اس کا اہل۔ کسی صاحب علم و فن کی توجہ ہوئی تو ان شاء اللہ تعالیٰ یہ کام خاطر خواہ ہو جائے گا۔ وباللہ التوفیق۔

---

(۱) شعر ۳۲- سروستاں/ باغ سرو۔
شعر ۳۷- خاص ارکانِ دربار کے محل سے/ قصر خاص سے۔
شعر ۱۰۴- جانا کیا؟/ جانے کی بات کیا؟
شعر ۷۹- کس سے لوں/ کیا لوں۔ یہاں سابق ترجمہ برقرار ہے۔

قصیدہ

اب چاہتا ہوں کہ قصیدہ اور اکسیر اعظم سے متعلق بھی کچھ عرض کر دیا جائے۔ شعر و ادب کا مطالعہ رکھنے والوں کے لیے تو اس کی کوئی ضرورت نہیں مگر کچھ دوسرے حضرات کو فائدہ ہوسکتا ہے۔

قصیدہ ایک قدیم صنف سخن ہے جو عربی زبان میں دور جاہلیت ہی سے رائج ہے۔ پھر فارسی اور اردو میں بھی اسے رواج ملا اور با کمال شعرا نے اس میں خوب داد سخن دی۔

قصیدہ عموماً طویل ہوتا ہے بعض شعرا نے سو سے بھی زیادہ اشعار کہے ہیں۔ میزان الافکار میں کمتر قصیدے کے اشعار کی تعداد سات بتائی ہے اور شعرائے عرب سے متعلق پانچ پانچ سو (۵۰۰) اشعار پر مشتمل قصائد بیان کیے گئے ہیں۔ حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی سُبْحَةُ المرجان میں قصیدے کے لیے اکیس سے اکتیس اشعار تک مناسب خیال فرماتے ہیں۔ (بحر الفصاحت از مولانا نجم الغنی رام پوری)

قصیدے کے تمام اشعار ہم قافیہ ہوتے ہیں اور مطلع ایک سے زیادہ بھی ہوسکتا ہے۔ قصیدے کے چار اجزا ہوتے ہیں:

(۱) تشبیب (۲) گریز (۳) مدح یا ہجو (۴) دعا یا حسن طلب۔

۱۔ **تشبیب** یہ لفظ شباب سے مشتق ہے چوں کہ شعرائے عرب عموماً اپنی تشبیب میں عشقیہ مضامین لکھتے جن کا تعلق شباب سے ہوتا، اسی کو نسیب بھی کہتے۔ شاعر کسی واقعی یا محض خیالی و فرضی معشوق کا ذکر بڑی تفصیل سے کرتا پھر اپنے اصل مقصد مدح یا ہجو پر آتا۔ قصیدہ **بَانَتْ سُعَاد** جو حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعتذار اور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح میں لکھا تھا اور سرکار کی بارگاہ میں پیش کر کے بُردہ (چادر مبارک) انعام میں پائی تھی اس میں بھی کم از کم چونتیس [۳۴] اشعار

خالص تشبیب پر مشتمل ہیں۔ باقی پچیس اشعار معذرت، نعتِ سرکار اور مدح صحابۂ کرام سے متعلق ہیں۔ مطلع یہ ہے:

بَانَتْ سُعادُ فقلبي اليومَ مَتبُول مُتَيَّمٌ إِثْرَها لم يُفْدَ مَكْبُول

''سعاد جدا ہوگئی تو آج میرا دل اس کے عشق میں بیمار، اس کی زنجیروں میں گرفتار اور اس کے پیچھے کسی غلام کی طرح اسیر اور تباہ حال ہے، اسے فدیہ دے کر رہا نہ کرایا گیا۔''

مگر بعد میں تشبیب یعنی قصیدے کی تمہید عشقیہ مضامین کی پابند نہ رہی۔ شعرا اس میں بہار و گلزار، قدرت کے مناظر، علمی وفنی دقائق ہر طرح کے مضامین نظم کرنے لگے۔

تشبیب کے لیے ضروری ہے کہ بہت عمدہ اور دل کش ہو تا کہ سامع کی توجہ قصیدے کی طرف مبذول ہو سکے۔ ابن رشیق قیروانی نے العمدة فی محاسن الشعر و آدابه و نقده میں کئی جگہ اس کی تاکید کی ہے کہ تشبیب کے اشعار کی تعداد مدح کے اشعار سے زیادہ نہ ہو۔ اور باب النسیب (ج ۲/ص ۱۴۳ - طبع بیروت) میں ایک شاعر کا دل چسپ قصّہ بھی لکھا ہے جو نصر بن سیّار کے پاس ایک ایسا قصیدہ لے کر آیا جس میں سو اشعار نسیب کے (عشقیہ) تھے اور صرف دس اشعار مدح میں۔ نصر نے سخت ملامت کی اور کہا تم نے ساری قوت فکری و علمی نسیب میں صرف کر دی، میری مدح پر آئے تو تمھارے پاس کچھ بچا ہی نہیں۔ میانہ روی اختیار کرو۔ دوسرے دن دوسرا قصیدہ لایا تو ایک ہی مصرعے میں نسیب ختم کر کے دوسرے میں مدح پر آ گیا۔ نصر نے کہا: نہ وہ، نہ یہ، اعتدال ہونا چاہیے۔

عموماً تشبیب کا مدح یا ہجو کے اشعار سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ شعرائے جاہلیت کے تو ایسے بھی قصائد ہیں جن میں عشقیہ مضمون سے نکل کر اچانک مدح پر آ جاتے ہیں اسے ''اقتضاب'' کہا جاتا ہے۔ ہاں یہ بہتر ہے کہ تشبیب اصل مقصود کے لحاظ سے بے موقع اور بالکل برعکس نہ ہو مثلاً کسی خوشی کے موقع پر ممدوح کی خدمت میں تہنیت کے اشعار لکھ کر لائے مگر تشبیب میں تباہی و بربادی اور غم و الم کی باتیں چھیڑ دیں جن کے

باعث ماحول کا رخ ہی بدل گیا۔ دورِ عباسی کے شعرا سے متعلق خوبی و خامی کی بہت سی مثالیں ابن رشیق نے العمدہ میں پیش کی ہیں۔

۲- گریز عمدہ قصیدہ وہ ہوتا ہے جس میں ابتدائی مضمون سے مقصود کی طرف آنے کے لیے ایک دو یا کچھ زیادہ ایسے اشعار ہوں جن کے ذریعہ دونوں میں ربط پیدا ہو جائے۔ شعرا کے لیے یہ بڑا مشکل مقام ہوتا ہے۔ سامع اس کا منتظر ہوتا ہے کہ دیکھیں یہ تمہید چھوڑ کر مقصد پر کیسے آتا ہے۔ اس لیے شاعر کو گریز کے اشعار میں بڑی مہارت سے کام لینا پڑتا ہے۔

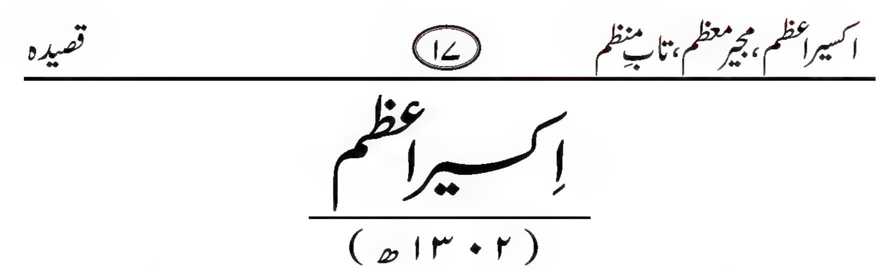
۳- مدح، ہجو، یا جو اصل مقصود ہو

ظاہر ہے کہ قصیدے کا نقطۂ عروج یہی ہے تو اصل مقصود کو تمہید و تشبیب سے بہت بلند و بالاتر ہونا چاہیے۔ اسی لیے شعرا یہاں بڑی دقت آفرینی اور مبالغہ آمیزی کا مظاہرہ کرتے ہیں مگر ایسا مبالغہ اچھا نہیں جو واقعیت سے بالکل دور ہو اور ناممکن کی حد میں داخل ہو جائے۔ ابن قدامہ نے نقد الشعر میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے اگر چہ ان کا رجحان مبالغہ کی تائید میں ہے تاہم غلو کی انھوں نے بھی مذمت کی ہے۔

حضرت آسی سکندر پوری ثم غازی پوری فرماتے ہیں:

اگر بیان حقیقت نہ ہو مجاز کے ساتھ
تو شعر لغو ہے آسیؔ کلام ناکارہ

۴- دعا یا حسن طلب یہ قصیدے کا اختتامی حصہ ہوتا ہے جو کبھی ایک دو شعروں پر مشتمل ہوتا ہے کبھی زیادہ اشعار بھی ہوتے ہیں۔ بہت سے متدیّن شعرا کے کلام میں قصیدے کا اختتام سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات اور ان کے آل و اصحاب پر درود و سلام اور کچھ مدح و مناقب پر بھی مشتمل ہوتا ہے۔ اور اس خاتمے کے اشعار زیادہ بھی ہو جاتے ہیں۔ اس کے نمونے متاخرین کے عربی قصائد میں دیکھے جا سکتے ہیں۔



(۱۳۰۲ھ)

یہ قصیدہ نظم کرنے کا داعیہ کب اور کیسے پیدا ہوا؟ اسے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے مجیر معظم کے دیباچے میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

وہاں ایک سوال یہ سامنے آتا ہے کہ آنکھ کی تکلیف میں اَطِبّا کا علاج کارگر نہ ہوا مگر حضرت خواجۂ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاک پاک دردِ چشم کے لیے ''اکسیر'' ثابت ہوئی۔ اور حضرت خواجۂ بزرگ کی نظرِ عنایت حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت کے طفیل حاصل ہوئی۔ اِس کا تقاضا یہ تھا کہ حضرت غریب نواز کی مدح کا شوق موج زن ہو مگر دل میں جو داعیہ جوش زن ہوا وہ سرکارِ قادریت کی مدح کا تھا جس کے نتیجے میں ایک سدا بہار قصیدہ رقم ہوا اور حضرت مولانا حسن رضا خاں حسنؔ علیہ الرحمہ نے اُسے ''اِکسیرِ اعظم'' سے موسوم کیا۔ اس میں رمز کیا ہے؟

اس کے جواب میں مجھے ایک واقعہ یاد آتا ہے جو سیدنا میر عبد الواحد چشتی بلگرامی قدس اللہ سرہ نے ''سبع سنابل'' شریف میں نقل فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''ایک روز حضرت سلطان المشائخ (محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ایک پالکی پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک کہار کو چوٹ لگی یا اور کسی درد و تکلیف کی وجہ سے وہ پالکی اٹھانے کے قابل نہ رہا۔ ایک قلندر بھی وہاں موجود تھے، اس کہار کی جگہ انھوں نے وہ چوڈولہ اپنے کاندھے پر رکھ لیا اور منزلِ مقصود تک ایک ہی کاندھے پر لے گئے۔ حضرت مخدوم نے دریافت فرمایا: یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ایک قلندر ہے اور اس نے جو خدمت انجام دی وہ بھی بیان کی۔ حضرت مخدوم نے اس پر نظرِ عنایت فرمائی۔ حضرت مخدوم کی نظرِ پاک کی برکت سے اس کی باطنی کدورت کا زنگ دُور ہو گیا اور تمام عالمِ علوی و سفلی اس پر منکشف ہو گیا۔ قلندر خوشی میں رقص کرنے لگا اور کہنے لگا: میرے پیر کا

فیض مجھ پر پڑ گیا، میرے پیر کی مدد نے میری دستگیری کی، میرے پیر کی عنایت نے مجھے نوازا، لوگوں نے اس سے کہا: اے قلندر ہوش میں آ، یہ دولت اور نعمت جو تجھے ملی ہے حضرت مخدوم سلطان المشائخ کی نگاہِ کرم کی بدولت ہے۔ تیرا پیر یہاں کہاں؟

جواب دیا کہ اے دوستو! اگر میرے پیر نے مجھے قبول نہ فرمایا ہوتا تو حضرت مخدوم کی یہ نظرِ عنایت بھی نہ ہوتی۔ لہٰذا جو فیض حضرت مخدوم نے مجھے بخشا وہ میرے پیر کی قبولیت کے آثار سے ہے کہ پہلے انھوں نے مجھے قبول فرمالیا اس کے بعد حضرت مخدوم نے قبول فرمایا۔

حضرت مخدوم کو یہ بات بہت پسند آئی اور ارشاد فرمایا: دوستو! پیر کو ماننا اس قلندر سے سیکھو۔

حضرت مخدوم شیخ سعد بڈھن قدس اللہ روحہ نے رسالہ مکیہ کی شرح میں یہ قصہ اور ماجرا حضرت مخدوم شیخ بہاؤالدین زکریا کے نام لکھا ہے اور یہی صحیح ہوگا۔ انتہیٰ۔ (سبع سنابل شریف)

حضرت میر بلگرامی قدس سرہ نے اس سے پہلے یہ لکھا ہے کہ "مرید کو چاہیے کہ جو برکت اور فیض اس (دوسرے) پیر سے پائے وہ اپنے پیر کی قبولیت کے آثار سے جانے" اس کے بعد اوپر والا واقعہ درج فرمایا ہے۔ (سنبلۂ دوم۔ پیری مریدی اور اس کی حقیقت و ماہیت ص ۵۳۔ آخر بیان شرائط خلوت۔ اشاعت مکتبہ قادریہ لاہور۔ عکس طبع ۱۲۹۹ھ مطبع نظامی کانپور)

حضرت بلگرامی قدس سرہ کی ہدایت اور اس تفصیلی واقعے کے بعد مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ والعاقلُ تَکْفِیهِ الإشارۃ۔

"اکسیر اعظم" چوں کہ بطور قصیدہ لکھا گیا اس لیے اجزائے قصیدہ کی تکمیل کے لیے اس میں "تشبیب" بھی ہے۔ پھر گریز پھر مدح ایک نئے مطلع سے شروع ہوتی ہے، خاتمہ استمداد، بارگاہِ عالی سے انتساب اور طلب حاجت پر مشتمل ہے۔ دیگر موضوعات

جلی سرخیوں سے خود ہی واضح ہیں۔

قدیم روایت کے مطابق تشبیب اور مدح میں کوئی ربط اور مناسبت ضروری نہیں ہوتی، بس گریز کے اشعار سے ذرا سا ربط پیدا کر دیا جاتا ہے۔ مگر اکسیر اعظم کی تشبیب اصل مدح سے ایک خاص مناسبت رکھتی ہے۔ وہ آگے عرض کرتا ہوں۔

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک خاص وصف یہ ہے کہ وہ رب جلیل کے محب بھی تھے اور محبوب بھی بلکہ اولیا کے درمیان محبوبیت کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ یہ تو معلوم ہے کہ عشق مولیٰ کے بغیر کوئی شخص راہ سلوک میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔ مگر کیا ابتدا ہی میں اُسے محبوبیت بھی حاصل ہو جاتی ہے؟ سب کے حق میں یہ حکم قطعاً درست نہیں۔ بندہ جب درجۂ کمال کو پہنچتا ہے تو اُسے خلعت محبوبیت سے سرفراز کرتے ہیں۔ ہاں کچھ مخصوص بندے ایسے ہوتے ہیں جو پہلے ہی محبوب بنا لیے جاتے ہیں اور از ابتدا تا انتہا ان کی تربیت اور ترقی خاص عنایت ربانی کے تحت ہوتی ہے۔ مجیر معظم کے کلمات دیکھیں تو یہ امر بخوبی منکشف ہوگا۔ کہنا یہ ہے کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اخصِ اولیا سے تھے جن کے حصے میں مُحِبیت اور محبوبیت دونوں بدرجۂ کمال آئی تھیں۔ اس وصف کو نظر میں رکھتے ہوئے تشبیب میں ایک ایسا خیالی معشوق ذکر کیا گیا ہے جو کسی کا عاشق بھی ہے۔ اور اس کا اشارہ تشبیب کے مطلع ہی میں کر دیا گیا ہے۔

اے کہ صد جاں بستہ در ہر گوشۂ داماں توئی

دامن افشانی و جاں بارد چرا بے جاں توئی[1]

بعد کے اشعار میں اس وصف کو نمایاں اور منکشف کر کے بیان کیا گیا ہے۔ ایسا معشوق جو خود کسی کے عشق میں گُھل رہا ہے اگرچہ ایک خاص مناسبت کے تحت فرض کیا گیا ہے مگر اس سے ایک ندرت بھی پیدا ہو گئی ہے۔ اس لیے کہ عام طور سے عشقیہ تشبیبوں

(۱) تم وہ ہو جس کے ہر گوشۂ دامن سے سیکڑوں جانیں بندھی ہوئی ہیں، دامن جھاڑتے ہو تو جانوں کی بارش ہوتی ہے پھر تم کیوں بے جان نظر آ رہے ہو؟

میں جو معشوق مذکور ہوتا ہے وہ صرف معشوق ہوتا ہے اور اگر عاشق کا ذکر ہوتا ہے تو وہ خود شاعر ہوتا ہے۔ یہاں جو معشوق فرض کیا گیا ہے وہ شاعر کا تو معشوق ہے مگر وہی کسی اور کا زبردست عاشق بھی ہے۔

اب تشبیب کے آخری دو شعر پھر گریز کا حسین ربط دیکھیے۔

شعر ۱۶ من کہ می گریم سزاے من کہ رُویت دیدہ ام
تو کہ آئینہ نہ بینی از چہ رُو گریاں توئی [(۱)]

''از چہ رُو'' میں رُو ذو معنیین ہے۔ اگرچہ ظاہر، معنی حقیقی ہے مگر ''کس لیے، کیوں، کس وجہ سے'' کہیں تو بھی اصل مقصود پر کوئی حرف نہ آئے گا۔

شعر ۱۷ یا مگر خود را برُوے خویش عاشق کردۂ
یا حسیں تر دیدۂ از خود کہ صَیدِ آں توئی [(۲)]

(گریز) شعر ۱۸ یا ہمانا پرتوے از شمع جیلاں بر تو تافت
کایں چنیں از تابش و تپ ہر دو با ساماں توئی [(۳)]

شعر ۱۹ آں شہے کاندر پناہش حسن و عشق آسودہ اند
ہر دو را ایما کہ شاہا ملجا ماویاں توئی [(۴)]

یہاں آکر ممدوح کی ذات آشکارا ہوتی ہے۔ پھر اُس ذات عالی کے جامعِ حسن و عشق ہونے کا اثبات ہوتا ہے۔ پھر ایک تمہیدی شعر کے بعد مطلع اور حسن مطلع رقم

(۱) ترجمہ: میرا رونا تو بجا ہے اس لیے کہ تمھارا چہرہ دیکھ لیا ہے، تم تو آئینہ دیکھتے نہیں پھر کس کا چہرہ دیکھ کر اشک بار ہو؟

(۲) ترجمہ: شاید اپنے ہی رخ پر خود کو عاشق بنا لیا ہے یا اپنے سے زیادہ کوئی حسین دیکھ لیا ہے جس کے شکار ہو گئے ہو؟

(۳) ترجمہ: یا شاید شمع جیلان کا پرتو تم پر پڑ گیا ہے کہ ایسی روشنی اور حرارت دونوں سامان تم میں جمع ہو گئے ہیں۔

(۴) ترجمہ: وہ بادشاہ جس کی پناہ میں حسن اور عشق دونوں آسودہ ہیں، اے بادشاہ! ذرا دونوں کو اشارہ ہو، ہمارے ملجا تم ہی ہو۔

ہوتا ہے۔ تینوں دیکھیں:

شعر ۲۶ شہ کریم ست اے **رضا** در مدح سرکن مطلع
شکّرت بخشد اگر طوطیِ مدحت خواں توئی (۱)

مطلع ۲۷ پیرِ پیراں میرِ میراں اے شہِ جیلاں توئی
اُنسِ جانِ قدسیاں وغوثِ اِنس وجاں توئی (۲)

حسن مطلع ۲۸ سَر توئی، سَرور توئی، سَر را سَر و ساماں توئی
جاں توئی، جاناں توئی، جاں را قرارِ جاں توئی (۳)

تکرار الفاظ سے معنی آفرینی، تجنیس و بدائع کی بہار اور متعدد سجعوں میں مصرعوں کی تقسیم کے ساتھ بندش کی چستی، سلاست و روانی، زورِ کلام اور ترنم کی جھنکار سبھی عیاں ہیں۔

آگے جو واقعی فضائل و مناقب ہیں اُن کا بیان ہوتا ہے اور سرکارِ غوثیت کو دیگر اولیاے کرام حتیٰ کہ اپنے مشائخ کرام پر جو فضیلت و برتری حاصل ہے اُس کا تذکرہ آتا ہے۔ پھر بڑے ہی دل کش انداز میں عرضِ حاجت کی تمہید رقم ہوتی ہے۔ دیکھیں کیسا لطف انگیز، حیرت خیز اور ندرت آمیز پیرایۂ بیان ہے۔

۷۸- چارۂ کن اے عطاے بن کریم ابن الکریم
ظرفِ من معلوم و بیحد وافر و جوشاں توئی (۴)

(۱) ترجمہ: بادشاہ کریم ہے، اے رضا مدح کا مطلع شروع کرو، وہ تمھیں شکر بخشے گا اگر تم طوطیِ مدح خواں ہو۔

(۲) ترجمہ: پیروں کے پیر، میروں کے میر- اے شہ جیلان! -تم ہو، قدسیوں کی جانوں کے لیے اُنس اور انسانوں، جنوں کے فریاد رس تم ہو۔

(۳) ترجمہ: سر تم ہو، سرور تم ہو، سر کے لیے سر وسامان تم ہو، جان تم ہو، جاناں تم ہو، جان کے لیے قرارِ جاں تم ہو۔

(۴) ترجمہ: اے فرزند کریم ابن کریم کی عطا! کوئی تدبیر کر، میرا ظرف معلوم ہے اور تو بے حد فراواں اور جوش زن ہے۔

۷۹- باہمیں دستِ دوتا و دامنِ کوتاہ و تنگ
از چہ گیرم در چہ بنہم بس کہ بے پایاں توئی[۱]

۸۰- کوہ نہ دامن دہد وقت آنکہ پُرجوش آمدی
دست در بازار نفروشند بر فیضاں توئی[۲]

پہلے شعر کے دوسرے مصرعے میں جس تنگیِ ظرف اور فراوانیِ عطا کا ذکر تھا وہ آخری شعر میں نقطۂ عروج کو پہنچ گیا ہے۔

تمہید کے بعد استمداد کو عنوان بنا کر چوتھا مطلع نظم ہوتا ہے:

۸۱- رو متاب از مابداں چوں مایۂ غفراں توئی
آیۂ رحمت توئی، آئینۂ رحمٰں توئی[۳]

التجا کا بانکپن، تواضع کا حسن، اور آقا کی شانِ عظمت کا تین عنوانات سے اظہار! کیسی کیف آگیں استمداد ہے۔

آگے اسلام کے لیے استعانت، اپنے لیے استمداد، نسبت غلامی پر فخر اور بارگاہ عالی سے انتساب کے ذکر پر قصیدہ ختم ہوتا ہے۔ اور مقطع میں مطلع کی جانب رجوع کرتے ہوئے نغمہ زن ہیں:

۱۱۰ قادری بودن رضاؔ را مفت باغِ خُلد داد
من نمی گفتم کہ آقا مایۂ غفراں توئی[۴]

کہیں خوف کی شدت دامن گیر ہے، کہیں رَجا کی فراوانی جوش زن ہے۔ و الإیمانُ بینَ الخوفِ و الرَّجاء۔ ❀❀❀

(۱) ترجمہ: میرے پاس یہی دو ہاتھ ہیں اور ایک تنگ و کوتاہ دامن، کس سے لوں؟ کس میں رکھوں؟ جب کہ تو بہت بے پایاں ہے۔

(۲) ترجمہ: اے عطائے بے پایاں! جس وقت تو پُرجوش ہو کر فیضان پر آجائے تو نہ پہاڑ دامن دے گا، نہ بازار سے ہاتھ خریدا جا سکے گا۔

(۳) ترجمہ: ہم بروں سے رخ نہ پھیرو کیوں کہ تمھی ہمارا سرمایۂ بخشش ہو، تم رحمت کی نشانی ہو، تم رحمٰن کا آئینہ ہو۔

(۴) ترجمہ: قادریّت نے رضاؔ کو باغِ خلد مفت میں دے دیا، میں نہیں کہتا تھا کہ آقا! میرا سرمایۂ بخشش تم ہو۔

مُجِیرِ مُعَظَّم

(۱۳۰۳ھ)

اکسیر اعظم کی فارسی شرح مجیر معظم سے متعلق کیا تبصرہ کروں؟ اصل اور ترجمہ دونوں ناظرین کے سامنے ہیں۔ اُس زمانے کے تعلیم یافتہ حلقوں میں فارسی کا رواج اردو کی طرح تھا۔ فتاوی میں بھی دیکھیں گے کہ فارسی عبارتوں کا ترجمہ کہیں نہیں لکھتے جب کہ سائل کی فرمائش پر عربی حوالوں کا ترجمہ ضرور لکھتے ہیں اور آیات واحادیث کا ترجمہ بلا فرمائش بھی عموماً ازخود لکھ دیا کرتے ہیں۔ اس لیے ان کی شرح سے یہ توقع فضول ہے کہ اس میں ایک ایک فارسی شعر کا مطلب بیان ہو، فارسی محاورات اور رائج تشبیہات و استعارات کی توضیح ہو۔ فارسی شرح میں اتنا تو ضرور ملحوظ ہوگا کہ اس نثر کو پڑھنے والا قصیدہ کے عام الفاظ ومحاورات سے یقیناً آشنا ہوگا۔ پھر اُس زمانے میں فارسی کی جو تدریس ہوتی تھی اُس میں نثر کے علاوہ بہت سے منظومات، دواوِین اور شعری مجموعوں سے بھی گزرنا پڑتا تھا جس کے باعث اچھا خاصا شعری ذوق بھی پیدا ہو جاتا تھا۔

شعر کی فضا بہر حال نثر سے مختلف ہوتی ہے اور کسی بلند پایہ کلام کو سمجھنے کے لیے خواہ وہ اردو ہی میں ہو وسیع مطالعے، اساتذہ کے کلام سے آگاہی اور صاحب کلام کے مزاج ومعیار سے کسی قدر آشنائی ضروری ہوتی ہے۔ یوں آپ کسی اعرابی کو کسی استاذ کا علمی وفنّی کلام سمجھانے بیٹھ جائیں تو گھنٹوں کی محنت کے بعد بھی اس کے دماغ میں ''ما حصل'' کی مقدار بہت کم پائیں گے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے تلمیحات سے متعلق واقعات تفصیلاً اور کہیں اجمالاً بیان کر دیے ہیں۔ مگر اپنے کلام کے محاسن کی جانب صرف دو تین جگہ اشارہ کیا ہے۔ ہاں وہ باتیں جو دلائل کی محتاج تھیں ان پر زیادہ توجہ دی ہے۔ اولیاے کرام اور سرکار غوث

اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت اور اختیار و تصرف کے منکرین کے لیے قرآن و حدیث کے علاوہ ان کے مسلّمہ اکابر و عمائد کے صریح اقوال بھی پیش کیے ہیں۔

مگر جس مذہب کی بنیاد ہی ''مسلمانوں کو مشرک ٹھہرانے'' پر رکھی گئی ہو اس کی تسکین تو شرک کی تعریف اور حقیقت سمجھے بغیر صرف ''شرک، شرک'' کی رٹ سے ہوتی ہے۔ اس سے کوئی سروکار نہیں کہ شرک کیا ہے؟ اور قرآن و حدیث کی روشنی میں مشرک کون ہے؟

ائمہ کی تقلید شرک، انبیا و اولیا سے توسّل شرک، مقبولانِ بارگاہِ رب کی تعظیم شرک، ان کے گرد و پیش کا ادب شرک، ان کے لیے غیب کا علم اور اختیار و تصرف کی قدرت ماننا شرک — اور چوں کہ عہد صحابہ سے آج تک ساری امت اہل اجتہاد کی تقلید، مقبولانِ بارگاہ کی تعظیم، ان سے توسّل، ان کے لیے علم غیب اور اختیار و تصرف کے اعتراف کی حامل رہی اس لیے ساری امت مشرک — ان کے نزدیک موحّد شاید صرف ابلیس ہوگا جو خدا کے سوا کسی نبی و ولی اور فرشتہ و رسول کی عظمت کا قائل نہیں۔

ان میں ایک طبقہ وہ ہے جو اپنے اساتذہ اور مشائخ کے لیے تو علم غیب، قدرت و اختیار، تعظیم و توسّل سب کچھ جائز اور واقع مانتا ہے مگر یہی چیزیں انبیا و اولیا کے لیے شرک گردانتا ہے۔ دیکھیے علامہ ارشد القادری کی تصنیف ''زلزلہ'' اور ''زیر و زبر'' — ایمان لانا ہے تو پورا ایمان چاہیے۔ آدھا ایمان، آدھا کفر، عجب چیز ہے۔ والعیاذ باللہ ربّ العالمین۔

حضرت آسیؔ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

نسبت شرک بجز تہمت بے جا کیا ہے؟
دل ہے جب اس کی طرف، رخ ہے وسائل کی طرف

اور فرماتے ہیں:

ملنے والوں سے راہ پیدا کر — اس کے ملنے کی اور صورت کیا؟

یہ جاننا ضروری ہے کہ شرک کیا ہے؟ اور آدمی مشرک کب ہوگا؟

خدا کی ذات اور اس کی صفات ذاتیہ میں کسی کو شریک ٹھہرانا شرک ہے۔

(۱) اللہ کی ذات واجب الوجود ہے۔ خود سے ہے کوئی اسے وجود دینے والا نہیں۔ اس کا وجود ضروری ہے اس کا عدم محال ہے۔ وہی خالق ہے کوئی دوسرا ایسا نہیں جو کسی شئی کو عدم سے وجود میں لا سکے اور بغیر کسی مادہ کے بنا سکے۔

کسی غیر کو واجب الوجود یا الٰہ ماننا شرک ہے۔ دنیا میں کوئی اس کا قائل بھی نہیں۔ (مگر بقولے بعض دہریہ و ملاحدہ و مجوس)، اسی طرح غیر اللہ کو خالق ماننا بھی شرک ہے۔

(۲) وہ واحد و یکتا ہے، ازلی و ابدی ہے۔ وہی معبود ہے کسی اور کو معبود بنانے والا اگرچہ وہ اسے مخلوق ہی جانے مشرک ہے۔

اب یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ عبادت کیا ہے؟ اور معبود بنانا کیا ہے؟ یہ بحث انشاء اللہ تعالیٰ آگے بیان ہوگی۔ مگر یہ متعین ہے کہ کوئی مسلمان خدا کے سوا نہ کسی کی عبادت کرتا ہے، نہ خدا کے سوا کسی کو معبود جانتا ہے۔

(۳) اللہ کی صفات ذاتیہ یہ ہیں:

(۱) حیات (۲) علم (۳) سمع (۴) بصر (۵) قدرت

(۶) ارادہ و مشیت (۷) کلام

یہ صفات اللہ تعالیٰ کے لیے ذاتی ہیں، یعنی اس کے لیے کسی کی عطا کے بغیر خود ثابت و لازم ہیں۔

ان صفات میں سے کسی صفت کو کوئی شخص اگر غیر اللہ کے لیے ذاتی طور پر یعنی عطائے الٰہی کے بغیر مانے تو وہ مشرک ہے۔ اور اگر عطائے الٰہی سے مخلوق میں یہ صفات کوئی مانتا ہے تو وہ مشرک نہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص ان صفات میں سے کوئی صفت اللہ کے لیے ذاتی نہ مانے اور غیر کی عطا سے کہے تو وہ کافر ہے۔ اگرچہ مشرک نہ ہو۔ اللہ کی ہر صفت اور اس کا ہر کمال ذاتی ہے کسی کی عطا کا، یا کسی علت و سبب کا محتاج نہیں۔

اب یہ **دو بحثیں** ہوئیں۔ **اول** یہ کہ مذکورہ صفات اللہ کے لیے ذاتی طور پر

ثابت ہیں۔ **دوم** یہ کہ صفات بالا اللہ کی عطا سے مخلوق میں ہوسکتی ہیں، بلکہ ہوتی ہیں۔ دونوں کی دلیل قرآن کی آیات سے سنیں:

① حیات

هُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (مومن رغافر، سورہ نمبر ۴۰، آیت نمبر ۶۵)

وہی ہے حیات والا، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

② علم

وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (مائدہ، س ۵، آیت ۷۶)

اور اللہ ہی ہے سننے والا، علم والا۔

③، ④ سمع وبصر

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (مومن رغافر، س ۴۰، آیت ۲۰)

بے شک اللہ ہی ہے سننے والا، دیکھنے والا۔

⑤ قدرت

یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ (روم، س ۳۰، آیت ۵۴)

جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور وہی ہے علم والا، قدرت والا۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ (ہود، س ۱۱، آیت ۶۶)

بیشک تمھارا رب ہی ہے قوت والا، عزت والا۔

اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا (بقرہ، آیت ۱۶۵)

ساری قوت اللہ کے لیے ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ (ذاریات، س ۵۱، آیت ۵۸)

بیشک اللہ ہی ہے بہت رزق دینے والا، قوت والا، مضبوط طاقت والا۔

⑥ ارادہ ومشیت

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ

تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنۡ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنۡ تَشَآءُ ؕ بِیَدِکَ الۡخَیۡرُ ؕ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ (آل عمران، پ ۳، آیت ۲۶)

اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے، اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے، اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے۔ بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

وَ لَوۡ شَآءَ اللّٰہُ مَا اقۡتَتَلُوۡا ۟ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَفۡعَلُ مَا یُرِیۡدُ (بقرہ ۲۵۳)

اور اللہ چاہتا تو وہ باہم جنگ نہ کرتے مگر اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

۷ کلام

وَ کَلَّمَ اللّٰہُ مُوۡسٰی تَکۡلِیۡمًا (نساء، پ ۴، آیت ۱۶۴)

اور اللہ نے موسیٰ سے حقیقتاً کلام فرمایا۔

وَ اِنۡ اَحَدٌ مِّنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ اسۡتَجَارَکَ فَاَجِرۡہُ حَتّٰی یَسۡمَعَ کَلٰمَ اللّٰہِ (توبہ، پ ۹، آیت ۶)

اور اے محبوب اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دو کہ وہ اللہ کا کلام سنے۔

یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّبَدِّلُوۡا کَلٰمَ اللّٰہِ ؕ (فتح، پ ۲۶، آیت ۱۵)

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا کلام بدل دیں۔

گزشتہ آیات میں آپ دیکھیں گے کہ اکثر حصر کے ساتھ ارشاد ہے کہ اللہ ہی ہے ''حیات والا، علم والا، سننے والا، دیکھنے والا، قدرت والا''۔ ان آیات کو لے کر اگر کوئی شخص ذاتی اور عطائی کا فرق کیے بغیر یہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے حیات، علم، سمع، بصر، قدرت سب کو اپنی ذات سے خاص کیا ہے لہٰذا اس کے سوا کوئی بھی، اس کی عطا سے بھی نہ جاننے والا، نہ سننے والا، نہ دیکھنے والا، نہ قدرت والا، جو شخص کسی کے لیے خدا کی یہ خاص صفات ثابت مانے خواہ اس کے دینے ہی سے مانے وہ مشرک ہے۔ اس لیے کہ قرآن نے صاف بتا دیا ہے کہ یہ صفات بس اللہ کے لیے ثابت ہیں اور کسی کے لیے

نہیں، ذاتی اور عطائی کا کوئی فرق نہیں کیا، تو اس کے خلاف ماننے والا مشرک ہے۔

یعنی کائنات میں اللہ کے سوا سب بے علم، اندھے، بہرے، بے طاقت ہیں جیسے پتھر دیکھنے، سننے، جاننے، چلنے پھرنے سے عاجز ہوتا ہے ویسے ہی سارے انسان بھی ہیں، جن اور فرشتے بھی۔

اولا: یہ مجنونانہ استدلال جو صرف ایک قسم کی آیتوں کو سامنے رکھ کر کیا گیا اور سارے جہان کو مشرک ٹھہرانے کی کوشش کی گئی دنیا میں کوئی عاقل اسے تسلیم نہ کرے گا۔ اس کے لیے ایک شخص یا ایک طبقہ کو مجنون مان لینا اس سے زیادہ آسان ہوگا کہ سارے جہان کو مشرک مانے اور عقل اور مشاہدے کے بالکل برعکس فیصلہ کرے۔

ثانیا: قرآن بھی ان کا ساتھ نہ دے گا اس لیے کہ قرآن میں بھی بندوں کے اندر بعطائے الٰہی ان صفات کا اثبات موجود ہے۔ ملاحظہ ہو:

① حیات

یُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَ مُخۡرِجُ الۡمَیِّتِ مِنَ الۡحَیِّ ؕ (انعام، پ۶، آیت ۹۵)

وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے۔

جیسے وہ جاندار سبزے کو بے جان دانے اور گٹھلی سے۔ جاندار انسان و حیوان کو بے جان نطفے سے۔ اور جاندار پرند کو بے جان انڈے سے نکالتا ہے اور جیسے وہ جاندار درخت سے بے جان گٹھلی اور دانے کو۔ جاندار انسان وحیوان سے نطفے کو۔ اور جاندار پرند سے انڈے کو نکالتا ہے۔ (تفاسیر) یہاں غیر اللہ کو حیات والا فرمایا ہے۔

وَ اَوۡصٰنِیۡ بِالصَّلٰوۃِ وَ الزَّکٰوۃِ مَا دُمۡتُ حَیًّا (مریم، پ۱۹، آیت ۳۱)

(حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیان کرتے ہیں) اور اس نے مجھے نماز و زکاۃ کی تاکید فرمائی جب تک میں زندہ رہوں۔

② علم

اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمٍ عَلِیۡمٍ (حجر، پ۱۵، آیت ۵۳)

ہم آپ کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔ (اس میں غیر اللہ کے لیے علم کا اثبات ہے)

③، ④ سمع وبصر

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا

(دہر/انسان، پ۲۹، ع۷، آیت ۲)

بے شک ہم نے آدمی کو ملی ہوئی منی سے پیدا کیا کہ اسے جانچیں تو ہم نے اسے سننے والا، دیکھنے والا بنادیا۔ (اس میں غیر اللہ کے لیے سمع وبصر کا اثبات ہے)

⑤ قدرت

اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ (قصص، پ۲۸، آیت ۲۶)

بے شک بہتر ملازم وہ ہے جو قوت والا، امانت والا ہو۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی نے ان کے سامنے حضرت موسی علیہ السلام کو قوت وامانت والا بتایا۔

كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ وَ عَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا

(روم، پ۳۰، آیت ۹)

وہ ان سے زیادہ قوت والے تھے اور انھوں نے زمین جوتی اور آباد کی ان کی آبادی سے زیادہ۔

فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ (کہف، پ۱۸، ت۹۵)

تو تم طاقت سے میری مدد کرو۔

یہ حضرت ذوالقرنین نے رعایا سے فرمایا، اس میں رعایا کے لیے قوت کا اثبات بھی ہے اور ان سے استعانت بھی۔

⑥ ارادہ ومشیت

مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَ (آل عمران، پ۳، آیت ۱۵۲)

تم میں کوئی دنیا چاہتا تھا اور تم میں کوئی آخرت چاہتا تھا۔

یَعۡمَلُوۡنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنۡ مَّحَارِیۡبَ وَ تَمَاثِیۡلَ (سبا، پ ۲۲، آیت ۱۳)

اس کے لیے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں۔

یعنی جن حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ان کے حسب ارادہ چیزیں بناتے۔

اِعۡمَلُوۡا مَا شِئۡتُمۡ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ (حم سجدہ، فُصِّلَت، پ ۲۴، آیت ۴۰)

جو چاہو کرو بے شک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

⑦ کلام

تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا (مائدہ، پ ۷، آیت ۱۱۰)

لوگوں سے تم باتیں کرتے گہوارے میں اور پکی عمر کے ہو کر۔

یہ رب تعالیٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خطاب ہے۔

آیات تو اور بھی پیش کی جا سکتی ہیں اور قرآن کو بغور پڑھنے والا خود بھی کثیر آیات تلاش کر سکتا ہے جن میں بندوں کے لیے ان صفات کا اثبات موجود ہے۔

یقیناً قرآن میں کوئی تضاد نہیں بلکہ جو لوگ صرف ایک قسم کی آیات پڑھ پڑھ کر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں وہ خدا کے بندوں کا ایمان اور ان کی عقل دونوں چھیننا چاہتے ہیں۔

اہل سنت دونوں قسم کی آیات پر پختہ ایمان رکھتے ہیں۔ قرآن کریم سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جاننا، دیکھنا، سننا، طاقت وقوت وغیرہ خدا کے سوا کسی کے لیے نہیں وہاں یہ مراد ہے کہ ذاتی طور پر بغیر کسی کی عطا کے یہ صفات صرف اللہ کے لیے ثابت ہیں۔

اور جہاں رب کریم اپنے بندوں کے لیے علم، سمع وبصر اور طاقت وقوت وغیرہ ثابت فرماتا ہے وہاں یہ مراد ہے کہ اللہ کی عطا سے بندوں کو یہ صفات حاصل ہیں۔ اگر یہ فرق نہ ہو تو قرآن مقدس میں کھلا ہوا تضاد لازم آئے گا جس کا قائل کوئی سنی نہیں ہو سکتا۔ کوئی غیر سنی اگر سارے جہان کو مشرک ٹھہرانے کے شوق میں، قرآن میں تضاد کا قائل ہو

تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ دنیا میں عقل اور ایمان سے کورے بہت گزر چکے ہیں۔ اور ہر دور میں ہوتے رہتے ہیں۔

اب ایک بحث یہ رہ گئی کہ عبادت کیا ہے؟ اور معبود بنانے کا کیا مطلب ہے؟

قاضی ناصر الدین بیضاوی نے اپنی تفسیر انوار التنزیل میں اس کی تعریف یہ لکھی ہے: العبادة أقصى غاية الخضوع والتذلل.'' عبادت فروتنی و تابعداری کی آخری حد کا نام ہے۔ علامہ نسفی نے بھی مدارک التنزیل میں یہی لکھا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ فروتنی و تابعداری کی آخری حد کیا ہے؟ اگر کوئی یہ کہے کہ آخری حد سجدہ ہے۔ اگر کسی نے کسی کے آگے سجدہ کر لیا تو اس نے اس کی عبادت کی اور اسے معبود بنایا۔

تو اس پر یہ **اعتراض** ہے کہ نماز از تکبیر تحریمہ تا سلام مکمل عبادت ہے۔ اگر عبادت صرف سجدے کا نام ہے تو قیام، قعود، رکوع، قراءت اور ذکر عبادت سے خارج ہو گئے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ روزہ، زکاۃ، حج بھی عبادت ہیں۔ روزے اور زکاۃ میں سجدے کا کہیں پتا نہیں۔ صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور قربت سے قصداً باز رہنے کا نام روزہ ہے۔ سجدے سے اس کا تعلق نہیں۔ اسی طرح زکاۃ نیت کے ساتھ مستحق کو خاص مقدار مال کا مالک بنانا ہے۔ اس میں سجدہ نہیں۔ حج بھی احرام، وقوف عرفہ اور طواف زیارت کا نام ہے۔ فرض یہی ہیں باقی واجبات اور سنن و آداب ہیں۔ اس لیے فروتنی و تابعداری کی انتہائی حد صرف سجدہ کو ماننا درست نہیں۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر مطلقاً کسی کا سجدہ کرنا اس کی عبادت ہو تو فرشتوں نے بحکم الٰہی حضرت آدم علیہ السلام کا سجدہ کیا، مگر وہ نہ حضرت آدم کے عبادت گزار ہوئے نہ ان کو معبود جانا۔ اگر ایسا ہوتا تو یقیناً وہ مشرک ہو جاتے اور صرف ابلیس جس نے سجدے سے انکار کیا وہی شرک سے محفوظ ہوتا۔ حالاں کہ اس سجدے پر رب تعالیٰ نے ملائکہ کی مدح کی ہے اور ابلیس کو راندۂ درگاہ کر دیا۔

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے، ان کی والدہ نے اور ان کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام نے سجدہ کیا مگر ان میں سے کوئی نہ حضرت یوسف علیہ السلام کا پرستار ٹھہرا، نہ ان کو معبود جانا، نہ مشرک ہوا۔ صرف ان کی توقیر و تعظیم کرنے والا قرار پایا۔ معلوم ہوا کہ مطلقاً سجدہ کر لینا بھی عبادت نہیں۔ تو عبادت کیا ہے؟ اور فروتنی و تابعداری کی آخری حد کیا ہے؟

حق یہ ہے کہ عبادت کے لیے ایک اعتقاد اور ایک نیت ضروری ہے۔ اعتقاد یہ کہ جس کے لیے عمل کی بجا آوری کر رہا ہے اسے اِلٰہ، یا فاعل بالذات و مستقل بالذات مانے۔ اور نیت یہ کہ یہ عمل میں خاص اس اِلٰہ، وفاعل بالذات کی تعظیم اور اطاعت کے لیے کر رہا ہوں۔

یوں اگر کوئی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا، رکوع سجدہ وغیرہ سب کر لیا مگر رب کی اطاعت مقصود نہ تھی تو نہ نماز ہوئی نہ عبادت۔ صرف ایک جسمانی ورزش ہوئی یا لغو حرکت۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کے سامنے تعظیم کے ساتھ کھڑا رہا، یا تعظیم کے ساتھ بیٹھا، یا تعظیم کے ساتھ سجدہ کیا مگر اس کو نہ اِلٰہ، جانتا ہے، نہ فاعل بالذات بلکہ بندہ اور مخلوق مانتا ہے تو نیتِ تعظیم کے باوجود یہ فعل، عبادت نہ ہوا۔ اس لیے ملائکہ کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ اور حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے والدین اور بھائیوں کا سجدہ مسجودلہ کی تعظیم تو ہے مگر عبادت نہیں۔ ہاں ہماری شریعت میں غیر اللہ کا سجدۂ تعظیمی حرام قرار دیا گیا اس لیے ''اب'' کسی غیر کا سجدہ حرام و گناہ ضرور ہے مگر شرک نہیں اس لیے کہ شریعت اسلامیہ کے دلائل سے اس کی حرمت ہی ثابت ہے۔ ہماری شریعت بھی سجدہ تعظیمی کو غیر کی عبادت یا خدا کے ساتھ شرک نہیں بتاتی۔ حرمتِ سجدۂ تعظیم کے دلائل امام احمد رضا قدس سرہ کی کتاب ''الزبدة الزكية في تحريم سجود التحية'' میں تفصیلاً مذکور ہیں۔

تعظیم اور عبادت میں فرق نہ کرنا سخت جہالت ہے۔ مسلمان نے بطور تعظیم اگر

مصحف شریف کو یا کسی معظمِ دینی کو بوسہ دیا، یا کسی کی تعظیم کے لیے کھڑا ہوا یا اس کے گرد و پیش کا ادب کیا ان سب کو عبادت کہنا اور مسلمانوں کو مشرک ٹھہرانا بہت بڑا ظلم ہے۔

بروایت امام نسائی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور دلائل النبوۃ للبیہقی میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث معراج میں مرفوعًا آیا ہے کہ ”حضرت جبریل علیہ السلام کے بتانے کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طیبہ میں نماز پڑھی، اس لیے کہ آئندہ وہ حضور کی ہجرت گاہ ہونے والا تھا، پھر طور سینا میں نماز پڑھی جہاں رب تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا، پھر ”بیت لحم“ میں نماز پڑھی جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی“۔

اگر ان مقامات کی کچھ بھی عظمت و وقعت نہیں تو ان میں ٹھہرنے اور نماز پڑھنے کا کیا مطلب؟ حضرت جبریل علیہ السلام کے فرمانے کے مطابق سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا ان مقامات میں اتر کر نماز ادا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ محبوبانِ الٰہی سے نسبت و تعلق رکھنے والے مقامات کا ادب و احترام خود رب جلیل کے نزدیک مطلوب و محمود ہے۔ اس کا شرک ہونا تو بہت دور بلکہ محال ہے۔ کسی طرح یہ گناہ بلکہ خلافِ اولیٰ بھی نہیں ہو سکتا۔(۱)

---

(۱) حاشیہ پوری حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں۔ اس میں بیت المقدس میں امامت انبیا اور تخفیف نماز کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات اور رب کریم کی بارگاہ کرم میں حضور کے بار بار آنے جانے کا بھی ذکر ہے۔

”حدّثنا أنس بن مالك، أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال:” أتيت بدابّة فوق الحمار ودون البغل خطوها عند منتهى طرفها، فركبت ومعي جبريل عليه السّلام فسرت فقال: انزل فصلّ ففعلت. فقال: أتدري أين صلّيت؟ صلّيت بطيبة وإليها المهاجر، ثمّ قال: انزل فصلّ فصلّيت، فقال: أتدري أين صلّيت؟ صلّيت بطور سيناء حيث كلّم الله عزّ وجلّ موسى عليه السّلام، ثمّ قال: انزل فصلّ فنزلت فصلّيت. فقال: أتدري أين صلّيت؟ صلّيت ببيت لحم حيث ولد عيسى عليه السّلام. ثمّ دخلت بيت المقدس

مختصر یہ کہ اگر کسی کو اِلٰہ، اور فاعل بالذات مان کر اس کی کوئی تعظیم کرتا ہے یا اس کی اطاعت کرتا ہے تو یہ عبادت ہے اور اگر غیر اللہ کے ساتھ یہ معاملہ کرتا ہے تو شرک

فجمع لي الأنبياء عليهم السّلام، فقدّمني جبريل حتّى أممتهم، ثمّ صعد بي إلى السّماء الدّنيا ، فإذا فيها آدم عليه السّلام، ثمّ صعد بي إلى السّماء الثّانية، فإذا فيها ابنا الخالة عيسى ويحيى عليهما السّلام، ثمّ صعد بي إلى السّماء الثّالثة فإذا فيها يوسف عليه السّلام، ثمّ صعد بي إلى السّماء الرّابعة، فإذا فيها هارون عليه السّلام، ثمّ صعد بي إلى السّماء الخامسة فإذا فيها إدر يس عليه السّلام، ثمّ صعد بي إلى السّماء السّادسة فإذا فيها موسى عليه السّلام، ثمّ صعد بي إلى السّماء السّابعة ، فإذا فيها إبراهيم عليه السّلام. ثمّ صعد بي فوق سبع سماوات فأتينا سدرة المنتهى، فغشيتني ضبابة، فخررت ساجدًا، فقيل لي: إنّي يوم خلقت السّماوات والأرض فرضت عليك وعلى أمّتك خمسين صلاة، فقم بها أنت وأمّتك، فرجعت إلى إبراهيم فلم يسألني عن شيء، ثمّ أتيت على موسى فقال: كم فرض الله عليك وعلى أمّتك؟ قلت: خمسين صلاة، قال: فإنّك لا تستطيع أن تقوم بها أنت ولا أمّتك، فارجع إلى ربّك فاسأله التّخفيف، فرجعت إلى ربّي فخفّف عنّي عشرًا، ثمّ أتيت موسى فأمرني بالرّجوع فرجعت فخفّف عنّي عشرًا، ثمّ ردّت إلى خمس صلوات. قال: فارجع إلى ربّك، فاسأله التّخفيف؛ فإنّه فرض على بني إسرائيل صلاتين، فما قاموا بهما. فرجعت إلى ربّي عزّ وجلّ، فسألته التّخفيف، فقال: إنّي يوم خلقت السّماوات والأرض فرضت عليك وعلى أمّتك خمسين صلاة فخمسٌ بخمسين، فقم بها أنت وأمّتك. فعرفت أنّها من الله تبارك وتعالى صرّى، فرجعت إلى موسى عليه السّلام فقال: ارجع فعرفت أنّها من الله صرّى ـ أي: حتمٌ ـ فلم أرجع" (أخرجه النسائی فی السنن الصغرى ١/ ٢٢١، رقم الحديث ٤٥٠، كتاب الصلاة، ذكر اختلاف الناقلين في إسناد حديث أنس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه، مكتب المطبوعات الإسلامية - حلب و ١/ ٢٤١، رقم ٤٤٩، دار المعرفة - بيروت ـــــ والبيهقي نحوه بزيادةٍ في دلائل النبوة عن شداد بن أوس رضي الله تعالى عنه مرفوعًا (٢/ ٢٤١، رقم الحديث ٦٤٩، باب الإسراء برسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم).

ہے۔ اور اگر غیر اللہ کو بندہ و مخلوق مانتے ہوئے اس کی تعظیم یا اطاعت کرتا ہے تو یہ نہ اس کی عبادت ہے نہ شرک، ہاں اگر کوئی ایسی تعظیم یا اطاعت کرتا ہے جس سے ہماری شریعت نے منع کیا ہے تو وہ ممنوع کا مرتکب ضرور ہوگا مگر مشرک ہرگز نہ ہوگا۔

اب بعض مخالفین یہ کہتے ہیں کہ اگر بندے کے لیے فطری اور معمولی قدرت مانی تو شرک نہ ہوگا ہاں اگر غیر معمولی اور مافوق الفطرۃ قوت مانی تو مشرک ہوگا۔ اس پر ہمارا کلام یہ ہے کہ **اوّلاً** یہ تفریق انھوں نے کہاں سے نکالی؟ شیخ نجدی محمد ابن عبدالوہاب یا شیخ دہلوی نے کتاب التوحید یا تقویۃ الایمان میں یہ فرق نہ کیا۔ بندے کے لیے خدا کی عطا سے بھی کوئی طاقت وقوت ماننا ہر طرح شرک ٹھہرایا۔

ثانیاً ان کا استدلال جن آیات سے ہے ان میں بھی یہ فرق نہیں۔ قسم اول کی آیات میں یہی ہے کہ ''ساری قوت اللہ ہی کے لیے ہے، عزت وقدرت والا وہی ہے'' ان میں فطری اور غیر فطری کا کوئی فرق نہیں۔ جب انہی آیات کی وجہ سے بندوں کے لیے قدرت ماننے سے انکار ہے تو ان آیات کے مطابق ہر قسم کی قدرت سے انکار کرنا چاہیے۔

اسی طرح کبھی یہ کہتے ہیں کہ زندوں کے لیے معمولی قدرت ماننا شرک نہیں مگر مردوں کے لیے کسی طرح کی قدرت ماننا شرک ہے۔ اس لیے کہ انسان مرنے کے بعد مٹی کا ڈھیر ہو جاتا ہے اس میں نہ حیات ہوتی ہے نہ سننے دیکھنے اور تصرف کرنے کی قوت ہوتی ہے۔

اس پر بھی ہمارا وہی کلام ہے کہ یہ تفریق نہ ان کے پیشواؤں کی عبارت سے ثابت ہے نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ نہ اصول اور عقل سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ اس لیے کہ خدا کی ذات وصفات میں کسی کو بھی شریک ٹھہرانا شرک ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ، انسان ہو یا جن یا فرشتہ، یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ صفات باری میں زندہ کو شریک ٹھہرائے تو مومن رہے، مردہ کو شریک ٹھہرائے تو مشرک ہو جائے۔ مومن رہے گا تو دونوں صورت میں، مشرک ہوگا تو دونوں صورت میں۔

ثالثاً۔ ان سے ہمارا سوال یہ ہے کہ فطری اور غیر فطری، معمولی اور غیر معمولی کی

حد کیا ہے؟

بندوں میں انسان، جن اور ملائکہ سب داخل ہیں مگر کسی کے لیے ایک کام خرق عادت، غیر فطری اور غیر معمولی ہے اور دوسرے کے لیے وہی کام عادی، فطری اور معمولی ہے۔

مثلاً زمین سے آسمان تک کی مسافت تھوڑی دیر میں طے کر لینا انسان کے لیے غیر عادی ہے اور فرشتوں کے لیے عادی اور روزانہ کا معمول ہے۔ زمین کے دور دراز گوشوں میں بغیر سواری کے چند ساعتوں میں پہنچ جانا انسان کے لیے غیر عادی ہے اور جن کے لیے عادی ہے۔ پورے روے زمین کو کف دست کی طرح دیکھنا ملک الموت کے لیے عادی ہے اور انسان کے لیے غیر عادی۔ خود انسانوں میں دیکھیے تو ایک من کا پتھر ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ لے جانا ایک آزمودہ کار توانا شخص کے لیے عادی ہے اور ایک نحیف وناتواں کے لیے آدھے من کا پتھر لے جانا غیر عادی ہے۔

جس نے انسان کے لیے ایسا امر ثابت کیا جو فرشتے اور جن میں ہے تو اس نے انسان کو جن اور فرشتوں کا شریک ٹھہرایا یعنی ایک بندے کو دوسرے بندے کے برابر ٹھہرایا۔ خدا کے برابر اور خدا کا شریک ہرگز نہ ٹھہرایا۔ اس نے انسان میں بھی یہ قدرت خدا کی عطا ہی سے مانی اور جن یا فرشتے میں بھی یہ قدرت خدا کی عطا ہی سے مانی۔ پھر شرک کیسے ہوا؟ زیادہ سے زیادہ کذب ہوسکتا ہے اگر انسان میں وہ قوت حاصل نہیں جو جن یا فرشتے میں ہے۔

ہاں اگر کوئی ایسی صفت مانی جس سے نصوص قطعیہ کی تکذیب ہو تو یہ کفر ہوگا۔ مثلا جسے نبوت ورسالت حاصل نہیں اسے نبی یا رسول مانا، یا اس کے لیے وحی نبوت کا قائل ہوا تو یہ کفر ہوگا۔

اہل سنت کا عقیدہ یہاں بالکل واضح اور دوٹوک ہے۔ اللہ کی طرح کسی کے لیے بھی اگر کوئی یہ مانتا ہے کہ اسے خدا کے دیے بغیر اپنی ذات سے کوئی قدرت یا کمال حاصل ہے تو وہ مشرک ہے۔ خواہ انسان کے لیے مانے یا جن وملائکہ کے لیے یا حیوانات

وجمادات کے لیے۔ خواہ ایک ذرے اور پتے کو حرکت دینے کی معمولی قوت ماننے یا آسمان وزمین کو زیروزبر کرنے کی غیر معمولی قوت مانے۔ خواہ زندہ کے لیے وہ قوت مانے یا وفات یافتہ کے لیے۔ بہر حال وہ مشرک ہے۔

اور اگر کوئی شخص اللہ کی عطا سے کسی کے اندر طاقت وقوت مانتا ہے تو وہ مشرک نہیں خواہ مردہ کو زندہ کرنے، مادرزاد اندھے کو شفا دینے، چھپی چیزوں کی خبر دینے کی قوت مانے یا زمین وآسمان، شمس وقمر، ستاروں، سیاروں، بحر وبر، شجر وحجر وغیرہ سب کا نظام چلانے اور سب میں تصرف کرنے کی طاقت مانے جیسے: "مدبّراتِ اَمر" فرشتوں کے لیے یہ قدرت ہم قرآن سے ثابت مانتے ہیں۔

اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ بندے میں اتنی زیادہ قدرت مان کر بندے کو خدا کے برابر کر دیا تو یہ اس کی سخت جہالت ہے۔ اس نے خدا کی قدرت زمین وآسمان کے درمیان محدود سمجھی جب کہ اللہ کی قدرت غیر متناہی اور لامحدود ہے۔ بندے کی قدرت عطائی ہے، خدا کی قدرت ذاتی۔ بندے کی ہر صفت بلکہ اس کی ذات بھی حادث ہے خدا کی ذات و صفت قدیم ہے۔ بندے کی صفت اور ذات جائز الفنا ہے خدا کی ذات وصفت واجب البقا۔ ایسے زبردست فرق ہوتے ہوئے بندے کی قدرت کو خدا کی قدرت کے برابر وہی کہہ سکتا ہے جس کو علم اور عقل سے مس نہ ہو یا جو خدا کی قدرت وعظمت سے بالکل جاہل اور نا آشنا ہو۔

اب ہم یہاں بندوں کو بعطائے الٰہی مافوق الفطرۃ اور خارق عادت قوت حاصل ہونے کے کچھ دلائل پیش کرتے ہیں تا کہ بات تشنہ نہ رہے۔

(۱) قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول مذکور ہے۔:

"اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْؕ " (آل عمران: پ۳، آیت ۴۹)

''میں تمھارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو فوراً وہ پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے، اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے، اور تمھیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔''

پرندے کو پیدا کرنا، مادرزاد اندھے کو شفا دینا، برص والے کو ٹھیک کرنا، مُردوں کو زندہ کرنا اور غیب کی خبریں دینا یہ سب غیر معمولی اور خارقِ عادت امور ہیں اور سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کو حاصل ہیں۔

امام بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی، عُقیلی، ابن نجّار، ابن عساکر اور ابو القاسم اصبہانی نے عمّار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا:

قال سمعتُ رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: إنّ الله تعالى مَلَكًا أعطاه أسماعَ الخلائق (زاد الطبراني) قائم على قبري (زاد: إلى يوم القيامة) فما من أحد يصلّي عليّ صلاة إلّا أبلغنيها.

''انھوں کہا کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کا ایک فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی باتیں سننے کی قوت بخشی ہے وہ قیامت تک میری قبر کے پاس کھڑا رہے گا اور جو بھی مجھ پر درود بھیجے گا وہ مجھ پر پیش کرے گا۔''

علامہ زُرقانی نے ''شرح مواہب'' میں اور علامہ مُناوی نے ''شرح جامع صغیر'' میں فرمایا کہ ''اللہ نے اُس فرشتے کو مخلوق کی آواز سننے کا حاسّہ یعنی ایسی قوت عطا فرمائی ہے کہ وہ جن وانس وغیرہ میں سے ہر مخلوق کی بات سننے پر قادر ہے'' اور مُناوی نے اتنا اور زیادہ کیا ہے ''چاہے جس جگہ بھی ہو''۔

مخلوق کے لیے اِس طرح کی قوت کا ثابت کرنا وہابیہ کے نزدیک شرک ہے تو اُن کے گمان کے مطابق اللہ و رسول، روایت کرنے والے صحابی و محدثین، شرح کرنے والے علما و مفسرین سب کے سب ایک مخلوق میں اُس قوت کا اعتقاد رکھنے کے سبب شرک

کے مرتکب ہوئے۔

② حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعے میں مذکور ہے:

قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَ اِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۚ (النمل آیت ۳۸ تا ۴۰)

ترجمہ: ''سلیمان نے فرمایا، اے درباریو! تم میں کون ہے جو اُس کا تخت میرے پاس لے آئے، قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں۔ ایک بڑا خبیث جن بولا کہ میں وہ تخت حضور میں حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ حضور اجلاس برخاست کریں اور میں بے شک اس پر قوت والا امانت دار ہوں۔ اس نے عرض کیا جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کروں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔ پھر جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا، کہا کہ یہ رب کے فضل سے ہے۔''

چشم زدن میں تخت بلقیس کو شہر سبا سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس لانے والے حضرت آصف بن برخیا تھے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابی اور ان کے وزیر تھے۔ ایک عظیم تخت کو سبا سے شام تک چشم زدن میں حاضر کر دینا یقیناً ما فوق الفطرۃ اور خارق عادت امر ہے۔ اور یہ قوت ایک مقبول بندے کو حاصل ہے۔

③ آج ایک سے ایک آلات اور مشینوں کی ایجاد ہو چکی ہے مگر کوئی ایسا آلہ نہیں جس سے چیونٹی کے چلنے کی آہٹ اور چیونٹی کی آواز سنی جا سکے۔ چیونٹی کی زبان سمجھنا تو بہت دور کی بات ہے۔ بالفرض کوئی ایسا ترقی یافتہ آلہ تیار ہو جائے جس سے چیونٹی کی آہٹ سن لی جائے پھر بھی کوئی ایسا آلہ متصور نہیں جس سے اس کی زبان سمجھی جا سکے۔ زور زور سے چیخنے چلانے والے چرند و پرند موجود ہیں جن کی آوازیں ہم شب و روز سنتے رہتے ہیں مگر کوئی ایسا آلہ ایجاد نہ ہو سکا جو ان کی زبان سے آشنا کرا سکے۔ مختصر یہ کہ چیونٹی

کی آواز سننا عام انسانوں کے لیے مافوق الفطرۃ اور عادۃً محال ہے مگر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے یہ قوت بلکہ اس کی زبان سمجھنے کی بھی صلاحیت بعطاے الٰہی حاصل ہے۔ جیسے انھیں پرندوں کی زبان سمجھنے اور ہوا پر حکم رانی کی قوت حاصل ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

"حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ ۙ وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۸ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا" (نمل، س ۲۷، آیت ۱۸۔۱۹)

"یہاں تک کہ جب (سلیمان اور ان کے لشکر) چیونٹیوں کی وادی کے پاس آئے ایک چیونٹی بولی: اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں چلی جاؤ۔ تمھیں کچل نہ ڈالیں سلیمان اور ان کے لشکر بے خبری میں۔ تو وہ اس کی بات سے مسکرا کر ہنسا۔"

حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کی دوری سے نہ صرف یہ کہ چیونٹی کی آواز سنی بلکہ اس کی بات بھی سمجھی اور رب کی نعمت کا شکر بھی ادا کیا جیسا کہ اسی آیت میں آگے ذکر ہے۔

واضح رہے کہ اہل سنت کے نزدیک سرکش جنوں اور انسانوں کے سوا کائنات کی ہر شی ربِّ جلیل پر ایمان رکھتی ہے اور اس کی تسبیح کرتی ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ؕ

(اسرا، س ۱۷، ت ۴۴)

"ہر چیز اس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتی ہے مگر تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔"

"تسبیحھم" میں "ھم" جمع عاقل کی ضمیر سے ہر چیز کا صاحب عقل و معرفت ہونا بھی ظاہر فرما دیا۔

اسی طرح ہر چیز کا ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت پر بھی ایمان ہے اور وہ ساری خلقت اور سارے جہانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے۔ قرآن میں ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

(فرقان، س ۲۵، پہلی آیت)

"بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ سارے جہانوں کو ڈرسنانے والا ہو۔"

مسلم شریف کی حدیث صحیح میں ہے: "أرسلت إلى الخلق كافة" میں ساری مخلوق کی جانب رسول بنا کر بھیجا گیا۔

حضرت یعلیٰ بن مُرّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طبرانی وغیرہ کی روایت ہے۔ سرکار فرماتے ہیں:

"ما من شيء إلا يعلم أني رسول الله إلا مَرَدَةَ الجن والإنس."

"ہر چیز یہ جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں مگر سرکش جن وانس"۔ صدق الله جلّ جلاله ورسوله صلى الله تعالى عليه وسلم

④ اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے "یُدَبِّرُ الْاَمْرَ" (سورہ رعد، آیت ۲)

"وہ امر کی تدبیر فرماتا ہے"۔

مگر فرشتوں کے لیے بھی اس نے یہ صفت ثابت کی ہے۔ ارشاد ہے:

"فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا" (نازعات: آیت ۵) پھر کام کی تدبیر کرنے والے۔

تدبیر امر کے تحت زمین وآسمان کے سارے کام آتے ہیں۔ بندوں کے لیے نظام عالم کی تدبیر کا اثبات خود قرآن کریم میں موجود ہے۔

اس آیت کی ایک دوسری توجیہ بھی ہے اور قرآن متعدد معانی والا ہے جیسا کہ ابو نُعیم نے بہ واسطۂ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے اور ائمۂ کرام ہمیشہ اُس سے اُس کے معانی پر استدلال کرتے رہے ہیں اور یہ قرآن کے عظیم وجوہِ اعجاز سے ہے۔ علامہ بیضاوی نے سورۂ "والنازعات" میں ذکر کردہ صفات کی ایک دوسری توجیہ کرتے ہوئے فرمایا:

أو صفات النفوس الفاضلة حال المفارقة فإنها تنزع عن الأبدان غرقًا أی نزعا شدیدًا من إغراق النازع فی القوس ـ فتنشط إلی عالم الملكوت و تسبح فیه فتسبق إلی حظائر القدس فتصیر لشرفها و قوّتها من المدبرات.

ترجمہ: یا یہ صفات نفوس فاضلہ کی ہیں۔ بدن سے جدائی کے وقت- کہ یہ روحیں بہت زیادہ سختی کے ساتھ جسموں سے کھینچی جاتی ہیں۔ یہ ''اِغراق النازع فی القوس'' سے ماخوذ ہے (اس میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ ''غرقا'' اِغراق کا مصدر ہے بحذفِ زوائد) پھر وہ روحیں عالم ملکوت کی جانب روانہ ہوتی ہیں اور فضاے بسیط میں تیرتے ہوئے حظائرِ قدس کی طرف تیزی سے پرواز کرتی ہیں پھر اپنے شرف اور قوت کے باعث مدبرات امر سے ہوجاتی ہیں۔

نسب، علم اور طریقت میں شاہ اسماعیل دہلوی کے جدامجد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فرمایا:

فإذا مات انقطعت العلاقات و رجع إلی مزاجه فیلتحق بالملائكة و صار منهم و أُلهِمَ كإلهامهم، و یسعی فیما یسعون و رُبّما اشتغل هولاء بإعلاء كلمة الله ، و نصرِ حزب الله و رُبّما كان لهم لمّةٌ خیر بابن آدم، و ربّما اشتهی بعضهم إلی صورة جسدیة اشتیاقًا شدیدًا، ناشئًا من أصل جبلّته فخرج ذلك بابا من المثال ، و اختلطت به قوّة منه بالنسمة الهوائیّة، و صار كالجسد النوراني، و ربما اشتاق بعضهم إلی مطعوم و نحوه فأمِدّ فیما اشتهی قضاءً لشوقها. (حجة الله البالغة تصنیف شاہ ولی الله دهلوی)

ترجمہ: جب موت آتی ہے تو روح کا تعلق جسم سے منقطع ہو جاتا ہے اور وہ اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتی ہے پھر فرشتوں کے ساتھ لاحق ہوکر انھیں میں سے ہوجاتی ہے

اور فرشتوں کی طرح الہام اور اُن کے کاموں میں کوشش کرتی ہے۔ بسا اوقات یہ روحیں اِعلائے کلمۃ اللہ میں مشغول ہوتی ہیں اور اللہ کی جماعت کی مدد کرتی ہیں اور بسا اوقات اُن کا آدمی سے بہتر تعلق ہوتا ہے اور بعض روحوں کو جسمانی صورت کا بڑا شوق ہوتا ہے یہ ایسا شوق ہے جو اُن کی اصل سرشت سے نکلتا ہے تو یہ ایک مثالی جسم بنالیتا ہے۔ اور اُس کے ساتھ ہوائی جان کے باعث ایک قوت مختلط ہو جاتی ہے اور وہ ایک نورانی جسم کی طرح ہو جاتا ہے اور بعض روحیں بسا اوقات کھانے وغیرہ کی خواہش کرتی ہیں تو اُن کی خواہش کی تکمیل کے لیے اُن کی مدد کی جاتی ہے۔

⑤ موت دینا اللہ کی صفت ہے۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا (زمر،پ ۳۹۔آیت ۴۲)

اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت۔

مگر قرآن ہی میں یہ صفت ملک الموت کے لیے ثابت کی گئی ہے۔ ارشاد ہے:

قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ (سجدہ،پ ۳۲۔آیت ۱۱)

تم فرماؤ تمھیں موت دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔

⑥ کسی کو بیٹا، بیٹی دینا اللہ کی صفت ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ (شوریٰ۔پ ۴۲، آیت ۴۹)

"(اللہ) جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے"۔

مگر حضرت جبریل علیہ السلام نے بیٹا دینے کی نسبت خود اپنی طرف کی۔ قرآن میں ہے:

اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ (مریم،پ ۱۹۔ت ۱۹)

"میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں" بتائیں کیا حضرت جبریل علیہ السلام اپنی جانب یہ نسبت کر کے معاذ اللہ مشرک ہو گئے؟ اور قرآن نے ان کے شرک کو بلا انکار برقرار رکھا؟۔

⑦ کسی مسلمان نے اگر مقبولان بارگاہ کی جانب کسی قدرت واختیار کی نسبت کی تو فورًا اس پر شرک کا حکم لگا دیتے ہیں مگر قرآن میں غنی کرنے، نعمت دینے اور عطا کرنے کی نسبت اللہ اور رسول دونوں کی طرف کی گئی ہے۔ کیا یہ شرک ہے جو خود رب العزت کے کلام میں موجود ہے؟ دیکھیے اگلی آیات:

[الف] وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ (التوبہ-۷۴)

''اور انھیں کیا بُرا لگا یہی نا کہ اللہ ورسول نے انھیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔''

[ب] وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ (التوبہ-۵۹)

''اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اُس پر راضی ہوتے جو اللہ ورسول نے اُن کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے۔ اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اُس کا رسول، ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے۔''

[ج] اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ (الاحزاب-۳۷)

''جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے اُسے نعمت دی''۔

رہا وہابیہ کا یہ گمان کہ انبیا بعدِ وفات جماد اور پتھر کے مثل ہو گئے اور اُن کے لیے سننے، سمجھنے، نصرت واعانت اور چلنے پھرنے کی قوت باقی نہیں رہی تو یہ سارا گمان نصوص صریحہ کے سراسر خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شہدا کی شان میں ارشاد فرمایا جب کہ وہ انبیا سے درجے میں کم ہیں:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

(سورۂ بقرہ، آیت ۱۵۴)

''اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انھیں مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمھیں خبر نہیں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

یُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِیْنَ (آل عمران، آیت ۱۶۹، ۱۷۰)

''اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انھیں مُردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں شاد ہیں۔''

تو اگر یہ لوگ (شہدا) جماد اور پتھر ہیں تو آیت میں مذکور حیات، رزق اور فرح کے کیا معنی ہیں؟

صحیح احادیث میں مسلمان مُردوں کو سلام کرنے کا حکم دیا جانا ثابت ہے تو اگر اُن کو سننے اور سمجھنے کی قوت حاصل نہیں تو اس حکم سے کیا مراد ہے؟ معراج کی احادیث میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیت المقدس میں انبیا کی امامت فرمائی پھر اُن سے آسمانوں میں ملاقاتیں ہوئیں۔ تو (کہیے) بیت المقدس میں امامت اور آسمان میں ملاقات کرنے کا کیا مطلب؟ کیا نبی کریم ﷺ نے مُردوں اور پتھروں کی امامت فرمائی تھی اور اُنھیں سے آسمانوں میں ملاقاتیں کی تھیں؟ یا زندوں کی امامت فرمائی تھی جو بااختیار ہیں اور عالم ملکوت میں چلنے پھرنے کی ایسی عظیم قوت رکھنے والے ہیں کہ کسی وقت وہ روے زمین پر رہیں اور دوسرے لمحے آسمان کی بلندیوں میں سیر کریں۔ اور اس کا کیا مطلب ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے نبی علیہ السلام سے ملاقات کی اور رات دن میں پچاس وقت کی نماز کے حکم میں تخفیف کرانے کا مطالبہ کیا۔ اگر (معاذ اللہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام مردہ ہیں تو ملاقات کیسی؟ اور سوال کیسا؟ اور اگر رسول اللہ ﷺ امت کے لیے سفارش کرنے اور امر الٰہی میں گفتگو کرنے پر قادر نہیں تو کیسے آپ نے امت کی خاطر تخفیف صلاۃ کی سفارش کی اور اس معاملے میں بار بار اپنے رب سے مراجعت کی یہاں تک کہ پچاس میں سے صرف پانچ نمازیں باقی رہ گئیں۔ کیا بخاری و مسلم کی احادیث اور دیگر کتب صحاح و حِسان سب اساطیر الاولین، اگلوں کی بے سروپا داستانیں ہیں جن کو بیان کرکے محدثین نے کھلواڑ کیا ہے؟ جیسا کہ فرقۂ اہل قرآن کا خیال ہے۔ کوئی مسلمان اُن بے شمار حدیثوں کو رد کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ جیسے اِس

بات کی جرأت نہیں کرسکتا کہ دورِ صحابہ سے لے کر آج تک کی تمام امت مسلمہ کو مشرک، کافر اور ایمان و شرک کے معنی سے بے خبر کہے۔ ہاں وہابیہ دین پر، صحابہ پر اور عام مسلمانوں پر بلکہ انبیا و رسل پر حتیٰ کہ اللہ جلّ جلالہٗ پر بڑے جری اور دلیر ہیں۔ لہٰذا اُن سے بعید نہیں کہ تمام مخلوق کو بلکہ خود خالق کو بھی مشرک شمار کریں۔ و إلى الله المشتكى۔ (اور اللہ ہی کی بارگاہ میں شکایت ہے)۔

میں مختصر کلام کرنا چاہتا تھا مگر سلسلہ دراز ہوتا گیا۔ علماے اہل سنت کی کتابوں میں مزید تفصیلی بحثیں موجود ہیں۔ میں نے ”حدوث الفتن و جهاد أعيان السنن“ (۱۴۲۱ھ) میں بھی کچھ دلائل و ابحاث ذکر کیے ہیں۔ یہ کتاب ہندوستان میں رضا اکیڈمی ممبئی اور المجمع الاسلامی مبارک پور سے شائع ہو چکی ہے۔ مصر، بیروت اور یمن کے متعدد اداروں سے بھی اس کے کئی اڈیشن منظر عام پر آچکے ہیں۔ مولانا عبدالغفار اعظمی مصباحی نے اس کا اردو ترجمہ بھی کیا ہے جس کا نام ہے ”فتنوں کا ظہور اور اہل حق کا جہاد“ یہ ترجمہ بھی المجمع الاسلامی مبارک پور سے کئی بار شائع ہو چکا ہے۔ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

محمد احمد مصباحی

۲۹ ررمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

۱۹ راگست ۲۰۱۲ء

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں
ایک مقبول بارگاہ اور دل آویز قصیدہ مع شرحِ فارسی

قصیدہ : اِکسیرِ اعظم
۱۳۰۲ھ

شرحِ فارسی : مُجیرِ مُعظّم
۱۳۰۳ھ

متن و شرح از:
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قُدِّسَ سرّہ
ولادت: ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء —— وصال: ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء

مجیر معظم تقریباً ۱۳۰ر سال کے بعد پہلی بار منظر عام پر آرہی ہے

باہتمام
المجمع الاسلامی مبارک پور و رضا اکیڈمی ممبئی
اشاعت اول صفر ۱۴۳۴ھ / دسمبر ۲۰۱۲ء

اِکسیراعظم

۱۳۰۲ھ

قصيدة مجيدة مقبولة إن شاء الله تعالىٰ في منقبة
سيدنا الغوث الأعظم -رضي الله تعالىٰ عنه-

مطلع تشبیب و ذکر عاشق شدن حبیب

۱- اے کہ صد جاں بستہ در ہر گوشۂ داماں توئی
دامن افشانی و جاں بارد چرا بے جاں توئی

۲- آں کدامیں سنگ دل عیارۂ خوں خوارۂ
کز غمش باجان نازک در تپ ہجراں توئی

۳- سروِ ناز خویشتن را بر کہ قمری کردۂ
عندلیب کیستی چوں خود گلِ خنداں توئی

مجیر معظم شرح قصیدہ اکسیراعظم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد لله الذي شكره إكسير أعظم، و ذكره مجير معظّم، والصلاة و السلام على عبد القادر المقتدر، غوث الأوائل و الأواخر، هذا النبي المبعوث برحمته، و آله و صحبه و عرفاء أمته، لا سيما على من هو في الأولياء كجده الكريم في الأنبياء - عليه و عليهم التحية والثناء - أو كأبي بكر الصديق في الصحابة، أو عليّ

۴- ہم رخاں آئینہ داری ہم لباں شکر شکن
خود بخود در نغمہ آئی باز خود حیراں توئی

۵- جوے خوں نرگس چہ ریزد گر بچشماں نرگسی
بوے خوں از گل چہ خیزد گر بہ تن ریحاں توئی

۶- آں حسینستی کہ جانِ حسن می نازد بتو
می ندانم از چہ مرگِ عاشقی جویاں توئی

۷- نو غزالِ کمسنِ من سوے ویراں می رمی
ہیچ ویرانہ بود جائیکہ در جولاں توئی

المرتضیٰ في ذوي القرابة، - أمطر عليهم الرضوان سحابه، السيّاف القتّال، سلّاب الأحوال، ماطر العطايا، ساتر الخطايا، وارث جده، فى مجده و جده، إمام الأئمة، مالك الأزمة، كاشف الغمة، نافع الأمة، المتصرف في الأكوان، المشرف على الأكنان، حامي المريدين، في الدنيا والدين، واهب الأيادي، حتى للأعادي، المعطي المانع، المؤتي النازع، منّاح النعم، منّاع النقم، كنز الفقراء، حرز الضعفاء، رادّ القضا، بإذن من قضیٰ، كريم الطرفين، عظيم الشرفين، مجمع الطريقين، مرجع الفريقين، حامي السنة، ماحي الفتنة، عين الإنسان، إنسان الأعيان، الطالب المطلوب، المحب المحبوب، ذي العز و الكرامة، والسودد والزعامة، والسبق والإمامة، والسير والإقامة، في فناء الفناء، و بقاع البقاء، و حضرة الإنس، و حظيرة القدس، مُحيّيا السلام، مُحيِي الإسلام، ملاذنا، و معاذنا، و غوثنا، و غيثنا، و ملجأنا و مأوينا، وسيدنا ومولينا، الفرد الصمداني، القطب

۸- سینہ حُسن آباد شد ترسم نمانی در دِلم
زانکہ از وحشت رسیدہ در دلِ ویراں توئی

۹- سوختم من سوختم اے تاب حسنت شعلہ خیز
آتشت در جاں بیازد خود چرا سوزاں توئی

۱۰- ایں چنینی اے کہ ماہت زیرِ ابرِ عاشقی ست
آہ اگر بے پردہ روزے بر سرِ لمعاں توئی

الرباني، أبي محمد عبد القادر الحسني الحسيني الجيلاني - رضي الله تعالیٰ عنه و أرضاه - وجعل حرزنا في الدارين رضاه، و علينا معهم، و بهم و لهم، يا أرحم الراحمين. آمين آمين.

اما بعد می گوید گدائے سرکار غوثیہ، سگ کوے قادریہ، عبد المصطفیٰ، احمد رضا، محمدی سنی حنفی قادری برکاتی / بریلوی -حشرہ اللہ، فی کلاب مولاہ- کہ من فقیر بماہ مبارک ربیع الآخر ۱۳۰۲ ہجریہ از بریلی بقصد زیارت، سراپا طہارت، حضور، پرنور، ذی الفضل الشامخ، سلطان المشائخ محبوب الٰہی -علیہ الرضوان الغیر المتناہی- شدّ الرحال کردہ خاک بوس حضرت غیاث پور شدم- وپس از سہ روز معاودت نمودہ در شاہجہان آباد دہلی پہلوے عزیمت بر بستر اقامت زدم، دوسال پیش ازیں کثرت مطالعہ بچشم راستم ضعفے رسانده بود، خاطر گفت کہ بچشم شفا وصفاے چشم رجوع باطبا بچشم می تواں نمود۔ گفتم بچشم۔ اما تا چہل روز کوہے کافتم، وکاہے نیافتم، روے بسوے فضل راسخ سلطان المشائخ -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- آوردم- واز سرشوق بیتے چند بمدح خدامش انشا کردم۔

شبانگاہ کہ سر ببالین می نہم، خوابم می برد، وبکدامیں باب و جنابم می برد، رنگین مکانے، جنت نشانے، جنوبش مسجد وشمالش آستانے، چوں ہمرہ بخت رسا رسیدم، دراں

۱۱- سینہ گر بر سینہ ام مالی غمت چینم مگر
دانم اینہم از غرض دانی کہ بس ناداں توئی

۱۲- ماہِ من مہ بندہ اُت مہ را چہ مانی کایں چنیں
سینہ وقفِ داغ و بے خواب سرگرداں توئی

حظیرہ سہ تربت دیدم، بسمت قبلہ مزار با امتیاز، حضرت کارساز، **خواجۂ غریب نواز**، سلطان الہند وارث النبی، قدس سرہ العلی، و پس او بفصل ذراعے، منزل ماہے مہر التماعے، کالشّمس وضحاہا، والقمر اذا تلاہا یعنی مبارک مرقد برکات مشہد، واہب الدرکات، صاحب البرکات، سیدنا **شاہ برکت اللہ** مارہروی - روح روحہ الملک القوی - و بر پشت او قبرے دگر کہ نشناختم۔

پاے از سرِ ارادت ساختم، چوں رسیدن رنگ آرمیدن بست، دیدم نخست مزار خواجۂ بزرگ ست پائیں می نشینم و چہ می بینم کہ سقف مرقد چاک می شود و حضرت خواجہ بالایش رو بقبلہ آسودہ، و چشم مبارک باز نمودہ قوی تناور دراز قامت، احمر اللون بافر و شہامت، واسع العینین، دوموبہ محاسن، مبرا از شین، جامع المحاسن، بیخود شافتم و برخود بالیدم، وخاک پاک کہ درانشقاق برآمد بررو و چشم خویش مالیدم، باز بر خوبی قسمت ناز کردم، و قراءت سورۂ کہف آغاز، بدر مسجد مجاورے چند بر قراءتم سرکہ پیشانی می شوند کہ وقت نماز ست، وایں کس را درِ تلاوت باز، با خود گفتم کہ سبحٰن اللہ بندۂ پیش خواجۂ در تلاوت قرآن ست، بر دل ایناں چرا گران ست، بجز دخطور ایں خطرہ، حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ، لب بہ تبسم شیریں می نمایند، وگوئیا مرا اشارہ می فرمایند کہ ہین بخواں وہان اے فقیر، از گفتۂ ایشاں حسابے مگیر، حلاوت ایں کار، تلخی انکار آں ترشرویان کہ بود، از دلم بر بود۔ حالا از یادم رفتہ است کہ تا ایں آیت رسیدم کہ رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً وَّهَيِّئۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا

۱۳- عالمے کُشتہ بناز، ایں جا چہ ماندی در نیاز
کار فرما فتنہ را آخر ہماں فتّاں توئی

۱۴- دام کاکُل بہر آں صیّادِ خود ہم می کشا
یا ہمیں مشتِ پَرِ مارا بلائے جاں توئی

رَشَدًا ﴿۱۰﴾ [کہف-آیت نمبر ۱۰] یا ایں آیت کہ یَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾ [کہف آیت نمبر ۱۶] کہ چشم باز شد و آں درفراز۔

بحمد اللہ ایں خواب دیدن ہماں بود، و بمرض تخفیف بیّن رسیدن ہماں۔ گفتم کہ ایں نعمت ببرکت مالش آں پاک تربت ست، و از حضرت خواجہ ایں بندہ نوازی بدولت مدحت جناب محبوبیت۔ دلم جوشید، و آہنگے کشید کہ یاھٰذا بچشم دیدی و برچشم آزمودی، سنگے باشی اگر یقین نیفزودی، ہلّا بیا کہ طرح مدح اہم اندازیم، و جان برخاک کوے غوثیت بازیم۔ دراسرع اوقات ایں قصیدۂ مبارکہ کہ جان برادر **حسن رضا خان حسن** -صین عن المحن- بنام تاریخی **اکسیر اعظم** (۱۳۰۲ھ) موسومش نمود، درِ فرحت بررویم کشود۔ از درگاہ بیکس پناہ، قادریت جاہ، علیہ رضوان اللہ حسن قبول مسئول و مامول۔ ع وللارض من کاس الکرام نصیب۔

برادرا! من ہرزہ درا ہرگز فن شعر نیاموختہ ام، و سرمایۂ شاعری نیندوختہ، نہ بشعرا سازم، نہ مشاعرہ بازم، نہ دماغ آنم کہ از کارہاے خود بایںہا پردازم، نہ زنہار دریں فن داغ شاگردی دارم، آنچہ بزبان می آید بقلم می سپارم حاشا کہ مدۃ العمر خود غزلے نگفتم، نہ بپاے خیالے در پے غزالے غزل خواں رفتم، آرے گہ گاہ، شوق مدحت محبوبان الٰہ جلوہ میکند و بے زحمت فکر آں چہ خداے می خواہد سر بری زند، باز پرواے جمع آں ہم ندارم، بسا کہ براوراق پریشان نگارم، تا آں کہ چار بیاض از منظومات عربی و فارسی و اردو گم کردہ

۱۵- باغہا گشتم بجانِ تو کہ بے ما ناستی
یارب آں گل خود چہ گل باشد کہ بلبل ساں توئی

۱۶- من کہ می گریم سزاے من کہ رُویت دیدہ ام
تو کہ آئینہ نہ بینی از چہ رُو گریاں توئی

۱۷- یا مگر خود را بَرُوے خویش عاشق کردۂ
یا حسیں تر دیدۂ از خود کہ صیدِ آں توئی

گریز ربط آمیز بسوے مدح ذوق انگیز

۱۸- یا ہمانا پرتوے از شمعِ جیلاں بر تو تافت
کایں چنیں از تابش وتپ ہر دو با ساماں توئی

۱۹- آں شہے کاندر پناہش حسن وعشق آسودہ اند
ہر دو را ایما کہ شاہا ملجأ مایاں توئی

۲۰- حسن رنگش عشق بویش ہر دو بر رُویش نثار
ایں سرایۂ جاں توئی واں نغمہ زن جاناں توئی

ام، وفارغ از تلاش کہ آخر انشاء اللہ العزیز در نامۂ حسنات ایں کثیر السیآت ثبت ست از من نمی رود گو با من مباش۔ بالجملہ باں جایم، کہ خود می سرایم۔ **قطعہ**

نہ مرا نوش زتحسیں نہ مرا نیش زطعن ❀ نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوش ذمے
منم و کنج خمولے کہ نگنجد در وے ❀ جزمن و چند کتابے و دوات و قلمے

حالا باستدعاے بعض احباب/ - سلّمہم الملک الوھاب- ایں قصیدہ را شرحے مختصر ترتیب می دہم، و برطبق متن بغرض تاریخ **مجیر معظم** (۱۳۰۳ھ) نامش می نہم وماتوفیقی الا باللہ، وصلی اللہ علی الحبیب وآلہ اولی الجاہ۔

۲۱- عشق در نازِش کہ تا جاناں رسانیدم ترا(۱)
حُسن در بالِش کہ خود شاخے ز محبوباں توئی(۲)

۲۲- عشق گفتش سیّدا بر خیز و رُو بر خاک نِہ
حسن گفت از عرش بگزر پرتوِ یزداں توئی(۳)

---

(۱) **قلت:** عشق در نازش، الخ۔ **اقول:** مراد از بلبل ذات پاک ممدوح ست رضی اللہ تعالیٰ عنہ بمناسبت عشق، وخود در قصیدۂ بائیہ ارشاد فرمودہ اند: أنا بلبل الأفراح، ومراد بچمن مقام وصال، ومعلوم ست کہ وصل الٰہی بے دستیاری عشق دست ندہد۔

(۲) **قلت:** حسن در بالش، الخ۔ **اقول:** مراد بمحبوباں اہل بیت رسالت اند- علیہ و علیہم افضل الصلاۃ والتحیۃ - وحضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاخے ازیں گلزار ہمیشہ بہارست۔ یعنی حسن بجواب عشق ترقی کردہ می گوید کہ نہ ہمیں عاشقی، بلکہ خود محبوبی، وقرب ووصل تو نہ بجرد عشق ست بلکہ از راہ محبوبیت، آخر نہ ہمہ اولیا عشاق اند و بمقدار عشق در حضرت قرب بمقامے فائز اما ع آں جا کہ جاے نیست تو آنجا رسیدہ ای۔ یکے را تا درمقام ست ودیگرے را در دار آرام۔ اما غایت غایات ونہایت نہایات کہ عبارت از ''مخدع'' ست نصیبۂ ذات پاک تُست - رضی اللہ تعالیٰ عنک - چناں کہ تقریرش می آید انشاء اللہ تعالیٰ۔ ومناسبت لفظ ''بالش'' بمقام ترقی، وبالفظ ''شاخ'' پوشیدہ نیست۔

(۳) **قلت:** عشق گفتش سیدا، الخ۔ **اقول:** حاصل ایں بیت مضمون آں حدیث ست کہ ارشاد فرمودند صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: من تواضع للہ رفعه اللہ۔ ہر کہ فروتنی کند بہر خداے رفعت و بلندی بخشد او را خداے عز وجل۔ أخرجه أبو نعيم في الحلية عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه بسند حسن۔ وایں تلازم تواضع ورفعت بر سبیل تجدد غیر متناہی ست، یعنی لا تقف عند حدٍّ۔ ہر کرا بہرۂ از عشق خود بخشند لا جرم بسجدہ گراید، وروے بر خاک تذلل ساید۔ وایں معنی مورث محبوبیت

الالتفات الی الخطاب مع تقریر جامعیۃ الحسن والعشق

۲۳- سرورا جاں پرورا حیرانم اندر کار تو
حیرتم در تو فزوں بادا(۴) بسرِ پنہاں توئی(۵)

آید چناں کہ حضرت حق جل وعلا فرماید: لایزال عبدي یتقرّب إليّ بالنوافل حتی أحِبّه۔ می ماند بندۂ من کہ نزدیکی من بنوافل می جوید تا آں کہ دوست می دارم اورا۔/ رواہ عنہ نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، أخرجه الإمام البخاري في صحیحه عن ابي هريرة -رضي الله تعالیٰ عنه- بازعنایت ربانی کہ بحال ایں بندہ مبذول ست اورا بریں ترقی ورفعت سرے برداشتن وماومن راچیزے انگاشتن نمی گزارد بلکہ نظر براصل خویش وفضل مولیٰ، بیشتر از پیشتر می افتد، ومی خمد، واز خویشتن بینی می رمد، تا آں کہ اگر تواند خودرا بخاک برابر کند۔ ایں فزونی تواضع باز فزونی قرب می بارد، وشدت محبوبیت می آرد وہکذا الی ماشاء اللہ تعالیٰ تا آں کہ تن می رود وجان می شود، و"من" می رود و"آں" می ماند۔ چناں کہ حق تبارک وتعالیٰ در ہماں حدیث قدسی فرمود: فإذا أحببته كنت سمعه الذي يسمع به و بصره الذي يبصر به و يده التي يبطش بها و رجله التي يمشي بها۔ پس چوں دوست می دارم اورا، می شوم آں گوش او کہ باو می شنود، وآں چشم او کہ باو می بیند، وآں دست او کہ باو می گیرد، وآں پاے او کہ باو راہ می رود۔ سبحٰن اللہ۔ ع ورق درنوشتند وگم شد سبق - اینست معنی قولِ او" پرتو یزداں توئی"۔ سخن دراز ست ودرِ گفتن فراز ع گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش۔

۴ **قلت**: حیرتم درتو فزوں بادا، الخ۔ **اقول**: دعاے ترقی حیرت کرد کہ ایں جا حیرت عین معرفت ست۔ ہر چند خبرت بیش حیرت بیش "العجز عن الإدراك عين الإدراك" ایں نہ من گویم، آں گفتہ است کہ در ایمان وعرفان از ہمہ اولیاے

۲۴- سوزی افروزی گدازی بزم جاں روشن کنی
شب بپا استادہ گریاں با دلِ بریاں توئی(٦)

۲۵- گردِتو پرو انہا روے تو یکساں ہر طرف
روشنم شد کز ہمہ رُو شمعِ افروزاں توئی

۲٦- شہ کریم ست اے رضا در مدح سرکن مطلع
شکّرت بخشد اگر طوطیِ مدحت خواں توئی

اوّل مطالع المدح

۲۷- پیرِ پیراں میر میراں اے شہ جیلاں توئی
اُنسِ جانِ قدسیان وغوثِ اِنس وجاں توئی(۷)

اولین وآخرین گوے سبقت بردہ است اعنی ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۵ **قلت**: سرِپنہاں توئی، الخ۔ **اقول**: سیدنا فرمود -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- : أنا من وراء أمور الخلق، أنا من وراء عقولكم۔ منم ورائے کارہاے جہانیان، منم ورائے عقول شما۔ أخرجه الإمام الأجل نور الدين علي في بهجة الأسرار عن سيدي أبي الخضر قدس سرّهما، وحدیثے دیگر در شرح قول شانزدہم آید، انشاء اللہ تعالیٰ۔

٦ **قلت**: سوزی افروزی، الخ۔ **اقول**: ایں ہشت وجہ شبہ است میان شمع و حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ چاراز آنہا ناشی از عشق ست، سوختن، وگداختن، وشب بپاے خدمت استادن، وبادل بریاں گریاں بودن- وچار باقی مشعر بحسن- ولفظ ''رُو'' درقول او ''ہمہ رو'' بمعنی جہت ست۔ ولطافتش بعدقول او ''روے تو یکساں ہرطرف'' مثل لطافت ''روشنم شد'' روشن وآشکار۔

۷ **قلت**: انس جان قدسیاں، الخ۔ **اقول**: حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ

زیب مطلع

۲۸- سَر توئی سَرور توئی سَر را سر و ساماں توئی
جاں توئی جاناں توئی جاں را قرار جاں توئی

۲۹- ظلّ ذات کبریا(۸) وعکسِ حسن مصطفیٰ
مصطفیٰ خورشید و آں خورشید را لمعاں توئی

عنہ فرمودہ است: الإنس لهم مشايخ، والجن لهم مشايخ، و الملائكة لهم مشايخ، و أنا شيخ الكل۔ آدمیان را پیران اند، و پریان را پیران، وفرشتگان را پیران، ومن ہمہ را پیرم -صدقت، رضی اللہ تعالیٰ عنک- أورده الشيخ قدس سره في زبدة الأسرار۔

۸ قلت: ظل ذات کبریا۔ اقول: در حدیث حسن آمد: السلطان ظل الله في الأرض ۔بادشاہ سایۂ خداست درزمین۔

۱، ۲- أخرجه أبو الشيخ عن الصديق الأكبر و عن أنس، رضى الله تعالىٰ عنهما.

۳- و ابن النجار عن أبي هريرة، رضى الله تعالىٰ عنه.

۴-والطبراني والبيهقي عن نُفَيْع بن الحارث، رضى الله تعالىٰ عنه.

۵- و هذا و الحكيم و البزار و الديلمي عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما- بأسانيد شتى يقوّي بعضها بعضًا۔

وسیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلطان السلاطین ست، شاہ ابوالمعالی رحمہ اللہ در تحفۂ قادریہ می آرد: چوں سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ چیزے بر خلیفہ نوشتن خواستے رقم فرمودے کہ شاہ عبدالقادر ترا می فرماید وفرمانش برتو نافذ ست واوترا قدوہ است و برتو حجت۔ چوں خلیفہ فرمان والا دیدے بوسیدے وگفتے شیخ راست می فرماید۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳۰- مَن رَّآنی قَد رَأ الحق گر بگوئی می سزد
زانکه ماہِ طیبہ را آئینۂ تاباں توئی (۹)

۳۱- بارک اللہ نوبہارِ لالہ زارِ مصطفیٰ
وَہ چہ رنگ است ایں کہ رنگ روضۂ رضواں توئی

۳۲- جوشد از قدّ تو سرو و بارد از روے تو گل
خوش گلستانے کہ باشی طُرفہ سر و ستاں توئی

۳۳- آنکہ گویند "اولیا را ہست قدرت از اِلٰہ،
باز گردانند تیر از نیم راہ" ایناں توئی

۳۴- از تو میریم و زِییم و عیش جاویداں کنیم
جاں ستاں جاں بخش جاں پرور توئی وہاں توئی (۱۰)

۹ـــ قلت: من رآنی، الخ۔ اقول: درحدیث صحیح ست کہ مصطفیٰ فرمود -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم -: من رآني فقد رأى الحق، أخرجه أحمد والشیخان عن أبي قتادة ـ رضي اللہ تعالیٰ عنه ـ عرضہ می دارد کہ اگر چہ ایں مرتبۂ عالیہ شایان شان جناب/ مصطفیٰ ست صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ ہر کہ اورا دید حق را دید، اما ازاں جا کہ ذات پاک شما آئینۂ مصطفیٰ ست صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، و پر ظاہر کہ چوں صورت جمیلے در آئینہ جلوہ نما باشد ہر کہ بر آئینہ نگاہ کند لا محالہ طلعت آں صاحب جمال دیدہ باشد پس ناظر شما ناظر مصطفیٰ ست صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، و ناظر او بحکم حدیث بینندۂ حق، پس درست آمد کہ فرمائی " من رآني فقد رأى الحق "۔ بالجملہ آں جا ایں معنی اَصالۃً ست و ایں جا وَساطۃً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۰ـــ قلت: از تو میریم و زییم، الخ۔ اقول: بندہ چوں بریاضات و مجاہدات در تصفیۂ قلب و تزکیۂ خاطر می کوشد رحمت الٰہی عز جلالہ دستش گرفتہ بمقامے می رساند کہ غیر

۳۵- کہنہ جانے دادہ جانے چوں تو در بر یافتیم
وہ کہ ماں چنداں گرانیم وچنیں ارزاں توئی (۱۱)

۳۶- عالمِ امی چہ تعلیمے عجیبت کردہ است
لوحش اللہ برعلومت سِرّ و غائب داں توئی (۱۲)

خدا ہمہ از نظرش می افتد۔نمی بیند مگر خدائے را، ونمی داند مگر خدائے را،عزوجل وتبارک و تعالیٰ، تا آں کہ خود ذات او نیز از نگاہش گم می شود۔ایں مرتبہ را فنا فی اللہ نامند۔ باز بعنایت الٰہی وتربیت شیخ ظرف اورا وسعتے بس شگرف ارزانی دارند کہ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ۔آں گاہ باہمہ وبے ہمہ بودن می تواند، وباوجود ورود تجلیات عظیمہ ہوش و ادراک بجائے می ماند۔این ست اولین منزل از منازل ولایت کہ دل از یار معمور، واغیار از نظر مستور، اما تمیز من وتو بدستور۔ایں را مرتبۂ بقا باللہ خوانند۔ بعد ازیں ترقیات غیر متناہیہ است تا فیض ازلی کرا بخشد وتا کجا برد۔ایں را سیر فی اللہ گویند۔درجۂ **اولی** بمثابۂ مرگ ست کہ موتوا قبل أن تموتوا وبہ ہمیں سوے اشارتست از قول او''میریم'' وقول او''جاں ستاں'' و **دوم** در رنگ زندہ شدن پس از موت کہ اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وباو اشارہ است بلفظ''زِیْیم'' ولفظ''جاں بخش''۔ ومرتبۂ ثالثہ کہ ترقی حیات وتوالی برکات ست مقصود ست از کلمۂ''عیش جاویداں'' وکلمۂ''جاں پرور''۔ خلاصہ ایں کہ مریداں را ایں ہمہ مراتب ومناصب از فیض حضرت ممدوح دست می دہد۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۱ قلت: کہنہ جانے، الخ۔ **اقول**: اِنَّ اللهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ الآیہ۔از جان بگزرو جانان/ دریاب مَنْ قَتلَتْه محبّتي فَأنَا دِيَتُه۔پس بہائے جان لقائے جاناں، ولقائے جاناں بعوض جاں۔ایں چنداں گراں وآں چنیں ارزاں۔

۱۲ قلت: سِرّ و غائب داں توئی۔ **اقول**: حضرت ممدوح **فرمود**۔رضی اللہ

....

تعالیٰ عنہ- : و عزّۃ رَبّی کہ سُعَدا و اشقیا را بر من عرض می کنند۔ و پیوستہ چشم من نگراں ست در لوح محفوظ۔ من غواص دریائے علم و مشاہدۂ حقم۔ من حجۃ اللہ ام بر شما۔ من نائب پیغمبرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و وارث او برزمین۔

وفرمود رضی اللہ تعالیٰ عنہ: من ورائے امور خلقم و ورائے عقول شماام۔ جمیع مردان حق چوں بقضا و قدر می رسند امساک می کنند مگر من چوں بدان رسیدم بکشادند برائے من روزنے، پس درآمدم دراں۔ و نازعتُ أقدار الحق بالحق للحق۔ مرد ہمانست کہ منازع اقدار باشد نہ آں کہ ہمیں موافق ماند۔

گدائے سرکار قادریہ گوید ایں جا یاد باید کرد قول او سبحٰنہ وتعالیٰ: وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا و در ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم: يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿٧٤﴾، واز موسیٰ علیہ الصلاۃ والثنا: اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا و سید عالم خود سید عالم ست صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ بعد نزول وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ﴿٥﴾ فرمود: إذن لا أرضیٰ و واحد من أمّتي في النار [1] واللہ تعالیٰ أعلم.

وفرمود- رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سوگند بر شما کہ چوں کلام من شنوید صَدَقْتَ گوئید کہ من از یقینے سخن می گویم کہ دراں ہیچ شکے نیست۔ می گویانند آں گاہ می گویم، و می دہند پس بخش می کنم، و کار می فرمایند آں گاہ می کنم، تکذیب شما سخنان مرا زہرے ست قاتل مردین شما را و سبب ذہاب دنیا و آخرت شما، من سیافم من قتالم، شما پیش من در رنگ شیشہا می نمائید،

---

[1] أخرجه في مسند الفردوس عن علي كرم الله تعالیٰ وجهه مرفوعًا و شاهده عند أبي نعيم في الحلية موقوفًا و معلوم أن الموقوف في مثله مرفوع و ما زلّت به ههنا قدم المواهب ، رده عليه العلماء و عليك بشرح الزرقاني و سرور القلوب في ذكر المحبوب لسيدنا الوالد قدس سره الماجد . منه رضی الله تعالیٰ عنه

فی ترقیاتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۷- قبلہ گاہ جان و دل، پاکی زلوثِ آب و گل (۱۳)
رخت بالا بردہ از مقصورۂ ارکاں توئی

۳۸- شہسوارِ من چہ می تازی کہ در گامِ نخست
پاک بیروں تاختہ زیں ساکن و گرداں توئی

۳۹- تا پرے بخشودۂ از عرش بالا بودۂ
آں قوی پر باز اشہب صاحبِ طیراں توئی (۱۴)

می بینم آں چہ در دل شماست۔ علما ایں ہمہ کلمات را در تصانیف خود ہا، باسانید معتمدہ از حضرت قادریت روایت کردہ اند۔ فطوبی للمصدقین و تعسًا للمکذبین۔ **شعر**

و أقول یا شیخي صدقتَ و رَبِّنا
واللہ أنت الصادقُ المصدوقُ

۱۳ قلت: پاکی زلوث، الخ۔ **اقول:** لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۚ پاکان از آب و گل اندنہ در آب و گل۔ لوث رفتہ وغوث گشتہ۔ اجسادنا وارواحنا ازیں جاست کہ تن ایشاں کارے کند کہ روح دیگراں بکنہش نرسد، اینہا کہ گوئی خرق عادت ست، ترا خرق وایشان را عادت ست سبحٰن اللہ۔ کنتُ سمعه و بصره و یده و رجله، آب کو، وگل از کجا؟ اگر دانی، بخموش واگر ندانی مخروش۔

۱۴ قلت: آں قوی پر، الخ۔ **اقول:** باز اشہب آں کہ سیاہیش بسپیدی (باشد) و باز ایں رنگ خیلے قوی پَر باشد۔ حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ در قصیدۂ شریفہ فرماید **شعر:**

أنا/بلبلُ الأفراح، أملؤُ دَوْحَها طربًا وفي العلیاء باز اشهبُ

سیدی عقیل منجی قدس سرہ را گفتند: جوانے ست عجمی شریف فاطمی عبد القادر نام کہ

۴۰- سالہا شد زیر مہمیز ست اسپ سالکاں
تاعناں در دست گیری آں سوئے امکاں توئی (۱۵)

فی کونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرًّا لا یُدرَک

۴۱- ایں چہ شکل ست ایں کہ داری تو کہ ظلّے برتری
صورتے بگرفتہ بر اندازۂ اکواں توئی (۱۶)

در بغداد شہرت یافتہ است۔ فرمود او در آسمان مشہور تر ست ازاں کہ در زمین، جوانے ست والاقدر، در ملکوت اورا باز اشہب خوانند۔

۱۵ **قلت**: آں سوئے امکان۔ **اقول**: اے از خود فانی و بحق باقی چناں کہ در حدیث قدسی لا یزال عبدي بآں اشارتے رفت۔

۱۶ **قلت**: ایں چہ شکل ست، الخ۔ **اقول**: تعجب می کند و در تحیُّر می زند کہ ایں شکل کہ حضرت ممدوح راست بظاہر مشابہ اشکال ہمیں مردم ست، اما باطن پاک ارفع و اعلیٰ ست ازاں کہ دست و ہے بدامن ادراکش رسد، پس شاید کہ ذات پاک از جنس بشر نباشد بلکہ سایۂ الٰہی بہر ہدایت و موانستِ خلق صورتے بر اندازۂ بشر گرفتہ است کہ وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝ یا آئینۂ جمال ازلی ایں جانب روے کرد و بجہت صفا عکس مخلوق در وے پدیدار گشت پس نظر خطا می کند و گمان می برد کہ ایں شکل شکل آئینہ است و نہ آں چناں ست بلکہ عکسے از مقابلۂ خلق افتادہ است۔ باز بہ تنزل می گراید کہ اگر ایں ہمہ نباشد آخر کم نہ ازاں کہ از مجانست ایں مردم بالاتری، ما نا کہ نوع دگر را کہ ازیں نوع معہود اشرف و الطف ست ہم بشر نامیدہ باشند، یا اگر فی الواقع جناب ممدوح از ہمیں نوع ست پس ہزار عجب ازیں قوم کہ در وے مثل آں جناب پیدا شد۔

فرمود ممدوح - رضی اللہ تعالیٰ عنہ - اے اہل زمین شرقًا و غربًا و اے اہل آسمان حق جلّ و علا فرمودہ است: وَ يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ آفریند آں چہ شما ندانید۔ منم از آنہا کہ نمی دانید۔ أخرجه في البهجة عن الشيخين عثمان الصريفيني و عبد

۴۲- یا مگر آئینۂ از غیب ایں سو کردہ روے
عکس می جوشد نمایاں در نظر زیں ساں توئی

۴۳- یا مگر نوعے دگر را ہم بشر نامیدہ اند
یا تعالی اللہ از انساں گر ہمیں انساں توئی

فی جامعیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکمالات الظاہر والباطن

۴۴- شرع از رویت چکد عرفاں ز پہلویت دمد
ہم بہارِ ایں گل وہم ابرِ آں باراں توئی (۱۷)

۴۵- پردہ بر گیر از رُخت اے مہ کہ شرحِ ملّتی
رُخ بپوش اے جاں کہ رَمزِ باطنِ قرآں توئی (۱۸)

الحق الحریمي قدس سرھما۔ این ست کہ گفتہ بودم: ''فی کونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرًّ الایدرک''، سبحٰن اللہ چوں افلاکیان ندانند ایں خاکیان چہ خوانند۔

۱۷ قلت: شرع از رویت، الخ۔ **اقول**: لطافت ایں شعر و مناسبت شرع با ''رُو''، و عرفان بہ ''پہلو''، و شریعت بہ ''باراں'' کہ از آسمان آید و حیات بخشد، و معرفت بہ ''گل'' کہ از باران دمد و ثمرہ اش باشد، پیدا است۔

۱۸ قلت: رمز باطن قرآں۔ **اقول**: قرآن عظیم را ہفت بطن ست، ہر یکے از دیگرے نازک و باریک تر، علم ظاہر ہمیں بدرجۂ اولی رسد، آں ہم بتفاوت عظیم، و علوم اولیا تا سہ درجہ، / و درینہا شدۂ و شدنی ہمہ مندرج ست کہ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾

ازیں جاست کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماید اگر مارا رسن پارۂ گم می شود از قرآن می جوئیم، یعنی قرآن خبر می دہد کہ آں جاست۔ و از علم ہمیں درجات ست کہ علی فرمود۔ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔ اگر خواہم از تفسیر فاتحہ ہفتاد شتر بار کنم، و نہایت ایں

۴٦- ہم توئی قطب جنوب و ہم توئی قطب شمال
نے غلط کردم (۱۹) محیطِ عالمِ عرفاں توئی (۲۰)

درجات علم ابی بکر صدیق ست۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ و كان أبو بكر أعلمنا [1]، بعد اینہا چہار درجۂ دگرست کہ آں جا در ماند عالم وگم شد علوم، جز علم خدا و رسول او، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ودر يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۸﴾ رمزے کہ نہانست سید ما از اں ست رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۹ **قلت**: نے غلط کردم، الخ۔ **اقول**: از سیدنا می آرند کہ فرمود رضی اللہ تعالیٰ عنہ: **نظم**

قالت الأولياء جمعا بعزم — أنت قطب على جميع الأنام
قلت كفُّوا ثم اسمعوا نصّ قولي — إنما القطب خادمي وغلامي
كل قطب يطوف بالبيت سبعا — و أنا البيت طائف بخيامي

ہمہ اولیا بجزم گفتند تو بر تمام مخلوق قطبی، گفتم توقف کنید باز سخن صریحم بشنوید، قطب نباشد مگر مرا خادمے وغلامے، ہر قطب ہفت کرّت بخانۂ کعبہ طواف کند، ومن آنم کہ خانۂ کعبہ گرد خیمہاے من طواف می آرد۔ كذا نقلوا۔ وشک نیست کہ او ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ہم قطب الوری ست وہم از قطبیت ارفع و اعلیٰ چناں کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم صدیق اکبرست وہم از صدیقیت بالا و برتر۔ كما صرح به الإمام الأجل محی الدين ابن العربي قدس سره۔

۲۰ **قلت**: محیط عالم عرفاں توئی۔ **اقول**: سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشایخ انس وجن وملک را یاد کردہ می فرماید: بيني و بين مشايخ الخلق كلهم بعد ما بين السماء و الأرض، لا تقيسوني بأحد، و لا تقيسوا علي أحداً۔

[1] رواه البخاري وغيره عن بُسر بن سعيد عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه. منه رحمه الله تعالى۔

۴۷- ثابت و سیارہ ہم در تست و عرش اعظمی
اہلِ تمکیں اہلِ تلویں جملہ را سلطاں توئی (۲۱)

فی ارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن الانبیاء والخلفاء ونیابتہ لہم

۴۸- مصطفےٰ ﷺ سلطانِ اعلیٰ جاہ و در سرکارِ اُو
ناظم ذو القدر بالا دست والا شاں توئی

۴۹- اقتدارِ کن مکن حق مصطفےٰ را دادہ است (۲۲)
زیرِ تختِ مصطفےٰ ﷺ بر کرسیِ دیواں توئی

''میان من و مشائخ ہمہ مخلوقات فرق آسمان و زمین ست۔ قیاس مکنید مرا بر کسے، و نسبت مدہید کسے را بمن''، پس ہر کہ مشائخ آسمان را ہم آسمان باشد لا جرم عرش اعظم و محیط عالم ولایت وعرفان باشد۔

۲۱ قلت: ثابت و سیارہ، الخ۔ اقول: اہل تمکین اولیاے ارباب استقامت۔ اینان مشابہ ثوابت اند۔ واہل تلوین از حالے بحالے گردندگان۔ اینان نظیر سیارہ۔ و وجہ استغراب آں کہ در شعر سابق حضرت ممدوح را محیط عالم گفتہ، و فلک اطلس مکوکب نیست، ثوابت ہمہ در فلک البروج، و ہفت سیارہ در ہفت زیریں۔ علی ما یذکر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۲ قلت: اقتدار کن مکن، الخ۔ اقول: ہمین ست بیان علما، وعیان عرفا۔ قدست اسرارہم۔ وفقیر ناظم غفر اللہ تعالیٰ لہ در رسالہ خودم ''سلطنۃ المصطفی فی ملکوت کل الوری'' ایں معنی را ہر چہ تمام تر رنگ ایضاح دادہ ام و چیزے از واستطر اداً در کتاب خود ''مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین'' آوردہ کہ برادرم حسن۔ صین عن المحن۔ در آخر ''تزک مرتضوی'' بنقلش پرداختہ، من شاء فلیرجع الیہا۔ وشاید کہ در شرح قول ۶۳ بچیزے ازاں میلے کنیم بر غایت ایجاز واختصار، فانتظر۔

۵۰- دور آخر نشوِ تو بر قلب ابراہیم شد(۲۳)
دور اول ہم نشینِ موسیٰ عمراں توئی(۲۴)

۵۱- ہم خلیلِ خوانِ رفق وہم ذبیح تیغ عشق
نوحِ کشتیِ غریباں خضرِ گمراہاں توئی(۲۵)

---

۲۳ **قلت**: دور آخر، الخ۔ **اقول**: امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ در مسند خود بسند صحیح از سیدنا عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت دارد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماید: الأبدال في هذه الأمة/ ثلاثون رجلا قلوبهم على قلب إبراهيم خليل الرحمٰن كلما مات رجل أبدل الله مكانه رجلا۔ ''ابدال دریں امت سی مردان اند، دلہاے ایشاں بردل ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ، چوں یکے از اناں میرد حق جل وعلا دیگرے بجایش آرد''، و پیدا ست کہ حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سروسرور ہمہ ابدال است، پس بالبداہۃ قلب پاکش راازیں شرف جلیل ونسبت خلیل بہرۂ اتم واعظم خواہد بود۔

۲۴ **قلت**: دوراول، الخ۔ **اقول**: از حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ می آرند کہ فرمود: كان أخي وخليلي موسى بن عمران ۔ برادر و یار یگانۂ من موسیٰ عمران بود، صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ خداے داند تا ازیں ارشاد چہ معنیٰ مراد داشتہ باشند۔

۲۵ **قلت**: ہم خلیل خوانِ رفق، الخ۔ **اقول**: مراد بایں اسماے طیبہ ہشتگانہ ذوات انبیا نیست صلوات اللہ وسلامہ علیہم ولہٰذا درمتن زیر آنہا درود ننوشت بلکہ ایں کلام بروزان قول امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم ست رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ را ''یوسفُ هذه الأمة'' می گفت: ذكره العلماء منهم خاتم الحفاظ في التقريب وغيره۔

۵۲- موسیِ طور جلال و عیسیِ چرخِ کمال
یوسفِ مصرِ جمال ایّوبِ صبر ستاں توئی

۵۳- تاج صدیقی بسر شاہِ جہاں آرا ستی
تیغِ فاروقی بقبضہ داورِ گیہاں توئی

۵۴- ہم دو نورِ جان وتن داری و ہم سیف وعلَم
ہم تو ذو النوریني و ہم حیدرِ دوراں توئی (۲۶)

فی تفضیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی الاولیاء

۵۵- اولیا را گر گہر باشد تو بحر گوہری
ور بدستِ شاں زرے دادند زر راکاں توئی

۵۶- واصِلاں را در مقامِ قرب شانے دادہ اند
شوکتِ شاں شد ز شان وشانِ شانِ شاں توئی

۵۷- قصرِ عارف ہر چہ بالا تر بتو محتاج تر
نےَ ہمیں بنّا کہ ہم بنیاد ایں بنیاں توئی

فصل منہ فی شیءٍ من التلمیحات

۵۸- آنکہ پایَش بر رقابِ اولیاے عالم ست
وانکہ ایں فرمود حق فرمود باللہ آں توئی (۲۷)

---

۲۶ قلت: ہم تو ذو النوریني، الخ۔ اقول: مراد بہ ''ذو النورین'' معنی لغوی ست بشہادت مصرع اول، و''حیدر دوراں'' در رنگِ یوسفُ ھذہ الأُمۃ۔

۲۷ قلت: آں کہ پایَش، الخ۔ اقول: اشارہ است بآنچہ متواتر شد ازاں جناب مالک رقاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ روزے بر سر منبر علی رؤس الاشہاد ارشاد فرمود:

۵۹- اندریں قول آنچہ تخصیصات بے جا کردہ اند
از زلل یا از ضلالت پاک ازاں بہتاں توئی (۲۸)

قدمي هذه على رقبة كل وليّ الله۔ ایں پائے من بر گردن ہر ولی خدا۔ ہمہ اولیا گردن نہادند و پائے جناب زیب رقاب نمودند۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

و بالیقین بشہادت اولیائے سابقین و لاحقین و معاصرین آں جناب رضوان اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم ثابت شدہ است کہ آں سرور بفرمودن ایں کلمہ مامور بود از حضرت عزت جل و علا پس معاذ اللہ احتمال سُکر را چہ گنجائش؟ و خود اگر از سُکر بودے چرا دیگراں بہ تسلیم شتافتندے، و منکراں کیفر کفران یافتندے چناں کہ شیخ اصبہان را روئے نمود کہ بیک نگاہ قہرِ قادریت بند بند بدنش از ہم ریخت۔ و العياذ بالقادر من غضب عبد القادر۔ **شعر:**

قہر مکن قہر تو عالم گداز مہر کن اے مہر تو بے کس نواز

/ نعم يستقيم ذلك في أغياره رضي الله تعالىٰ عنه كأبي القاسم الجرجاني قدس سره الرحماني و إياهم يعني السيد الجليل إمام الفريقين السهروردي نوّر الله مضجعه كما نصّ عليه في شرح العوارف، فمِن الظن حملُ كلامِه على حضرة الشيخ رضي الله تعالىٰ عنه مع أن شيخ الشيخ السهروردي من الذين وضعوا له الرقاب، فرفعهم ربّ الأرباب، و الله الهادي في كل باب۔

۲۸ قلت: اندریں قول، الخ۔ **اقول:** ہمچو تخصیص باولیائے عصر یا مشائخ بغداد یا حضّار مجلس کہ ہوس کاران زمانہ بمقدار ضرورات خود چنگ بآنہا زدہ اند، بے آں کہ دلیلے بآں رہنمونی کند۔ اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنۡ ہُمۡ اِلَّا یَخۡرُصُوۡنَ ﴿۱۱۶﴾

(۱) یا ھذا اجماع دارند آناں کہ باتفاق ایشاں اجماع قاطع انعقاد یابد کہ حمل کلام برظاہرش واجب ست ما لم يصرف عنه صارف۔

....

(۲) وتاویل بے دلیل ناسزائے تعویل، ورنہ امان برخیزد از جملہ نصوص و عمومات بالخصوص۔

(۳) وآں چہ بضرورت ثابت شود ہم برقدر ضرورت اقتصار دارد و تعدیۂ او بما عدا تعدّی ناروا۔

(۴) وتخصیصات عقلیہ وعرفیہ وکذا ہر تخصیصے کہ مرتکز در اذہان باشد تا آں کہ حاجت بہ ابانت او نیفتد از عداد تخصیص بیرون حتی کہ عام راز درجۂ قطع فرود نیارد عند من قال بقطعیتہ۔

(۵) وغیر خافی ست کہ آں چناں کہ ہنگام ذکر تفاضل امتیان فیما بینہم حضرات عالیۂ انبیا علیہم الصلاۃ والثنا بے تخصیص مخصوص اند، ہم چناں وقت بیان تفاوت اولیا در درجات خود ہا حضرات صحابۂ کرام علیہم الرضوان بے استثنا مستثنی، لما ارتکز في عقائد أهل الحق أنهم أفضل الأمة جميعًا و لا يقاس بهم أحد ممن بعدهم بلکہ در رنگ ہمیں اکابر اند خیار تابعین۔ قدست اسرارہم۔ لاشتهار حديث خير القرون۔

(۶) **وقطع می کند** شغب را آں چہ افادہ کرد حضرت شیخ شیوخ علماء الہند مولانا المحقق عبد الحق محدث دہلوی أفاض اللہ علینا من برکاتہ کہ صحابہ بحسب متفاہم عرف در لفظ اولیا و مشائخ وصوفیہ و امثال ذلک داخل نیند اگرچہ بہترین ایشانند زیرا کہ ایشاں بنام صحابیت مخصوص وممتاز شدہ اند۔ اھ مترجمًا۔

اقول: وکذا تابعین لاختصاصهم بسمة التابعية۔ ونظیرش/آں کہ ہیچ کس را باستماع لفظ علما و اولیا و صحابہ ذہن بسوے انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام نمی رود، نہ قائل بایں کلمات قصد ایشاں می نماید، حالاں کہ ایشاں اول و افضل و اکمل و اجلِّ علما و عُرفا اند، وبعضے از ایشاں شرف صحبت ہم یافتہ، کادریس و إلياس و عيسىٰ و أبي العباس على القول بحياتهم في الدنيا – عليهم الصلاة و السلام و الثنا–

....

بالجملہ بہ ہمچو مواد تعمیم ارشاد واجب الاعتماد را عزم شکستن بخاطر بستن ہوسے خام بیش نیست۔

(۷) و بعد اللّتَیّا و الّتِيْ غایۃ ما فی الباب آن ست کہ عام مخصوص منہ البعض باشد پس زنہار تخصیص نہ کردہ شود از دگر افرادے کہ دلیل بر تخصیص آنہا قیام پزیرد، ودر مابقی بر عموم خود جاری ماند۔ کما هو القاعدة المعروفة۔

واز غایت غباوت ونہایت غوایت ست تمسک بعض مدعیان سنیت بلکہ صوفیت بعباراتے کہ در انہا لفظ وقت یا عصر واقع است علی الخصوص آنہا کہ تعلق بقضیۂ قدم ندارد، کقوله رضي الله تعالىٰ عنه "أنا دليل الوقت" و قول سيدنا معروف الكرخي له رضي الله تعالىٰ عنهما "يا سيد أهل زمانه" إلى غير ذلك مما أكثر منها فلهى و ألهىٰ و ظن أنه جمع فأوعىٰ۔ طرفہ تماشاے ست کہ عدم ثبوت از کلاے را ثبوت عدم از اں کلام دانند۔

اقول: یارب اگر ایں ہوس پیشگان

(۱) حدیث صحیح: خديجة خير نساء عالمها و فاطمة خير نساء عالمها۔[1]

---

[1] أخرجه الحارث بن أبي أسامة عن عروة بن الزبير مرسلا بإسناد صحيح و الإرسال عندنا لا يقدح في الصحة كما عرف في الأصول مع هٰذا بخاری ومسلم وترمذی از سیدنا علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ روایت کنند: سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماید: خير نسائها مريم بنت عمران و خير نسائها خديجة بنت خويلد، ومعنی ایں ہم باآں نزدیک ست۔ بلکہ بر ایں کس کہ فتح کلام بر توہینِ مقالش کردہ ایم استدلال می تواں کرد بحدیثِ "خيرُ نساءِ العٰلَمين أربع: مريم بنت عمران و خديجة بنت خويلدو فاطمة بنت محمد و آسية امرأة فرعون". أخرجه أحمد و الطبراني عن أنس رضى الله تعالى عنه بإسناد صحيح۔ زیرا کہ او بتمسک قول حق سبحٰنہ دربارۂ بنی اسرائیل: وَ اَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ادعا کردہ است کہ درہمچو مقام ہر جا کہ لفظ عالمین واقع شود زنہار محمول نباشد مگر بر اہل زمانہ، سبحٰن اللہ چہ قیامت جہل وچہ بلا ضلال ست۔ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

....

(۲) وقول مبشر مر جناب آمنہ را: إنّك حملت بسيد هذه الأمة. أورده ابن إسحٰق في سيرته۔

(۳) وحدیث متواتر[۱]: الحسن و الحسين سيدا شباب أهل الجنة۔

(۴) وعبارت تقریب التہذیب در بارۂ امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ: مات في رمضان سنة أربعين و هو يومئذ أفضل الأحياء من بني آدم بالأرض بإجماع أهل السنة بشنوند چہ قدر دست و پا چہ شوند۔

آیا خواہند گفت کہ بحکم احادیث واقوال مذکورہ خدیجہ وزہرا را برزنان ایں زمان و زنان زمان پیشیں فضیلت نیست، وجناب سبطین کریمین را بر پیران وسالخوردان سیادت نے، وحضرت مرتضوی را بر مردمان زمان سابق ولاحق و بر ہیچ فرشتۂ مزیت نے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

وحدیث سیرت را در حق سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم / بر کدام محمل فرود خواہند آورد؟ آرے انکار سرکار قادریت را آفت وشامت بیش ازیں ست، اینک بر عقل زدہ است اگر توبہ نکنند شدہ شدہ بر ایمان می زند۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

صدق سيدنا رضي الله تعالىٰ عنه : تكذيبكم لي سم ساعة لأديانكم و سبب لذهاب دنياكم و أخراكم۔ سخن ایں جا دراز ست، ودرِ فیض قادریت باز، اما چہ توان کرد کہ بنائے رسالہ بر غایت وجازت نہادہ ایم۔ وإن كان فيهم إنصاف، فحرف واحد كاف، و الله الموفق۔

---

[۱] فقد روی عن (۱) عمر الفاروق و (۲) علی المرتضیٰ و (۳) أبی سعید الخذری و (۴) عبد اللہ بن مسعود و (۵) جابر بن عبد اللہ و (٦) أبی ہریرۃ و (۷) أسامۃ بن زید و (۸) عبد اللہ بن عُمر و (۹) البراء بن عازب و (۱۰) قرۃ بن إیاس و (۱۱) مالک بن الحویرث وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم بأسانید صحاح و حسان۔ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۶۰- بہر پایت خواجۂ ہنداں شہِ کیواں جناب
"بَلْ عَلٰی عَیْنِي ورَاسِي" گویدآں خاقاں توئی(۲۹)

۲۹ قلت: بہر پایت خواجۂ ہند، الخ۔ **اقول**: یعنی سیدنا معین الحق والدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وایں جا مناسبتِ لفظ'' کیوان جناب'' بے خفا وحجاب کہ ہند در قسمت مشہورہ علی الالسنۃ حظِّ کیوان ست۔

حدثني أبي، مقدام المحققين قدس سره فيما بلغه عن السيد الأجل قطب الحق والدين بختيار الكعكى رضى الله تعالىٰ عنه کہ روزے پیرومرشد ما حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ سر مبارک فرود آورد وفرمود: بل على رأسي و عيني بلکہ برسر وچشمان من۔ حاضراں را ازیں معنیٰ شگفت آمد۔ حضرت خواجہ برزبان مبارک راند کہ ایں دم حضرت سید عبدالقادر جیلانی در بغداد بالائے منبر برآمدہ ارشاد فرمودہ اند: قدمي هذه على رقبة كل وليّ الله ہمہ اولیا پائے مبارکش برگردن خودہا گرفتہ اند من نیز عرض داشتم بل على رأسي و عيني گردن چہ باشد برسر من وبرچشم من۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ وایں حکایت را در اکسیر اکبر شرح کبریت احمر بلفظ بل على حدقة عينى آوردہ۔

و**حُدِّثنا** عن أنهار المفاخر عن السيد الفاخر محمد گيسو دراز عن المولى نصير الملة والدين سراج دهلى رحمهما الله تعالىٰ کہ خواجۂ بزرگ بجرد آگاہی بامر الٰہی مبادرت نمود وسر خود برزمین نہاد وگفت: بل على رأسي۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۰ قلت: شہر یار سہرورد۔ **اقول**: یعنی حضرت امام الفریقین شیخ الشیوخ شہاب الملۃ والدین سہروردی صاحب سلسلۂ سہروردیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ روز ارشاد قدمي هذه حاضر مجلس ملائک مانس بود وباہمہ اولیا بہ پیش نہادن گردن مسارعت نمود كما أخرجه فى بهجة الأسرار من طرق شتى ونیز حضرت مولانا نجیب الحق

۶۱- در تنِ مردانِ غیب آتش زوعظت می زنی
بازخود آں کشتِ آتش دیدہ رانیساں توئی (۳۲)

والدین سہروردی پیر و مرشد حضرت شیخ الشیوخ قدس سرہما، ہنگام استماع ارشاد واجب الانقیاد قدمي هذه سر فرود آورد تا آں کہ نزدیک بود کہ بزمین رسد و گفت: بل علی رأسی، بل علی رأسی، بل علی راسی، بلکہ برسرم بلکہ برسرم بلکہ برسرم بلکہ برسرم۔ کما فی زبدۃ الأسرار للشیخ المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۳۱ قلت: تاجدار نقش بند۔ **اقول:** از حضرت خواجہ بہاء الشرع والدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ می آرند کہ خدمتش را از ارشاد مبارک قدمي هذه پرسیدہ شد آیا مخصوص باشد باولیاے زمان؟ فرمود حاشا زنہار از تخصیص مفہوم نیست و شیخ ما ابو یوسف ہمدانی قدس سرہ از کسانے بود کہ بہر حضرت غوثیت گردن نہادہ اند و من بہاء الدین می گویم: قدمہ علی عینی، پایش برچشم من یا فرمود علی بصر بصیرتي، بر دیدۂ دل من رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

۳۲ قلت: درتن مردان غیب، الخ۔ **اقول:** رجال الغیب قسمے از اولیاے متبتّلین کہ با خلق نسازند واز چشم مردم نہاں باشند، علما از شیخ ابوزرعہ طاہر قدس سرہ روایت کنند: روزے سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ در مجلس مبارک فرمود مرا سخن با مردانے ست کہ در مجلسم از پس کوہ قاف می آیند، اندام ایشاں در ہوا و دل در حضرت قدس، کلاہ وطاقیۂ ایشاں از شدت شوق الٰہی آتش گرفتن می خواہد، سیدی تاج الدین ابوبکر عبد الرزاق پسر حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہما زیر منبر اطہر حاضر بود، سر برداشت، ساعتے در ہوا می دید تا آں کہ بے ہوش شد، وطاقیۂ سروزہ گریبانش سوخت۔ حضرت والا از منبر فرود آمد و آتش کشت و صاحبزادہ را فرمود: أنت منهم، تو ہم از ایشانی۔ سیدی عبد الرزاق را از بیہوشی او پرسیدند، فرمود چوں نظر کردم، در ہوا دیدم، انجمنے از مردان غیب ساختہ، ہمہ ہا سر فرود انداختہ، لب خاموش، و ہمہ تن گوش، افق آسمان بایشاں نہفتہ، ولباس ایشاں آتش گرفتہ، بعضے نعرہ زناں، و در ہوا پرّاں، وبعضے

۶۲- آں کہ از بیت المقدس تا درت یک گام داشت
از تو رہ می پُرسد و مُنجیش از نقصاں توئی (۳۳)

۶۳- رَہروانِ قدس اگر آنجا نہ بینندت رواست
زانکہ اندر حجلۂ قدسی نہ درمیداں توئی (۳۴)

برروے خاک افتاں، وبعضے ہموں جامد ہوش وحیراں۔

سبحٰن اللہ و الکبریاء للہ ، یکے از والہان می سراید۔ **شعر:**

ترک عجمی کاکُلِ ترکانہ برانداخت	از خانہ بروں آمد وصد خانہ برانداخت
آں دم کہ عقیق لب او درسخن آمد	خون از دہن ساغر و پیانہ برانداخت

۳۳ قلت: آں کہ از بیت المقدس، الخ۔ **اقول:** عن نفحات الانس وغیرہا روزے سیدنا علیہ الرضوان بالاے منبر برآمد، ہنوز لب مبارک بسخنے نکشاد، وقاری را ہم بخواندن چیزے میان نداد کہ وجدے عظیم درمردمان افتاد، شیخ صدقہ بغدادی قدس سرہ حاضر مجلس بود، ازیں معنی شگفتش آمد، سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بمجرد خطرہ اش روے بسوے او کرد وفرمود: یاھٰذا یکے از مریدان من از بیت المقدس تا ایں جا بیک گام آمدہ، و بردست من توبہ کردہ، امروز حاضران درمہمانی او یند۔ شیخ صدقہ با خود گفت: کسے کہ از بیت المقدس بیک گام بغداد آید، اورا از چہ توبہ می باید کرد، وبحضرت شیخ چہ حاجت دارد، سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ روے باو کرد وگفت: یاھٰذا توبہ می کند ازاں کہ دیگر درہوا نرود، و حاجتش بمن آں ست کہ اورا بمحبت حق جلّ وعلا راہ نمایم۔

۳۴ قلت: رہروان قدس، الخ۔ **اقول:** شیخ اجل ابو محمد عبد الرحمن طفسونجی رحمہ اللہ تعالیٰ روزے درطفسونج کہ از توابع خلداباد بغداد ست برسرمنبر گفت: أنا بين الأولياء كالكُرْكي بين الطيور أطولهم عنقا ۔ من میان اولیا دررنگ کلنگم میان طیور، درازگردن تراز ہمہ، شیخ ابو الحسن علی بن احمد مرید سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہما از دِہِ جنت کہ دراں نواحی ست بمجلس ایں شیخ رسیدہ بود، برخاست و دلق از برکشید وگفت:

۶۴- سبز خلعت با طرازِ قُلْ هُوَ اللّٰہُ اَحَد
آں مکرّم را کہ بخشید ار نہ در ایواں توئی

دعني أصارعك بگزار کہ با تو کشتی گیرم۔ شیخ عبدالرحمن خاموش شد، و اصحاب خود را فرمود: یک سرِ مویش خالی از عنایت اللہ سبحٰنہ و تعالیٰ نمی بینم۔ و او را گفت دلقت بپوش، گفت من باز نگردم با نچہ از وے بیروں شدہ ام، پس روے بجانب دہ جنت کرد، و زوجۂ خود را آواز داد کہ اے فاطمہ جامہ بیار تا من بپوشم، آں عفیفہ دراں دہ بشنید، و در راہ او را با جامہ پیش آمد، شیخ عبدالرحمٰن پرسید کہ پیرت کیست؟ گفت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، گفت من ذکر شیخ جز در زمین نشنیدہ ام، چہل سال ست کہ در درکات باب قدرتم ہرگز او را آں جا ندیدہ ام۔ و جماعتے از اصحاب خود را فرمود، بغداد روید و پیش حضرت شیخ گوئید، عبدالرحمٰن سلام می رساند و می گوید: چہل سال ست در درکات باب قدرتم آں جا شما را ندیدہ ام لا داخلا و لا خارجًا۔ چوں اینان بعزم بغداد رواں می شوند، حضرت سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہماں دم بعضے از خدام را می فرماید طفسونج روید، در راہ خادمان شیخ عبدالرحمٰن را می یابید کہ برسالت پیش من فرستادہ است، ایشاں را با خود باز گردانید و عبدالرحمٰن را گوئید عبدالقادر سلام می رساند و می گوید: تو در درکات بودۂ و آں کہ بدرکات باشد کجا بیند کسے را کہ در حضرت ست؟ و آں کہ در حضرت ست چساں بیند آں را کہ در مخدع ست یعنی/ گنجینۂ راز؟ و من پنہانی از دری آمدم و از بالاے سرت بیرون می شدم، چناں کہ مرا نمی دیدی، اگر گواہے خواہی اینک آں خلعت سبز کہ در فلاں شب براے تو بدست من فرستادند۔ اے معطی خدا بود و قاسم من، و دیگر آں کہ در درکات دوازدہ ہزار ولی را خلعت ولایت دادند، و آں فرجی سبز کہ طراز حواشی او سورۂ اخلاص بود ترا بدست من فرستادند۔ چوں اصحاب سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیام گزاردند، خدمتِ عبدالرحمٰن گفت: صدق الشیخ عبدالقادر و ھو سلطان الوقت و صاحب التصرف فیه۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

فصل منہ: فی تفضیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی مشایخہ الکرام

۶۵- گو شیوخت را تواں گفت از رہِ القاے نور
کافتابانند ایشان و مہِ تاباں توئی(۳۵)

۳۵ قلت: گو شیوخت را، الخ۔ **اقول**: نقیب الاولیا سیدنا خضر علی حبیبنا و علیہ الصلاۃ والسلام فرمود: ما اتخذ اللہ ولیًا کان او یکون إلا و هو متأدب فی سرّہ مع الشیخ عبد القادر إلی یوم القیامة۔ حق جلّ وعلا ہیچ کس را ولی نگرفتہ است از شدگان وشوندگان مگر آں کہ او حد ادب نگاہ دارندہ است در باطن خود با شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تا روز قیامت۔ عن زبدۃ الأسرار۔

فقیر می گویم ایں روایت سراپا ہدایت چناں کہ دلیل شافی ست بر تفضیل مطلق غوث برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بر کافۂ آناں کہ در عرف دائر وسائر بلفظ اولیا مراد ومفہوم باشند، ہمچناں حجت کافی ست براں کہ در ہر قرن و ہر وقت ہمہ اولیاء اللہ را بر وجود باجود آں سعید مسعود اطلاع نمودہ اند، و بادب و تعظیم وحب وتکریم او امر فرمودہ کہ ایں حکم کلی راست نیاید مگر دریں صورت۔ کما لا یخفی۔ سبحٰن اللہ والحمد للہ۔ نازم سرکار گردون وقار قادریت را کہ بہرۂ وافی یافتہ است از مشابہت عظیمہ بجد کریم خود علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ[1] ایں ست کہ در خطبہ عرض داشتم لاسیما علی من هو فی الأولیاء کجدہ الکریم فی الأنبیاء علیہ و علیہم التحیة و الثناء۔ وہم در زبدۂ مبارکہ از دو ولی جلیل احمد بن ابی بکر حریمی و ابو عمر عثمان صریفینی قدس سرہما آورد کہ بقسم می گفتند: واللہ ما أظهر اللہ سبحنه و لا یظهر إلی الوجود من الأولیاء مثل الشیخ عبد القادر۔ سوگند بخدا کہ حق سبحنہ پیدا نکردہ است ونکند در عالم ہیچ ولی ہمتاے شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ شیخ

۶۶- لیک سیرشاں بود بر مستقر و از کجا
آں ترقیِ منازل کاندراں ہر آں توئی (۳۶)

محقق گوید رحمہ اللہ تعالیٰ/ کہ ایں قول از یں ہر دو ولی اللہ در اولیاے زمانہ ایشاں مشتہر شد، و بعد گفتگو ہمہ را بروے قرار افتاد، اگر اولیا را بریں معنی دلیلے نبودے زنہار موکد بسوگند کردہ باوجزم نفرمودندے۔ اھ مترجمًا۔

بالجملہ چوں مذہب آنست کہ سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ از ہمہ اولیاے اولین و آخرین افضل واکمل واعلی واجلّ ست جز آناں کہ دلیل بر استثناے ایشاں قیام پزیرفت کالصحابۃ و الخیار التابعین لھم باحسان علیھم جمیعًا رضی الرحمٰن۔ پس تفضیل وے رضی اللہ تعالیٰ عنہ بر مشائخ کرامش ہچوسری سقطی، ومعروف کرخی، وسید الطائفہ جنید بغدادی، و ابوبکر شبلی، ومنبع السلاسل ممشاد دینوری، وابو اسود دینوری، وعلی ہکاری، وابوالفضل تمیمی، ویوسف طرطوسی، وابوسعید مخزومی، وحماد دباس، وغیرہم ممن ھو فی طبقتھم قدس اللہ اسرار زمرتھم واضح وآشکارست۔ وہر کہ تفاصیل فضائل آں والا شمائل ومعاملاتش با حضرت کرخی وجناب حماد وغیرہما ومقالتش در حق حسین بن منصور حلاج معاصر جنید وشبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم در کتب علما ومشائخ دیدہ است ایں بیان پیش او عیاں می گردد وباللہ التوفیق۔

۳۶ **قلت:** لیک سیرشان، الخ۔ **اقول:** بناے کلام بر استنارۂ ماہ از مہر چناں کہ در مردمان مشہور و برزبانہا مذکور ست نہادہ مشائخ والاے حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم را خورشید وحضور پرنور را قمر می گوید، باز وجہ تفضیل قمر بر شمس از تجلیات ایں آیۂ کریمہ اقتباس می نماید کہ فرمود -جلّت عظمتہ- وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۳۸﴾ وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ۔

ببیں کہ سیر خورشید را قرار گاہے نہادہ اند وماہ را ترقی منازل دادہ باز تصریحًا ارشاد

۶۷- ماہ من لا ینبغي للشمس إدراك القمر
خاصہ چوں از "عَادَ کَالْعُرْجُوْن" در اطمیناں توئی

۶۸- کور چشم بد ! چہ می بالی، پری بودی ہلال
دی قمر گشتی و اِمشب بدر و بہتر زاں توئی (۳۷)

نمودہ کہ مہر را نسزد کہ دریابد ماہ را، ایں ہمہ در ماہے ست کہ ترقیش متبدل بہ تنزل می شود۔ و باز بحالت اولی رسیدہ، ہمچو شاخے کہنہ وخشک می گردد۔ سببش آنست کہ مجرائے او بر مدار متدیر ست پس بعد از بُعد باز از قرب، مر او را ناگزیر ست، فکیف ماہے کہ در مستقیم راہے، بر کمال رفعت تا غیر نہایت ترقی فرماید، و دامن جلالش از عارِ غبارِ "عاد کالعرجون" منزہ و مصون آید۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳۷ قلت: دی قمر گشتی، الخ۔ **اقول:** ماہ تا سہ شب ہلال ست، و بعد/ ازاں تا آخر شہر قمر و شب چاردہ مخصوص بنام بدر، عرف ہم چناں ست اگر چہ بحساب تقویم تمامی ماہ گہ شبانہ باشد، و گہ روزانہ، و گاہ باشد کہ ہم شب سیزدہ استقبال کند و بدر شود، و شب چاردہ در محاق رود، چناں کہ در ہمین ماہ کہ ماہ ذی قعدہ ۱۳۰۴ھ است مشاہدہ کردہ ام کہ قمر شب سیزدہم لیلۃ الخمیس بعد نیم شب بچہل و نہ (۴۹) دقیقہ نجومیہ در اواخر درجۂ نہم از برج دلو باشمس در نظیرش از بیت خود اسد مقابل شد۔

سبحٰن اللہ سخن از کجا بکجا می رود۔ حدیثے از بالیدن ماہ خود برخوانیم۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عن التحفۃ والبہجۃ عن سیدی قطب العالم علی بن الہیتی قدس سرہ: روزے سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بخاک پاک حضرت معروف کرخی نور اللہ مرقدہ رفت و بزیارت گفت السلام علیك یا شیخ معروف عبرتنا بدرجة گذشتۂ از مابیک درجہ۔ باز چوں بار دوم بزیارت شد فرمود: السلام علیك یا شیخ معروف عبرناك بدرجتین، ما گزشتیم از تو بدو درجہ۔ سیدی معروف از قبر ندا کرد و علیك السلام یا سید أهل زمانه۔

فی تقریر عیشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۶۹- اصفیا در جہد و تو شاہانہ عشرت می کنی
نوش بادت زانکہ خود شایانِ ہرساماں توئی

۷۰- بلبلاں را سوز سازد، سوز ایشاں کم مباد
گل رُخاں را زیب زیبد، زیبِ ایں بستاں توئی (۳۸)

۷۱- خوش خور و خوش پوش و خوش زی کوریٔ چشم عدو
شاہِ اقلیم تن و سلطانِ مُلکِ جاں توئی (۳۹)

---

۳۸ قلت: گل رُخاں را زیب زیبد، الخ۔ **اقول:** طٰهٰ ۚ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۙ نجم تابانِ فلکِ اعتلا حضرت نجم الدین کبری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدی سیف الدین باخرزی قدس سرہ را بیش از یک اربعین بمجاہدہ نگزاشت، در اربعین دوم بر درِ خلوتش آمد، وانگشت مبارک بر در زد، وآواز داد کہ اے سیف الدین! **شعر**

منم عاشق مرا غم سازوار ست تو معشوقی ترا با غم چہ کار ست

برخیز و بیروں آے، ایں گفت و دستش گرفت، واز خلوت بروں آورد، وبسوے بخارا رواں کرد۔ کمافی نفحات الانس۔

ایں حکایت بداں آوردہ ام تا بدانی کہ مقام محبوبیت را شانے دگر است، وخود کجا محبوبیتے ہمچو محبوبیت آقاے ما کہ سید وسرور محبوبین است، رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم۔

۳۹ قلت: خوش خور وخوش پوش، الخ۔ **اقول:** حضرت قادریت جاہ، ۔جعلنا اللہ فداہ۔ طعام لذیذ ونفیس خوردے، وجامۂ گراں بہا شاہانہ در بر کردے، روزے خادم حضور بر شیخ ابو الفضل احمد بن ہاشم قریشی بزاز رحمہ اللہ تعالیٰ رفت وجامۂ خواست کہ ذراعش بدینارے باشد، ابو الفضل پرسید ایں جامہ بہر کہ می خواہی؟ گفت برائے شیخ محی الدین عبد القادر۔ ابو الفضل در دل گزرانید کہ شیخ برائے بادشاہ جامہ

۷۲- کامرانی کن بکامِ دوستاں اے من فدات
چشمِ حاسد کور بادا نوشہِ ذی شاں توئی

۷۳- شاد زی اے نو عروس شادمانی شاد زی
چوں بحمد اللہ در مشکوے ایں سلطاں توئی

۷۴- بلکہ لا واللہ کاینہا ہم نہ از خود کردۂ
رفت فرماں ایں چنین و تابعِ فرماں توئی (۴۰)

نگزاشت۔ ایں خطرہ بخاطر رسیدن ہماں بود و مسمارے از غیب آمدہ در پایش خلیدن ہماں، ہر چند کشیدن خواستند نتوانستند، ابو الفضل گفت مرا بحضرت شیخ رسانید، چوں بردند فرمود: اے ابو الفضل چرا بباطن بر ما اعتراض می کنی؟ بعزت الٰہی کہ نمی پوشم تا نمی گویند بحقی عليك البس قميصًا ذراعه بدينار ۔ ترا سوگند بحقے کہ مرا بر تست قمیصے پوش کہ یک دست ازاں بیک درست باشد۔ باز فرمود اے ابو الفضل ایں کفن ست و کفن نیکو باید، او کما قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پس ازاں دست حق پرست بر پایش فرود آورد، در حال نہ مسمار بود و نہ درد آں۔ شیخ ابو الفضل گوید واللہ نمی دانم از کجا آمد و کجا شد، چوں برخاستم فرمودند: اعتراضے کہ بر ما کردہ بود بصورت مسمار برو متشکل شد۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔ عن التحفۃ القادریۃ وغیرہا۔ /

(۱۵) **قلت:** بلکہ لا واللہ، الخ۔ **اقول:** ایں معنی از ہمیں روایت ابی الفضل واضح۔ و در بہجۃ الاسرار خطبۂ جلیلہ حضور روایت کرد، در آخرش می فرماید رضی اللہ تعالیٰ عنہ: يقال لي يا عبد القادر تكلَّم نسمع منك، يا عبد القادر بحقي عليك كل و بحقي عليك اشرب، وبحقي عليك تَكَلَّمْ آمنتك من الرد۔ مرا گفتہ می شود اے عبد القادر سخن گوے کہ از تو بشنویم، اے عبد القادر بحقے کہ مرا بر تست بخور، و بحقے کہ مرا بر تست بنوش، و بحقے کہ مرا بر تست بسخن درآ، ایمن کردمت از رد۔ اللہ اللہ ایں چہ شان محبوبیت ست۔ **شعر:**

قدرے بخند و از رخ قمرے نماے مارا
سخنے بگو و از لب شکرے نماے مارا

۷۵- ترکِ نسبت گفتم از من لفظ محیُّ الدین مخواہ
زانکہ در دینِ رضا ہم دین و ہم ایماں توئی (۴۱)

۷۶- ہم بدقت ہم بشہرت ہم بہ نعتِ اولیا
فارغ از وصفِ فلان و مدحتِ بہماں توئی

تمہید عرض الحاجۃ

۷۷- بے نوایاں را نوائے ذکرِ عیشت کردہ ام
زارِ نالاں راصَلائے گوش بر افغاں توئی (۴۲)

۷۸- چارۂ کن اے عطائے بن کریم ابن الکریم
ظرفِ من معلوم و بیجد وافر و جوشاں توئی

۷۹- باہمیں دست دوتا و دامنِ کوتاہ و تنگ
از چہ گیرم درچہ بنہم بس کہ بے پایاں توئی

حشرنا الله في زمرة محبّيه ۔آمین۔

۴۱؎ **قلت**: ترک نسبت، الخ۔ **اقول**: محی الدین ترکیب اضافی ست، و اضافت از غیریت مُنبی، دین دِگر، وزندہ کنندۂ دین دِگر، آں کہ محبوب را دین داند محی الدین چہ خواند، دین خواند۔

۴۲؎ **قلت**: بےنوایاں را نوائے، الخ۔ **اقول**: چوں عظم قدرت الٰہی و کمال رحمت نامتناہی بہ رنگے جلوہ فرماید بینندۂ وشنوندہ را حاجات مناسبۂ آں رنگ بیاد آید، وبجُودانہ دعا از دل جوشد، ولاجرم اقرب باجابت باشد ان شاءاللہ تعالیٰ۔ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ چوں مشاہدہ کرد کہ مریم را میوہاے بےفصل می دہند، ہم درغیر وقت معہود درخواست پسر نمود، ومقرون باجابت شد۔ اللّٰهم إني أسألك بعيش عبدك عبد القادر عيشا صافيا في الأول و الآخر۔آمین۔

۸۰- کوہ نہ دامن دہد وقت آنکہ پُرجوش آمدی
دست در بازار نفروشند بر فیضاں توئی

المطلع الرابع فی الاستمداد

۸۱- رومتاب از ما بداں چوں مایۂ غفراں توئی (۴۳)
آیۂ رحمت توئی آئینۂ رحمٰں توئی (۴۴)

۴۳ **قلت**: مایۂ غفراں توئی۔ **اقول**: عن البھجۃ عن سیدی عبد الرزاق والشیخ ابی الحسن علی القرشی کہ سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمود: مرا سجلّے بمدّ بصر دادند کہ در و نام اصحاب و مریدان من ست تا قیام قیامت، و مرا گفتہ شد و ھبتھم لك ایں ہمہ را بتو بخشیدم، و مالک داروغۂ دوزخ را پرسیدم، آیا نزد تو ہیچ یکے از اصحاب من ست، قال لا، گفت خیر، سوگند بعزۃ و جلال ربی کہ دست من بر مرید من ست چناں کہ آسمان بر زمین، اگر مرید من جید نیست من خود جیدم، سوگند بعزۃ و جلال ربیّ کہ زنہار قدم بر ندارم از پیش پروردگار خود تا رواں نکند مرا با شما بسوے بہشت۔ سبحٰن اللہ ما أوسع / رحمۃ اللہ، سبحٰن اللہ ما أعظم منۃ اللہ۔ ہاں وہاں اے سگان کوے قادریہ چہ نشستہ اید و دل شکستہ اید!! ہلا برخیزید، و جان بر پاے جاناں ریزید، نمی شنوید کہ چہا می گزرد أشھد أن عبد القادر باب التوبۃ و جناب القبول، و نعمۃ الحق و رحمۃ الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، و سرانجام ست کہ روایاتے چند دریں معنی بلند در شرح قول پنجاہ و دوم (۵۲) آید، انشاء اللہ تعالیٰ۔

۴۴ **قلت**: آئینۂ رحمٰں توئی۔ **اقول**: آئینۂ ہر شی آں کہ توجہ باو باعث تادیہ بایں گردد۔ ازہمیں جا عنوانات را مرآت ملاحظۂ معنونات خوانند، و در حدیث آمدہ۔ أولیاء اللہ الذین إذا رُؤوا ذُکِر اللہ۔ اولیاء اللہ کسانے باشند کہ چوں دیدہ شوند خدا یاد آید۔ أخرجہ الترمذی سیدی محمد بن علی عن ابن عباس

۸۲- بندہ اَت غیرت برد(۴۵) گر بَرَد دِرِ غیرت رَوَد(۴۶)
وَر رَوَد چوں بنگرد ہم شاہ آں ایواں توئی(۴۷)

رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔[1]

وہمیں ست سِرّ آں چہ گویند، النظر إلى علي عبادة۔ نظر بسوے علی کرم اللہ تعالی وجہہ عبادت ست۔ أخرجه الطبرانی عن ابن مسعود و عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعًا، وایں قول گو حدیث مباش فقد قال الذهبي موضوع۔ اما درحقیت معنیٰ اشتباہے نیست، وخود گزشت حدیث صحیح من رآنی فقد رأى الحق، وآئینۂ آئینہ آئینہ باشد، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴۵ قلت: بندہ ات غیرت برد، الخ۔ **اقول:** ایں غیرت خود لازمۂ عظمت وجلال آقا ست۔ سگے کہ خاص از درِ سلطانی راتبہ خوار ست شرمش باد ازاں کہ درے دیگر جوید۔ شاہ ابو المعالی در تحفۂ قادریہ از شیخ ابو البرکات مَوصلی می آرد کہ عم وے حضرت ولی اجل عدی بن مسافر قدس سرہ الطاہر کہ از معاصرین آقاے ماست می فرمود: نیاز مندان شیخ عبد القادر غرق اند در رحمتِ بے نہایت وعنایت بے غایت کہ بہ ہیچ چیز

---

[1] وهو حديث ثابت قد صح و اشتهر معناه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقد رواه (١) أحمد في المسند بإسناد صحيح عن عبد الرحمٰن بن غُنْم (٢) و الطبراني في الكبير عن عبادة بن الصامت (٣) و البيهقي في الشعب بسند حسن عن عبد الله بن عمر الفاروق (٤-٥) و الحكيم في النوادر عن عبد الله بن عمرو بن العاص و عن أنس بن مالك (٦) و هو و عبد بن حميد بسند صحيح على وجه آخر عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهم أجمعين. (٧) و للطبراني و البيهقي عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه بإسناد حسن : أن من الناس مفاتيح لذكر الله إذا رؤوا ذكر الله. و الله تعالىٰ أعلم. منه رحمه الله تعالىٰ.

۸۳- سادگیم بیں کہ می جویم ز تو درمانِ درد
دَردکودَرماں کجا؟ ہم ایں توئی ہم آں توئی (۴۸)

ایشاں را احتیاج نیست، وایشان چرا بکسے التفات نمایند زیرا کہ کسے بحر را ترک دادہ بسوے سقایہ نمی رود ع ہر کہ در جنت عدن ست گلستاں چہ کند۔

۴۶ قلت: گر بردرغیرت رود۔ اقول: اے قصدرفتن کند علی حد قولہ تعالیٰ: اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ۔/ حضرت سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمودہ است از مجلس من دور مشو کہ درو خلعتہا عطامی شود، وائے بر کسے کہ از وایں دولت فوت گردد۔ شعر:

ہر کہ ایں عشرت نخواہد خرمی بر وے مباد
و اں کہ ایں مجلس نجوید زندگی بر وے حرام عن التحفۃ۔

۴۷ قلت: ورروَد چوں بنگرد، الخ۔ اقول: ایں لازمہ مقام غوثیت عظمیٰ ست، زیرا کہ ہمہ اولیا زیردست او یند، ونتوانند کہ بے اذنش کارے کنند، فیضے کہ از حضرت خلیفۃ اللہ الاعظم محمد ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بتوسط وزیر سرکار حیدر کرار کرم اللہ تعالیٰ وجہہ آید نخست بدرگاہ غوثیت رسد؟ وازاں جا حسب مناصب براقطاب و اصحاب خدمات انقسام یابد۔ والمستقي من الأنهار مستق من البحر۔ نادان گمان برد کہ ناودان می بارد وغافل کہ ایں ناودان از کجا می آرد۔ شیخ ابوالبرکات قدس سرہ می گفت حق سبحٰنہ وتعالیٰ را عہدست با شیخ عبدالقادر کہ، ہیچ ولی در ظاہر و باطن تصرف نکند مگر باذن آں سید الاولیا وَعطا کردہ اند اور اتصرف عام بعد انتقال ہم چناں کہ پیش ازاں۔ اُوردہ فی التحفۃ۔

۴۸ قلت: ہم ایں توئی ہم آں توئی۔ اقول: ایں دررنگ آنست کہ سیدی سعدالدین محمد حموی کہ از کبار اصحاب سیدی نجم الدین کبری ست قدس سرہما فرمود: شعر

أنت سقمي وصحتي وشفائي وبك الموت والحياة تطيب

الاستعانۃ للاسلام

۸۴- دینِ بابائے خودت را از سرِ نو زندہ کن
سیّدا ! آخر نہ عمرِ سیّد الادیاں توئی(۴۹)

۸۵- کافراں توہینِ اسلام آشکارا می کنند
آہ اے عزِّ مسلماناں کجا پنہاں توئی

۸۶- تا بیاید مہدی اَز اَرواح وعیسٰی از فلک(۵۰)
جلوۂ کن خود مسیحا کار(۵۱) و مہدی شاں توئی

---

۴۹ **قلت**: عمر سید الادیاں توئی۔ **اقول**: قصۂ دیدن آں جناب بیمارے زار ونزار افتادہ برخاک، و برداشتن اورا باستدعاے وے، وتر وتازہ شدنش، ومحی الدین گفتن، وزاں باز ہجوم آوردن مردماں وسلام کردن آناں بھمیں لقب مبارک، معروف و مشہور ست ودر کتب علما مذکور و مسطور۔

۵۰ **قلت**: تا بیاید مہدی از ارواح۔ **اقول**: ایما کرد برد مذہب ردیّ روافض کہ حضرت مہدی را ابن سیدنا عسکری دانند بطفلی رسیدہ در غارے آرمیدہ۔ **شعر**

فَعَلٰی عُقُولِکُمُ العَفاءُ فإنکُمْ ثَـلّثتمُ العَنْقاءَ و الغِـیْلَانا

گویند انتظار می کشد کہ جماعت مؤمنین فراہم آید تا خروج فرماید۔ یارب مگر در ایران ولکھنؤ از طوائف شیعہ ہشتاد و دو نفر ہم با ایمان نیست تا عار تقیہ برہم زند ورونق بازار امامت نشکند یا مگر حضرت امام شہید علی جدہ وعلیہ صلاۃ المجید فرض تقیہ را پس پشت انداخت کہ باہمیں قدر فدائیان بریزیدیاں تاخت۔/

۵۱ **قلت**: مسیحا کار۔ **اقول**: مولانا جامی قدس سرہ السامی در نفحات الانس می آرد سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ را یکے از اکابر بغداد بحیلۂ دعوت تکلیف قدم رنجہ کردن داد، حضرت شیخ بر استر سوار شد، قطب اجل سیدی علی ہیتی رکاب راست ودیگرے از اولیاے

۸۷- کشتی ملت بموجے کالجبال افتادہ است
من سرت گردم بیا چوں نوحِ ایں طوفاں توئی
۸۸- باد ریزد موج موج و موج خیزد فوج فوج
بر سر وقت غریباں رَس چو کشتی باں توئی

کبار رکاب چپ گرفت تا بسرا یش رسیدند، ہمہ اولیا و علما ورؤسا ے بغداد جمع بودند، سماطے(۱) بانواع نعمت برکشیدند، وسَلّہٗ(۲) بزرگ سر پوشیدہ دہ کس برداشتہ آوردند، و در آخر سماط نہادند، پس صاحب دعوت صلا در داد۔ حضرت سیدنا سر در پیش افگندہ بود، چیزے نخورد و اذن ہم نداد، و اہل مجلس از ہیبت حضور خاموش و مدہوش، كأنّ على رؤوسهم الطير حضرت سیدنا بہ ابی الحسن بن ہیتی وآں ولی دیگر اشارت کرد کہ سَلّہ برداشتہ پیش آرند، آوردند، کشادن فرمود، بکشودند، فرزند آں شخص بود کور مادرزاد، و برجا ماندہ، ومجذوم وفالج زدہ والعیاذ باللہ تعالیٰ سیدنا گفت: قم باذن الله تعالىٰ مُعافىً، برخیز بہ پروانگی خدا تعالیٰ تندرست۔ معًا آں کودک برخاست دواں و بینا صحیح وسالم کہ گوئیا ہیچ آفتے اورا نبود۔ فریاد از نہاد حاضران برخاست۔ **شعر:**

قادرا قدرت تو داری ہر چہ خواہی آں کنی
مردہ را جانے دہی و زندہ را بے جاں کنی

سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ درانبوہ مردم بیروں آمد و چیزے تناول نفرمود۔ شیخ اجل حضرت ابو سعید قیلوی قدس سرہ را ازیں واقعہ خبر دادند فرمود: الشيخ عبد القادر يبرئ الأكمه و الأبرص و يحيي الموتى باذن الله عزّ و جل۔ ایں سید بہ می کند کور مادرزاد و پیس اندام را، وجان می دَمَد درتن مردگان باذن مولیٰ تبارک وتعالیٰ۔

فقیر می گویم مانا کہ آں جا چیزے نخوردن بہر توفیر ثواب ایں کار عجاب بود، چناں کہ در حدیث آمدہ کہ ہر کہ مریضے را عیادت کند ونزد او چیزے خورد ہمون چیز اجر وجزاے عیادتش باشد۔ الديلمى عن أبي أمامة الباهلي رضي الله تعالىٰ عنه عن

(۱) دسترخوان (۲) پٹارا ۔ منہ

استمداد العبد لنفسہ

۸۹- حاش للہ تنگ گردد جاہت از ہچوں منے
یا عمیم الجود بس با وسعتِ داماں توئی

۹۰- نامۂ خود گر سیہ کردم سیہ ترکردہ گیر
بلکہ زینساں صد گرہم چوں مہِ رخشاں توئی (۵۲)

النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا عاد أحدكم مريضا فلا يأكل عنده شيئًا فإنه حظّه من عيادته۔

ونیز ایں فعل سید ما ہدایت می کند کہ اجابت دعوت کہ امر بآں وارد ست بمعنی حضور ست، نہ بمعنی اکل، یعنی رفتن ضرور اگر عذرے نباشد۔ ونا خوردن مباح اگر دل نخراشد۔
و بهٰذا صحّ الحديث كما / عنّد مسلم و صرح الفقه كما في الخلاصة.

وہم در نفحات ست عجوزۂ پسر خود را بحضرت سپرد، او از شدت مجاہدہ لاغر گشت، ضعیفہ بخدمت رفت، طبقے دید بر و استخوانہاے مرغے کہ حضرت تناول فرمودہ بود، عرضہ داشت کہ بندگان گوشت مرغ می خورند و پسرم نان جو، سیدنا دست بر استخوانہا نہاد و بر لفظ مبارک راند: قومي باذن الله الذي يحي العظام و هي رميم۔ برخیز باذن خداے کہ زندہ می کند استخوانہاے بوسیدہ را، فی الحال مرغ برخاست، و بانگ کردن آغاز نہاد، آں گاہ فرمود چوں پسرت ایں چنیں شود ہر چہ خواہد خورد۔

۵۲ قلت: نامۂ خود، الخ۔ **اقول**: بالا گزشت کہ می فرماید: مرید من اگر جید نیست من خود جیدم، ونیز فرمودہ است: اگر عورت مریدم بخاور برہنہ شود ومن در باختر ہر آئنہ بپوشم، و فرمود از مریدان من تا قیام قیامت ہر کرا مرکب بلغزد دستش بگیرم۔ حضرات عالیۂ سیدی عبد الرزاق و سیدی عبد الوہاب ابنائے آں جناب، و خدمات مبارکۂ ابو السعود حریمی و ابن قائد اوانی و ابو القاسم بزاز قدست اسرارہم فرمودہ اند کہ حضرت سیدنا ضامن شدہ است کہ ہر کہ مریدش شود تا روز قیامت زنہار بے توبہ نمیرد۔

....

حضرت حماد دباس راشبہا آوازے ہچو آواز مگس انگبیں می شنیدند، سیدنا در ابتداے کار بحضرتش بود، اوراازیں معنی پرسید، گفت: دوازدہ ہزار مریدان دارم، ہرشب ہمہ رانام بنام یادمی کنم، وحاجات ایشاں از خدا می خواہم، وہر کہ ازیشاں بگناہے مبتلاست دعاکنم تا دراں ماہ توبہ اش دہد، یا از دنیا بردتادیرے درگناہ نماند۔ حضرت سراپا رحمت سیدنا فرمود: اگر حضرت حق جل وعلا مرا منزلتے دہد درخواست کنم کہ مریدانم تا قیام قیامت بےتوبہ نمیرند۔ ومن بدیں کار ضامنِ ایشاں باشم۔ شیخ حماد گفت حق سبحٰنہ مرا مشاہدہ نمود کہ زود او را بایں مراد رساند، وسایۂ جاہش برسر مریدان مبسوط گرداند۔ والحمدللہ رب العلمین۔

ایں ہمہ روایات در کتب معتبرہ چوں بہجہ وتحفہ وغیرہما مذکورست، ہاں اے گدائے قادری چشمت خنک باد روشن تر بشنو، آقائے تو فرمود رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ہر کہ خودرا بمن نسبت کند حق جلّ وعلا/ قبولش فرماید، وجرم وگناہش عفو نماید۔ و إن كان على سبيل مكروه۔ اگرچند برروش ناپسندیدہ باشد۔ أورده في التحفة۔

اللہ اللہ ایں چہ رحمت ست وایں چہ قادریت۔ ہاں وہاں اے درویش دل ریش! ہشیار وبیدار کہ سفرے ست درپیش۔ ع مغرور مشو کہ خاصگان در بیم اند۔ تریاک داری اما خودرا در دہن اژدر مفگن۔ مرہم مسلم اما خویش را بردم تیغ مزن۔

تو چہ دانی کہ مریدش کیست؟ ومعنیٔ ارادت ایں سرکار سعادت چیست؟ الإيمان بين الخوف والرجاء، ترسے باید کہ ایمن نشوی، فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ ورجائے شاید کہ نومید نہ زِوی، لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾۔ اگر ازیں دوہر چہ گم ست کافری، وہر چہ کم ست خاسری، نَبِّئْ عِبَادِيْۤ اَنِّيْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾ وَ اَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾۔ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ است۔ شفاعتي لأهل الكبائر من أمتي۔ اما ہیچ روا باشد کہ بر شفاعتش تکیہ کردہ بے باک شوند، ودر راہ گناہ چالاک روند، ارادت بے محبت راست

....

نیاید، ومحبت بے طاعت دروغ نماید۔ **شعر:**

لو كانَ حُبُّكَ صادِقًا لأَطَعْتَه

إنّ المحبَّ لِمَن يحبُّ مطيعٌ

آرے سُنّیان را بشفاعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجائے ست روز افزوں، ومیان ایشان قادریہ صحیح العقیدہ را کہ لا واللہ قادریہ نیستند مگر ایشاں نازہائے گونا گوں۔ **قطعہ**

دی بخاکِ **رضا** شدم گفتم — کہ تو چونی کہ ما چناں شدہ ایم

ہمہ روز از غمت بفکر فضول — ہمہ شب در خیال بیہدہ ایم

خبرے گو بما ز تلخی مرگ — گفت ما جام تلخ کم زدہ ایم

قادریت بکام ما کردند — سنّیت را گدائے میکدہ ایم

شیر بودیم و شہد افزودند — ما سراپا حلاوت آمدہ ایم

اما ہوس کارانے کہ نزد ایشاں اتباع ہوائے نفس کمال تصوف، وردّ احکام شرع تمغائے تعرّف، توہین سرکار قادریت تا مقدار قدرت کمال ہدایت، وتعظیم قدر آں بدرِ قدرت وصدرِ صدارت غدر وغوایت، اجلال جمیع صحابہ نصب جلی، و باجمعے از ایشاں بد بودن عینِ حب علی، طعن ولعن علما اجمل الاقوال، و بدعات شنیعۂ رفضہ افضل الاعمال، مناہی و ملاہی موصل الی اللہ، وتباہی و دواہی ریاضت ایں راہ، بلے روز ہا دارند، اما بر گردن، ونماز ہا گزارند بر معنی ترک کردن۔ ونہ آں کہ ازیں ہا باکے آرند، یا سرے خارند، بلکہ فارغ زیند وحسابے ندارند، وخود ازیں ہا چہ حکایت، واز بدعت چہ شکایت کہ مُتہوّرانِ ایشاں ضروریات دین را خلاف کنند، وبدعویٰ اسلام برعقائد اسلام خندہ زنند، جناب امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ المنیر را نہ ہمیں بر ابی بکر وعمر مزیت نہند کہ ہم بر انبیا ورسل تفضیل دہند، وصول الی اللہ بے شرط اسلام، وخدائے را در ہند خواجۂ غریب نواز نام۔ إلى غير ذلك من الخرافات النجسة و الجزافات الدنسة۔ من وخدائے من کہ ایناں

۹۱- گم چہ شد گر ریزہ گشتم نگ بدستت مومیا
کم چہ شد گر سوختم خود چشمۂ حیواں توئی (۵۳)

۹۲- سخت ناکس مردکے ام گر نہ رقصم شاد شاد
چوں شنیدم "دھم وَطِبْ وَاشْطَحْ وغَنِّ" گویاں توئی

۹۳- وقت گوہر خوش اگر دریاش دردل جاے داد (۵۴)
غرقہ خس را ہم نہ بیند خس منم عماں توئی (۵۵)

نہ قادری باشند و نہ چشتی بلکہ غادری باشند وزشتی۔ **ع** سایۂ شاں دور باد از مادور۔ فقیر حکم ایناں ونظراے ایناں را در بعض فتاواے خودم کہ بسلک کتاب **ما العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ** انسلاک دارد ہرچہ تمام تر رنگ تفصیل دادہ ام، واللہ الموفق۔

۵۳ قلت: گم چہ شد، الخ۔ **اقول:** قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ: إن لم یکن مریدي جیدًا فأنا جید۔ مردے مرد، از گورش نالۂ وفریاد می شنیدند پس از چندروز بسر کار قادریت عرضہ داشتند۔ فرمود: خرقۂ ما پوشیدہ است؟ گفتند: ندانیم، فرمود: وقتے برمن حاضر آمدہ است؟ گفتند: ندانیم، فرمود: وقتے طعام ما خوردہ است؟ گفتند: ندانیم، فرمود: مقصّر اولی تر ست برستگاری۔ وساعتے سر بجیب کشید، اثر ہیبت و وقار در بشرۂ مبارک پدیدار شد، فرمود: ملائکہ می گویند وقتے روے ترا دیدہ گمان نیک برد، حق تعالیٰ بسبب آں برو بخشود۔ زاں باز بارہا بر سر خاکش رفتند ازاں نالہ وفغان اثرے نیافتند۔ ذکرہ في التحفۃ این ست کہ می گویند۔ **ع** کہ مستحق کرامت گناہگاراند۔

۵۴ قلت: وقت گوہر خوش، الخ۔ **اقول:** گوہر صالحین، ودردل جادادن محبوب ومحترم داشتن۔ وپیداست کہ گوہر در قعر باشد، وخس بدریا غرق نشود۔ حاصل آں کہ اگر چند گوہر آسا عزت ندارم اما کم نہ ازاں کہ بلطفش نجات یابم وغرق نگردم کہ من خسے بے قدر، واو دریاے کرم۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۵۵ قلت: عماں توئی۔ **اقول:** ایں جا بمجاز مجاورت بمعنی بحر اعظم ولا حاجۃ بعد سماع العلاقۃ إلی سماع الجزئي کما نص علیہ۔

۹۴- کوہ من (۵۶) کاہست اگر دستے دہی وقتِ حساب
کاہِ من (۵۷) کوہست اگر بَر پلّۂ میزاں توئی

المباہاۃ الجلیۃ باظہار نسبۃ العبدیۃ

۹۵- احمد ہندی رضاؔ ابن نقی (۵۸) ابن رضاؔ (۵۹)
از اب وجد بندہ و واقف زہر عنواں توئی (۶۰)

---

۵۶ قلت: کوہ من، الخ۔ **اقول**: یعنی معاصی ثقیلہ۔

۵۷ قلت: کاہ من، الخ۔ **اقول**: یعنی طاعات خفیفہ و دلیل دعاوی بالا گزشت۔/

۵۸ قلت: ابن نقی۔ **اقول**: یعنی امام المحققین، ختام المدققین، حامی السنن، ماحی الفتن، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، فرید اوانہ، وحید زمانہ، حضرت جناب **مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب** روّح روحہ ونور ضریحہ کہ اجل واعلم خلفاے حضور پرنور آقاے نعمت دریاے رحمت سیدی ومرشدی وذخری لیومی وغدی **حضرت سید شاہ آل رسول احمدی** مارہروی ست رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔ ماہ تابانش غرۂ رجب ۱۲۴۶ھ ہجریہ برافق ہستی تافت، وپیش والد ماجد خود درس گرفت، وباندک زمانے درعلوم عقلیہ ونقلیہ بارع، وبرفضلاے اعصار وامصارش فائق برامد۔ درعلوم دینیہ تصانیفے دارد بغایت رائقہ از دوصد جز ومتجاوز۔ اورادر تبکیت مبتدعین ومعاندین دین یدے بیضا بود، واز فراست صادقہ بہرۂ علیا۔ درسنہ ۹۵ بحج وزیارت حرمین محترمین شتافت، وسلخ ذی القعدہ ۹۷ بجوار رحمت جایافت۔ قدس اللہ سرہ و رزقنا برہ۔ برخے از ترجمۂ جمیلہ و تذکرۂ جلیلہ اش پائینِ کتاب مستطاب **جواہر البیان فی اسرار الارکان** کہ یکے از تصانیف شریفۂ آں رفیع المکان ست۔ یاد کردہ ام وآں جاچند تاریخ ولادت ووفات

....

آں عالی صفات ۔ نیز آوردہ۔ و باشد کہ اگر خدائے خواہد ترجمہ مفصلہ برنگارم وباللہ التوفیق۔

۵۹ قلت: ابن رضا۔ **اقول:** یعنی عارف اجل، ولی اکمل، ذوالکرامات الباہرہ، والکمالات الزاہرہ، عالم الآفاق، طیب الاخلاق، زاہد قانع، حلیم متواضع، رئیس الفقہا، رئیس الکملا، ملاذ الطالبین، معاذ المساکین حضرت جناب **مولانا ومقتدانا مولوی محمد رضا علی خاں صاحب** رضی عنہ الملک الواہب۔

اشراق شمس جلالش برآفاق فیض وافادت در حدود ۱۲۲۴ھ ہجریہ واقع شد۔ بعمر بست وسہ ۲۳ سالگی تکمیل علوم فرمود، وشبانہ روز بمجاہدہ افزود۔ فضلے داشت جلیل، وخُلقے بغایت جمیل، کراماتش خیمہ بسرحد تواتر زدہ۔ کم کسے باشد کہ روزے چند بخدمتش رسد و چیزے روشن از بوارق خوارق مشاہدہ نکند، مردمان اوراں دیدہ اند واو در بریلی، و بہ بنارس از و مسئلہ پرسیدہ اند واو در وطن اصلی۔

وعظ وتذکیرش تاثیرے داشت کہ بگفتن نیاید، تو گوئی: بحرے زاخر راموج می خیزد، و بَہ ہر جنبید نے ہزاران ہزار دُر شاہوار بدامان حُضّار می ریزد۔ غالب اوقات بخرابہا چمیدے، و در خانہ نیز جائے خالی برائے خود گزیدے، و ہرگز کسے را دل نشکستے، وخوار ترین مردم را خوار نداشتے، مرد ماں عمرے خواستند کہ روزے بروے تقدم بسلام کنند، نتوانستند۔ کوہے بود کہ از جا نجنبیدے، وزنہار برائے خویش بغضب نجوشیدے، تا آں کہ بے دِینے بشمشیرش زد عفوش نمود، وہشت سالہ پسرش محمد عبداللہ خاں نامی از دست کنیزے کشتہ شد آزادش فرمود۔ دوم جمادی الاولیٰ سنہ ۸۲ھ آں مہر شریعت وماہ طریقت را زیر زمین سپردند، و بہائے اسرار، و بہار انوار از یں تیرہ دیار بیک بار بردند۔/ أکرم اللہ نزلہ و أفاض علینا فضلہ۔ ۱۲ ھا

....

فقیر در تاریخ ولادت و ختم درس و وصال شریفش می گویم۔ **شعر:** (١)

① جـــدّي كـــان عالمًـــا	لم يَـــرَ مِثلَـــه النَّظَـــرْ
② بَـهْـجَـةُ جُلِّ مَنْ مَّضى	حُجّـةُ كـلِّ مَـنْ غَـبَرَ
③ بَانَ(٢) برمزِه(٣) الزُّبُر	دَانَ لِـــزَمرِه(٤) الـزُّمَر
④ قلـــتُ لِطـــائفٍ سَرىٰ	طَيـْفُ جَمالِـهِ السّحَر(٥)
⑤ تعلــمُ عـــامَ إذ وُلِـــد	ســيدنا الرضـــا الأبَـــرّ
⑥ قال:أمـا نظـرتَ الجَـما	قلـتُ نظـرتُ قـال ذَر
⑦ قلـتُ فكيـف نَهتَـدِي	قـال: أضاءنا(٦) القَمَر (١٢٢٤ھ)
⑧ قلـــتُ ختـــام درســـه	قـال : أخـائـر الدُّرَر (١٢٣٧ھ)
⑨ قلـــت فعـــامُ نقلـــه	قال : مُـحَجَّل أغَرّ(٧) (١٢٨٢ھ)

(١) من شطر الرجز المشطور المربّع، بطَيّ الصدر والابتداء، و خَبْنِ العروض والضرب، أصله مستفعلن أربعا، فما طُوِي صار مفتعلن، و ما خُبِن عاد مفاعلن، و جمعهما فيه من بدائع الخلف، بَيْدَ أنه أحلى ــ منه رضي الله تعالى عنه۔

(٢) وضح و استبان.

(٣) الزبر الكتب و أشار بذلك إلى أنّ رمزه مبين فكيف بـإبانته.

(٤) الزمر بفتح الزاء: سخن فاش و آشكارا كردن، و كدُرَر: جماعات الناس جمع، زُمرة. و اللام فى "لزمره" صلة او للتعليل.

(٥) منصوب على الظرفية أي عند السحر و هو السدس الأخير من الليل۔ منه رحمه الله تعالىٰ

(٦) أضاء : أنارَ، و استنار لازم و متعدٍّ. منه۔ رحمه الله تعالىٰ

(٧) هذه صفة أمّة محمد ﷺ كما نطقت به الأحاديث ۰ منه۔ رحمه الله تعالىٰ

....

۶۰ قلت: از اب وجد بندہ۔ **اقول**: اطلاق بندہ وعبد کہ ترجمۂ ہم دگرست بمعنی غلام وبردہ کہ معنی حقیقی آنہاست نچنان شائع ست کہ حاجت باظہارش افتد۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ: وَ الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآىِٕكُمْ ای تزویج کنید نیکان را از بندگان خود وکنیزان خود۔

(۲) ومصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمود: ليس على المسلم فى عبده و لا فرسه صدقة۔ بر مسلمان زکوٰۃ نیست در بندۂ او ونہ دراسپ او۔ أخرجه أحمد و الستة عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه۔

(۳) ونیز فرمود: من قتل عبده قتلناه و من جدع عبده جدعناه۔ ہر کہ بندہ اش را کشد ما اورا کشیم، وہر کہ بندہ اش را گوش وبینی برد ما از وبریم۔ أخرجه أحمد و الأربعة عن سمرة رضى الله تعالىٰ عنه ۔

(۴) ونیز درخطبۂ فرمود: ما بال أحدكم يزوج عبده أمته۔ -الحديث- أخرجه ابن ماجة و الدار قطنى عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما ۔

(۵) ونیز درحدیث آمدہ: ألا أنبئك بشر الناس من أكل وحده و منع رفده و سافر وحده و ضرب عبده ۔ آیا آگاہی نہ بخشم ترا بدترین مردم؟ آں کہ تنہا خورد، وعطا باز دارد، ویکہ سفر کند، وبندۂ خود را زند۔ أخرجه ابن عساكر عن معاذ بن جبل رضي الله تعالىٰ عنه۔

(۶) وامیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمود: قد كنت مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فكنت عبده و خادمه۔ ہر آئنہ بودم با جناب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پس بودم بندۂ او وخادم او۔ أورده في الرياض النضرة عن الزهرى وغيره من العلماء عن أمير المؤمنين عمر و أخرجه أبوحذيفة إسحاق بن بشر صاحب فتوح الشام۔ آثَرَہ محدث دهلى ولى الله بن عبد الرحيم فى إزالة الخفاء۔

۹۶- ما درم باشد کنیزِ تو پدر باشد غلام
خانہ زادِ کہنہ ام آقاے خان و ماں توئی

۹۷- من نمک پرورده ام تاثیر مادر خورده ام
للہ المِنَّہ شکر بخش نمک خواراں توئی

۹۸- خطّ آزادی نخواہم بندگیت خسروی است
یللّے گر بندہ ام خوش مالکِ غلماں توئی (٦١)

---

(۷) و امیرالمؤمنین فی الحدیث شعبہ بن الحجاج گوید: من کتبت عنه أربعة أحاديث أو خمسة فأنا عبده حتى أموت۔ ہرکہ ازو چار یا پنج حدیث نویسم تا زندہ ام اورا بندہ ام۔ ذکره الإمام السخاوي في المقاصد الحسنة۔

(۸) و در کتب فقہیہ " أعتق عبده و باع عبده" بزبان عربی، و"بندۂ خود را آزاد کرد و بندۂ خویش فروخت" بزبان پارسی، بیش ازاں ست کہ شمار کردہ آید۔

(۹) مولوی معنوی قدس سرہ در قضیۂ شِرا و عتق بلال قول صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بحضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چناں می آرد۔ **شعر:**

گفت ما دو بندگانِ کوے تو ۔۔۔ کردمش آزاد ہم برروے تو

(۱۰) از عادات کریمۂ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معلوم ست کہ نام قبیح را تغییر فرمودے، خاصہ نامے کہ بحکم شرع شرک بودے۔ و عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم ہاشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہمچو عبداللہ بن جعفر طیار صحابی ابن صحابی و برادر زادۂ سید ابرار ست صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم و بارک وسلم۔

٦١ **قلت:** مالک غلماں توئی۔ **اقول:** اگر چند ملک حقیقی مختص بمالکِ حقیقی ست جلّ و علا امابر معنی مجازی ہم شائع الاستعمال و در اطلاقش زنہار محذورے نہ۔

(۱) قال تعالیٰ: اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ۔

(۲) وقال تعالیٰ: فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ۔

....

(۳) در زبور مقدس فرمود: امتلأت الأرض من تحميد أحمد و تقديسه و ملك الأرض و رقاب الأمم ۔ پُرشد زمین از ستائش واظہار پاکی احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مالک شد احمد تمامی زمین وگردن جملہ امتہارا۔ ذكره الشاه عبد العزيز الدهلوى فى التحفة الاثنا عشرية۔

(۴) سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمود: "من قذف مملوكه بالزنا يُقام عليه الحدّ يوم القيامة إلا أن يكون كما قال"۔ ہر کہ مملوکش را بزنا طعنہ کند روز قیامت بروحد زنند، مگر آں کہ راست گفتہ باشد۔ أخرجه أحمد والشيخان و أبو داود والترمذى عن أبي هريرة رضى الله تعالىٰ عنه ۔

(۵) و نیز فرمود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مَن مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ۔ ہر کہ مالک شود صاحب قرابت محرمہ را آزاد گردد۔ أخرجه أحمد و أبو داود و الترمذى و ابن ماجة والحاكم بسند على شرط الشيخين عن سمرة بن جندب رضي الله تعالىٰ عنه۔

(۶) و در حدیث دیگر آمد: اتقوا الله في الضعيفين المملوك والمرأة۔ خدا ے را ترسید در حق دو ناتوان: مملوک و زن۔ أخرجه ابن عساكر فى تاريخه عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما ۔

(۷) و در حدیث آخرست: ستكون عليكم أئمة يملكون ارزاقكم۔ الحديث۔ سرانجام ست کہ باشند بر شما شاہانے کہ مالکِ رزق شما باشند۔ أخرجه الطبراني في الكبير عن أبي سلامة رضي الله تعالىٰ عنه۔

(۸) و نیز در حدیث ست: مملوكك يكفيك فإذا صلى فهو أخوك۔ مملوک تو کفایت کارہاے تو می کند پس چوں نماز گزارد برادرت باشد۔ أخرجه ابن ماجة عن أبي بكر الصديق رضى الله تعالىٰ عنه ۔

انتساب المدّاح الٰی کلاب الباب العالی

۹۹- برسرِ خوانِ کرم محروم نگزارند سگ
من سگ و ابرار مہماناں وصاحبِ خواں توئی (۶۲)

۱۰۰- سگ بیاں نتواند و جودت نہ پابندِ بیانست
کامِ سگ دانی وقادر برعطائے آں توئی (۶۳)

---

(۹) عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ گوید: إن رجلا أعتق ستة ممالیك له ۔ مردے شش مملوک خودرا آزادنمود۔ أخرجه مسلم ۔

(۱۰) سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گوید: کنت مملوکا لأمّ سلمة ۔ من مملوکِ ام سلمہ (بودم)۔ رواہ أحمد و أبو داود و النسائی والحاکم ۔

من فقیر ایں ہمہ دلائل واحادیث کہ در بارۂ جواز اطلاق عبد و بندہ و مالک ومملوک گرد آوردہ ام بحمد اللہ تعالیٰ، جملگی کارنیم نظرست ورنہ امر استقرا وفحص وتلاش را باذنہ تعالیٰ شانے دگرست۔ وما توفیقی الّا باللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۶۲ **قلت**: ابرار مہمانان وصاحب خوان توئی۔ **اقول**: در بہجہ فرماید بعد ازاں کہ حضرت سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدمی ھٰذہ فرمود اولیا وابدال واوتاد کہ بدرگاہش حاضر آمدندے درتسلیم وتحیت عرضہ داشتندے: یا من السماء و الأرض مائدته و أهل وقته کلهم عائلته۔ سلام برتو اے آں کہ آسمان وزمین خوان او ست وہمہ خلق زمان عیال ووظیفہ خواران او۔

۶۳ **قلت**: قادر برعطائے آں توئی۔ **اقول** وباللہ التوفیق: پیش مردان ایں راہ معلوم ومقررست کہ حق جلّ وعلا باغنا وبے نیازیش چناں کہ تدبیر امور مفوض بملائکہ مدبرات الامور فرمودہ است کہ در قرآن عظیم سوگند ایشان یاد می کند۔ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا۝ ۔ جبریل امین علیہ الصلاۃ والتسلیم کہ بربتول عذرا مریم علی ابنہا و

....

علیہا الصلاۃ و الثنا آمد دانی چہ گفت؟ گفت: إِنَّمَآ أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ ۖ لِأَهَبَ لَكِ غُلَٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ ۔من ہمیں فرستادۂ پروردگارتوام تا بخشم ترا پسرے پاکیزہ۔

سبحٰن اللہ خداے می دہد، اما جبریل کہ واسطۂ عطاست می گوید آمدہ ام تا من پسرت بخشم ۔ ،ہمچناں نظام عالم وابستہ راے خواص بشر نمودہ است ۔ وایشاں را برطبق مناصب بفرق مراتب بتدبیر وتصرف اذن فرمودہ۔/ ہر خیرے وبرکتے ،وفوزے ونعمتے ، قلیلہ وجلیلہ، کثیرہ ویسیرہ، ظاہرہ وباطنہ ، دینیہ ودنیویہ از حضرت [۱] جل مجدہ براحدے فائض شدن می خواہد فرمان امضایش بدرگاہ عرش جاہ حضور پرنور سید عالم -صلوات اللہ و سلامہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین- می رسد کہ ہمونست خلیفۂ اعظم ونائب مطلق ومرجع عالم وقاسم برحق، چناں کہ فرمود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :إنما أنا قاسم و الله يعطي ۔[۲]

بازاز درگاہ عالم پناہ سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کارہاے کہ متعلق بافلاکیان باشد سلسلہ وار مرتب شدہ احکامش بمدبرات الامور قدسی چوں جبریل و میکائیل علیہم الصلاۃ بالتجیل می رسد، وآناں برزیر دستان خود قسمت نمایند۔ وآں چہ متعلق بزمین ست کارنامہ اش بدربار دُرَر بار مرتضوی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ می آید، وازاں جا بحضرت عالیۂ علیۂ قادریت، وازاں جا باقطاب وارباب خدمات بلاد متفرق می شود۔

نظام سلطنت ظاہری نمونۂ ازیں سلطنت حقۂ باطنی ست۔ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرش تا فرش ہمہ عالم را تاجدار، وجبریل امین وزیر ممالک بالا، وعلی مرتضی دستور

۱؎ ایں جا بیاض ست بقدر چہار پنج کلمہ۔ (مترجم)

۲؎ أخرجه الطبراني في الكبير بسند حسن عن الأمير معاوية رضي الله تعالىٰ عنه و أخرج الحاكم عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: أنا أبو القاسم، الله يعطي و أنا أقسم. قال الحاكم صحيح و أقرّه الناقدون - منه - رحمه الله تعالى.

....

قلمرو زیریں، وسرکار غوثیت مدار المہام والاتمکین، وسائر اقطاب صوبجات وثُوّاب۔ و الملک للہ والحکم للہ والی اللہ سبحٰنہ ترجع الامور۔

این ست معنی آں کہ سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزے باصحابش گفت کہ عراق مرا تفویض کردہ اند باز پس از مدتے ارشاد کرد اکنوں ہمہ زمین شرق وغرب وبحر وبر وسہل و جبل جملہ مرا تسلیم کردند۔

سیدی علی بن ہیتی قدس سرہ فرماید بعد ایں منصب ہمہ اولیاے روے زمین حاضر آمدند وسید ما را رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعہدۂ قطبیت تسلیم وتہنیت نمودند۔ کما فی التحفۃ وغیرہا۔

واین ست سرّ آں چہ سید ما فرمود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ بہر زمین خیلے دارم کہ بر آنہا کسے پیشی نجوید، وبہر لشکر مرا سلطانے کہ احدے تاب خلافش ندارد۔ وبہر منصب مرا نایبے کہ زنہار معزول نہ کردہ شود۔ اخرجہ فی البہجۃ عن الشیخ القدوۃ ابی الحسن الجوسقی قدس سرہ۔

واین ست راز آں کہ آفتاب بر نیاید تا بر بندگانش تسلیم نہ کند وہر سالے وماہے وہفتہ و روزے کہ گام بدنیا نہادن خواہد نخست بدرگاہش حاضر آید وسلام عرض دہد وآں چہ در وشدنی ست یکاں یکاں بسمع قدسی رساند۔ چناں کہ خود/ سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ازیں معنی اخبار فرمودہ است۔ أخرجه في البهجة عن سيدي عمر بن مسعود البزاز و غيره۔

مؤمن پاکیزہ نہاد، صافی اعتقاد را ارشاد واجب الاعتماد ایں سید الافراد وفرد الاسیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند ست واگر از اقوال حضرات اولیاے کرام ایں جا[1] کتابے ضخم می بایست گرد آوردن۔ منکر بے بصر کہ نہ دیدۂ بینا دارد تا خویشتن بیند نہ گوشے شنوا تا بیان اہل عیان را بتسلیم گزیند اگر بہ انکار بر آید چہ تواں کرد۔ شعر:

وكم من عائب قولا صحيحا و آفته من الفهم السقيم

---

[1] دریں مقام سہ یا چہار کلمات از مخطوطہ محو شدہ۔ (مترجم)

....

اما تشفی و تسکین آں نادان مسکین را سخنے چند از کبرا و عمائدش برخوانیم اگر سودے داد فذاک المراد ورنہ حجت الٰہی باتمام رسانیم۔

شاہ عبد العزیز دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ در تحفۂ اثنا عشریہ کہ باقرار بشیر قنوجی از و متواتر ست می گوید: حضرت امیر و ذریۂ طاہرہ او را تمام امت برمثال پیران و مرشدان می پرستند، و امور تکوینیہ را بایشاں وابستہ می دانند، و فاتحہ و درود و صدقات و نذر بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ، چناں چہ باجمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است۔

و نیز در **تفسیر عزیزی** نویسد۔ بعض خواص اولیا را کہ جارحۂ تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گردانند، دریں حالت (اے پس از رحلت نیز) تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد، و اویسیاں تحصیل مطلب کمالات باطن از انہا می نمایند، و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از انہا می طلبند و می یابند، و زبان حال آنہا دراں وقت ہم مترنم بایں مقال ست: من آیم بجاں گر تو آئی بتن۔

پدرش **شاہ ولی اللہ** در فیوض الحرمین گوید: ارواح اولیاے کاملین را نظرے و عنایتے ست بہر چیز از طریقۂ خود و مذہب خود و سلسلۂ خود و نسب خود و قرابت خود و ہر آں چہ بآنہا علاقہ و نسبتے ندارد و بایں عنایت ایشاں عنایت الٰہی در می آمیزد۔ اھ مترجمًا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی در آخر سیف المسلول منصب غوثیت و قطبیت ارشاد، و وساطت تقسیم فیوض و امداد را از حضرت مرتضوی تا جناب عسکری پس بسر کار قادریت تا ظہور مہدی، پس از اں تا قیام قیامت بآں ہادی مہتدی مسلم و مفوض دانند۔/ و می گوید ایں مضمون از کشف و الہام ثابت شدہ و استنباط ایں مدعا از کتاب اللہ و از حدیث سرور پیغمبراں صلوات اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم نیز می توانیم کرد۔

۱۰۱- گر بسنگے می زنی خود مالکِ جان و تنی
ور بہ نعمت می نوازی منّتِ منّاں توئی (۶۴)

مرزا مظہر جان جاناں شہید کہ شاہ ولی اللہ در مکتوبات خویش (آں را) نفس زکیہ، و قیم طریقۂ احمدیہ و داعی سنت نبویہ و متحلّی بانواع فضائل و فواضل می نویسد، در ملفوظات خود سپید گوید: التفات غوث الثقلین بحال متوسلان طریقۂ علیۂ ایشاں بسیار معلوم شد باہیچ کس از اہل ایں طریقہ ملاقات نشدہ کہ توجہ مبارک آں حضرت بحالش مبذول نیست۔ ہم چنیں عنایت حضرت خواجۂ نقشبند بحال معتقدان خود مصروف ست، مغلان در صحرا یا وقت خواب اسباب و اسپان خود بحمایت حضرت خواجہ می سپارند، و تائیدات از غیب ہمراہ ایشاں می شود۔

ایں ہمہ در کنار یارب رأس المنکرین **اسمٰعیل دہلوی** را چہ روی نمود کہ در صراط المستقیم بے باکانہ می گوید: ارباب ایں مناصب رفیعہ ماذون مطلق در تصرف عالم مثال و شہادت می باشند۔

و نیز بنا چاریِ تقدیر سنگے گراں بر سینہ نہادہ می سراید: قطبیت و غوثیت و ابدالیت وغیر ہا ہمہ از عہد کرامت مہد حضرت مرتضی تا انقراض دنیا ہمہ بواسطۂ ایشاں ست و در سلطنت سلاطین و امارت امرا ہمت ایشاں را دخلے ہست کہ بر سیاحان عالم ملکوت مخفی نیست انتہی۔ **شعر:**

گہ بت شکنی گاہ بمسجد زنی آتش — از مذہب تو گبر و مسلماں گلہ دارد

۶۴ **قلت**: گر بسنگے می زنی، الخ۔ **اقول**: ایں کنایہ است از ردّ و قبول۔ حضرت شیخ محقق محدث دہلوی قدس سرہ الزکی در زبدۃ الاسرار فرماید: سیدنا رضی اللہ تعالی عنہ حاکم خافقین و مرجع ثقلین ست، حکم نیست در زمانش مگر حکم او، و تصرف نیست جز تصرف او، مر او راست حکم عام و تصرف تام، و بدست اوست نصب و عزل و ردّ و قبول اھ مترجمًا۔

۱۰۲- پارۂ نانے بفرما تا سُوے من افگنند
ہمتِ سگ ایں قدر دیگر نوال افشاں توئی (۶۵)

۶۵ **قلت**: پارۂ نانے، الخ۔ **اقول**: ایں کنایہ است ازاں قدر خیرات و برکات دینیہ و دنیویہ کہ دل ایں گدا بسوے آنہا تعطش دارد چناں کہ سگان را دیدۂ خواہش بر پارۂ نانے کہ منتہاے ہمت آنہا ست، دوختہ باشد۔ پیدا است کہ نعم و آلاے سرکار را پایان نیست یکے از دیگرے بالا و بہتر، اما داعیۂ طلب از/علم خیزد و مجہول مطلق باندیشہ کم آمیزد ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔

ولہٰذا در حدیث آمدہ کہ مردمان در بہشت نیز بسوے علما محتاج باشند، زیرا کہ حق عزوجل ہر جمعہ ایشاں را دیدار بخشد، و پروانگی دہد کہ ہر چہ خواہید تمنا کنید، ایشاں[1] از رب خود چہ خواہند؟ روے بسوے علما آرند و بتعلیم آناں آرزوہا کنند پس از حضرات علما در دنیا و عقبیٰ (بے نیازی) [در اصل بیاض شدہ] نیست۔ این ست مضمون حدیث و پیدا ست کہ از اجل و افضل ایں علما سرکار معلاے سید ما ست رضی اللہ تعالیٰ عنہ پس روے نگرداند از و مگر شقی اشقی والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالیٰ۔

ابن عساکر عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أن أهل الجنة ليحتاجون إلى العلماء في الجنة و ذلك أنهم يرون الله تعالىٰ في كل جمعة فيقول لهم تمنوا على ما شئتم فيلتفتون إلى العلماء فيقولون تمنوا عليه كذا و كذا فهم يحتاجون إليهم فى الجنة كما يحتاجون إليهم فى الدنيا۔

---

[1] بیاض شدہ بقدر دو سہ کلمہ۔ (مترجم)

۱۰۳- من کہ سگ باشم زِ کوئے تو کجا بیروں رَوم
چوں یقیں دانم کہ سگ را نیز وجہِ ناں توئی (۶۶)

۱۰۴- در کشادہ خواں نہادہ سگ گرسنہ شہ کریم
چیست حرفِ رفتن و مختار خواں و راں توئی

۱۰۵- دور بنشینم زمیں بوسم فتم لابہ کنم
چشم در تو بندم و دانم کہ ذو الاحساں توئی

۱۰۶- للہ العزّۃ سگِ ہندی و در کوے تو بار
آرے ابنِ رحمۃ للعٰلمیں اے جاں توئی

---

۶۶ قلت: وجہ ناں توئی۔ اقول: گزشت آں چہ مقنع باشد اما تائید دعوے وتشید مدعا را حدیثے خوانیم وایں شرح مبارک را ہم براں لفظ مقدس بپایاں رسانیم۔
طبرانی در معجم کبیر از عبادہ بن صامت انصاری علیہ رضوان الباری باسناد صحیح روایت کند سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماید: الأبدال في أمتي ثلاثون بهم تقوم الأرض و بهم تمطرون، و بهم تنصرون ۔ ابدال درامت من سی کسان اند بایشاں بر پا ماند زمین، و بایشاں باراں دادہ شوید، و بایشاں یاری کردہ شوید۔
ودر حدیث آخر فرمود بهم یرزقون بایشاں روزی دادہ شوند۔ أخرجه ایضا عن عوف بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه بإسناد حسن ومعلوم ست کہ سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام ومرجع، وسید ومفزع جملہ ابدال ست۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم۔
اللهم! یا إله عبد القادر، یا رب عبد القادر، یا مالك عبد القادر، یا منعم عبد القادر، أسألك بعبد القادر، فارحمنا بعبد القادر، وانصرنا بعبد القادر، و ارزقنا بعبد القادر، و عافنا بعبد القادر، واعف عنا بعبد القادر، و تقبلنا بعبد القادر، و هبنا لعبد القادر، وهَبْ لنا بعبد القادر جوار عبد القادر۔ آمین یا سیدَ عبد القادر،

۱۰۷- ہر سگے را بر درِ فیضت چناں دل می دہند
مرحبا خوش آ و بنشیں سگ نہ مہماں توئی

۱۰۸- گر پریشاں کرد وقتِ خادمانت عوعوم
خامش اہل درد را مپسند چوں درماں توئی

۱۰۹- وائے من گر جلوہ فرمائی و من ماند بمن
من زمن بستاں و جایش در دلم بنشاں توئی

۱۱۰- قادری بودن رضاؔ را مفت باغ خُلد داد
من نمی گفتم کہ آقا مایۂ غفراں توئی

❀❀❀

بجاه عبد القادر، و صلی الله تعالیٰ علی جدّ عبد القادر، و آل جدّ عبدالقادر، و صحب جد عبد القادر، و علی عبد القادر، و مشایخ عبد القادر، و مریدي عبد القادر، و أصول عبد القادر، و فروع عبد القادر، و علی هذا العبد الأثیم عبد عبد القادر، آمین برحمتك یا أرحم الراحمین.

الحمد للہ سال گزشتہ ۱۳۰۳ھ کہ دیور خامہ نہال ایں نامہ علی قدر ما ارید بزمین تسوید نشاند، و چوں مدحیۂ متن را ہنوز ہنگام طبع نرسید شرح نیز ہم چناں بر طاق نسیاں ماند۔ امسال قلم را در تصنیف و ترصیف رسائل دگر کہ بمقتضاے وقت اہم و اقدم نمود چالشگری پیاپے بود، چوں از انہا پرداخت نسیم باد ایں نہال مراد دگر رہ بگلشن خاطر وزید تا بست و ہشتم ذی القعدۃ ۱۳۰۴ھ روز جمعہ بعد صلاۃ الجمعۃ باضافۂ برخے از مضامین تازہ بارہا بر آوردہ و گلہا گل کردہ چمن چمن چمید۔ والحمد لله أولا و آخرًا و باطنًا و ظاهراً۔ تقبل الله المتن والشرح بجاه صاحب المدح رضی الله تعالیٰ عنه آمین۔ آخر ص ۳۲ سطر ۲۰

قصیدۂ مبارکہ

اِکسیرِ اعظم

۱۳۰۲ھ

از : اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدّس سرّہ

ولادت: ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء —— وصال: ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء

ترجمۂ اکسیر اعظم و مجیر معظم، موسوم بنام تاریخی

تابِ مُنَظَّم

۱۴۳۳ھ

از : محمد احمد مصباحی

صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

بفیضِ تاجدار اہلِ سنّت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت

سرکارِ مفتیِ اعظم علامہ شاہ مصطفےٰ رضا قادری نوری قدّس سرّہ

ولادت: ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۳ء —— وصال: ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء

باہتمام

المجمع الاسلامی مبارک پور و رضا اکیڈمی ممبئی

اشاعت اول صفر ۱۴۳۴ھ / دسمبر ۲۰۱۲ء

ص۱۰۶ خالی رہے گا

اِکسیر اعظم

۱۳۰۲ھ

قصيدة مجيدة مقبولة إن شاء الله تعالىٰ في منقبة
سيدنا الغوث الأعظم -رضي الله تعالىٰ عنه-

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت میں
ایک قصیدۂ شریفہ جو مقبول ہے اگر خدا تعالیٰ چاہے۔

مطلع تشبیب و ذکر عاشق شدن حبیب

تشبیب کا مطلع اور محبوب پر عاشق ہونے کا تذکرہ

۱- اے کہ صد جاں بستہ در ہر گوشۂ داماں توئی
دامن افشانی و جاں بارد چرا بے جاں توئی

تم وہ ہو جس کے ہر گوشۂ دامن سے سیکڑوں جانیں بندھی ہوئی ہیں، دامن جھاڑتے ہو تو جانوں کی بارش ہوتی ہے پھر تم کیوں بے جان نظر آرہے ہو؟

ترجمۂ **مجیر معظم** شرح قصیدہ **اِکسیر اعظم**
۱۳۰۳ھ ۱۳۰۲ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ساری حمد اللہ کے لیے جس کا شکر **اکسیر اعظم** اور جس کا ذکر **مُجیر معظم** ہے۔
اور درود و سلام ہو ان پر جو قدرت و اقتدار والے رب کے بندے اور اولین و آخرین کے فریادرس ہیں یعنی یہ نبی اکرم جو رب کی رحمت کے ساتھ بھیجے گئے ہیں۔ اور ان کی آل،

۲- آں کدامیں سنگ دل عیارۂ خوں خوارۂ
کز غمش باجان نازک در تپ ہجراں توئی

وہ کون سا سنگ دل خوں خوار عیار ہے جس کے غم کے باعث ایک نازک جان رکھتے ہوئے تم دردِ فراق میں مبتلا ہو۔

۳- سروِ ناز خویشتن را بر کہ قمری کردۂ
عندلیب کیستی چوں خود گلِ خنداں توئی

اپنے سرو ناز کو کس پر قمری بنا رکھا ہے؟ - تم کس گل کے بلبل ہو جب کہ تم خود شگفتہ پھول ہو؟(۱)

اصحاب اور عارفین امت پر خصوصًا اُن پر جو اولیا میں اسی طرح ممتاز ہیں جیسے ان کے جد کریم انبیا میں - علیہ و علیہم التحیۃ و الثنا - یا جیسے ابوبکر صدیق صحابہ میں، یا علی مرتضیٰ اہل قرابت میں ممتاز ہیں۔ ان پر رضا و خوشنودی کا ابر، باراں فگن ہو۔ بڑے شمشیر زن، بہت قتل کرنے والے، حال سلب کرنے والے، عطائیں برسانے والے، خطائیں چھپانے والے، مجد و بزرگی میں اپنے جدّ اکرم کے وارث، اماموں کے امام، لگاموں کے مالک، مشکل کُشا، نافعِ امت، کائنات میں تصرف کرنے والے، چھپی چیزوں پر نظر رکھنے والے، دین و دنیا میں مریدوں کی حمایت فرمانے والے، دشمنوں تک کو اپنے احسانات سے نوازنے والے، عطا و منع والے، دینے اور چھیننے والے، بڑی کثرت سے نعمتیں دینے والے اور تکلیفیں روکنے والے، محتاجوں کا خزانہ، کمزوروں کی جائے پناہ، صاحب قضا کے اذن سے قضا کو رد کرنے والے، ماں باپ دونوں جانب سے شریف و کریم، دونوں شرف میں عظیم، شریعت و طریقت دونوں کا سنگم، اہل شریعت و

---

(۱) **سرو:** درخت سرو کا نیا پودا، جس سے محبوب کو اور قد محبوب کو تشبیہ دیتے ہیں۔ **قمری:** فاختہ کی ایک خوب صورت قسم، جسے شعرا سرو کا عاشق کہتے ہیں۔ بلبل کو پھول کا (گلِ سرخ کا) عاشق کہا جاتا ہے۔ اس لیے اظہار حیرت اور سوال ہے کہ گل ہوتے ہوئے بلبل سا حال کیسے۔

۴- ہم رخاں آئینہ داری ہم لباں شکر شکن
خود بخود در نغمہ آئی باز خود حیراں توئی

تمھارے رخسار آئینہ ہیں اور لب شیریں سخن- اس لیے خود ہی نغمہ سرا ہوتے ہو پھر خود ہی حیرت میں پڑ جاتے ہو۔

۵- جوے خوں نرگس چہ ریزد گر بچشماں نرگسی
بوے خوں از گل چہ خیزد گر بہ تن ریحاں توئی

اگر تمھاری آنکھیں نرگس ہیں تو نرگس سے خون کی نہر کیسے رواں ہے؟ اگر تمھارا بدن پھول ہے تو پھول سے خون کی بو کیسے آ رہی ہے؟[1]

طریقت دونوں فریقوں کا مرجع، سنت کی حمایت فرمانے والے، فتنے مٹانے والے، انسانوں میں سر برآوردہ، سر برآوردہ حضرات کی آنکھوں کی پتلی، ایسے طالب جو مطلوب ہیں، ایسے محب جو محبوب ہیں، عزت، کرامت، سیادت، قیادت، سبقت اور امامت والے۔ فنا کے صحن، بقا کی زمین، اُنس کی بارگاہ اور قدس کی درگاہ میں سیر و اقامت والے، سلامتی کے رخ تاباں، اسلام کو زندگی دینے والے، ہمارے ملاذ، معاذ، غوث، غیث، ملجا، ماویٰ اور آقا و مولا، فرد صمدانی، قطب ربّانی، **ابو محمد عبد القادر حسنی حسینی جیلانی**۔ اللہ ان سے راضی ہو اور انھیں ہم سے راضی رکھے اور ان کی رضا کو دارین میں ہماری مضبوط پناہ گاہ بنائے۔ اور درود و سلام ہو ہم پر ان حضرات کے ساتھ، ان کے وسیلے سے اور ان کے سبب، اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! قبول فرما، قبول فرما۔

امّا بعد گدائے سرکارِ غوثیہ، سگِ کوے قادریہ **عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی سنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی** - اللہ اس کا حشر سگانِ مولا میں فرمائے - عرض پرداز ہے کہ فقیر

---

(۱) معشوق چوں کہ خود گرفتارِ عشق ہے اس لیے اس کا حال عاشقوں جیسا ہو گیا ہے۔ آنکھوں سے خون آمیز آنسو رواں ہیں اور دل غمِ ہجر سے کباب ہو گیا ہے اس لیے اس کے بدن سے جلے ہوئے خون کی بو آ رہی ہے۔

۶- آں حسینستی کہ جانِ حسن می نازد بتو
می ندانم از چہ مرگِ عاشقی جویاں توئی

تم وہ حسین ہو جس پر حُسن کی جان ناز کرتی ہے۔ نہ معلوم کیوں تم ''موتِ عشق'' کے طلب گار ہو؟

۷- نو غزالِ کمسنِ من سوے ویراں می رمی
ہیچ ویرانہ بود جائیکہ در جولاں توئی

میرے کمسن ونوخیز غزال تم ویرانے کی طرف بھاگے جارہے ہو، جہاں تمھاری جولانی ہو وہ جگہ کوئی ویرانہ ہوگی؟

۸- سینہ حُسن آباد شد ترسم نمانی در دِلم
زانکہ از وحشت رسیدہ در دلِ ویراں توئی

دل کے ویرانے میں تم پہنچے، سینہ ''حُسن آباد'' ہوگیا۔ اب مجھے ڈر ہے کہ میرے دل میں نہ رہو، اس لیے کہ تم جس وحشت وویرانی کو دیکھ کر اُس میں آئے تھے وہ نہ رہی۔

نے ماہ مبارک ربیع الآخر ۱۳۰۲ھ میں سراپا طہارت، حضور پرنور، صاحب فضل بلند، سلطان المشائخ **محبوب الٰہی** - علیہ الرضوان الغیر المتناہی (ان پر رب کی بے پایاں رضا متوجہ ہو) کی زیارت کے قصد سے بریلی سے شدّ رِحال (سفر) کرکے بارگاہ غیاث پور کی خاک بوسی کی، تین دن بعد وہاں سے واپس آ کر شاہجہان آباد دہلی میں قیام کا عزم کیا۔ اس سے دو سال قبل میری داہنی آنکھ میں کثرت مطالعہ کے باعث کچھ ضعف آ گیا تھا، دل نے کہا آنکھ کی شفا وصفا کی امید پر دواے چشم کے لیے طبیبوں کے پاس رجوع کیا جا سکتا ہے۔ میں نے دل کا مشورہ قبول کیا۔ لیکن چالیس دن تک پہاڑ کھودا، سوکھی گھاس بھی ہاتھ نہ آئی (کوئی چوہیا بھی نہ ملی) سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضل راسخ کی جانب توجہ کی، از راہ محبت وشوق حضرت کی مدح میں چند اشعار لکھے۔
رات کے وقت جب سر تکیے سے لگایا، نیند آ گئی، اب خواب مجھے کس دروازے

۹- سوختم من سوختم اے تاب حسنت شعلہ خیز

آتشت در جاں بیازد خود چرا سوزاں توئی

جل گیا میں جل گیا تمھارے حسن کی تپش کیسی شعلہ خیز ہے، تمھاری آتشِ حسن میری جان سے کھیلتی ہے پھر تم خود کو کس لیے جلا رہے ہو ؟

۱۰- ایں چنینی اے کہ ماہت زیرِ ابرِ عاشقی ست

آہ اگر بے پردہ روزے بر سرِ لمعاں توئی

تمھارا چاند عشق کے بادل میں ہے تو تمھارا یہ حال ہے، آہ! اگر کسی دن بے پردہ تمھاری درخشانی ہو تو کیا حال ہوگا؟

۱۱- سینہ گر بر سینہ ام مالی غمت چینم مگر

دانم اینہم از غرض دانی کہ بس ناداں توئی

اگر میرے سینے سے سینہ ملاؤ تو میں تمھارا غم چُن لوں، مگر میں جانتا ہوں کہ تم اسے بھی ''غرض'' جانو گے اس لیے کہ بہت نادان ہو۔

سے اور کس بارگاہ میں لے گیا؟ (وہ سنیے) ایک رنگین جنت نشان مقام ہے جس کے جنوب میں مسجد ہے اور شمال میں ایک درگاہ ہے۔ بختِ رسا کے ہمراہ جب وہاں پہنچا تو اس احاطے میں تین تُربتیں نظر آئیں۔

قبلہ کی جانب حضرتِ کارساز، **خواجۂ غریب نواز**، سلطان الہند، وارث نبی، قدس سرہ العلیّ کا مزار با امتیاز ہے۔ اس کے پیچھے ایک ہاتھ کے فاصلے پر ایک ایسے چاند کی منزل ہے جس کی تابندگی سورج کی طرح ہے۔ جیسے آفتاب اور وقت چاشت، اور چاند جب سورج کے پیچھے آئے۔ یعنی درجات بخشنے والے صاحب برکات سیدنا **شاہ برکت اللہ مارہروی** - رَوّح روحہ الملِک القویّ - کا مخزنِ برکات مرقدِ مبارک ہے اس کی پشت پر ایک اور قبر ہے جسے میں نہ پہچان سکا۔

سرِ عقیدت کو قدم بنایا، جب پہنچنے کے قریب ہوا تو دیکھا کہ پہلے خواجۂ بزرگ کا

۱۲- ماہِ من مہ بندہ اُت مہ را چہ مانی کایں چنیں
سینہ وقفِ داغ و بے خواب سرگرداں توئی

میرے چاند! چاند تو تمھارا غلام ہے پھر چاند کی مشابہت کیوں اختیار کر رکھی ہے کہ سینہ داغ عشق کے لیے وقف ہے اور خواب و آرام چھوڑ کر سرگرداں ہو۔

۱۳- عالمے کُشتہ بناز، ایں جا چہ ماندی در نیاز
کار فرما فتنہ را آخر ہماں فتّاں توئی

ایک جہان کو اپنے ناز سے مارا، یہاں کیوں نیاز میں پڑ گئے، اپنے فتنے کو کام میں لاؤ، آخر تم وہی فتنہ گر تو ہو۔

۱۴- دام کاکُل بہر آں صیّادِ خود ہم می کشا
یا ہمیں مشتِ پَرِ مارا بلائے جاں توئی

زلفوں کا جال اپنے اس صیاد کے لیے بھی پھیلاؤ، یا صرف ہمارے ہی پَروں کے لیے بلائے جان ہو؟

مزار پاک ہے میں پائتانے بیٹھ گیا۔ اب کیا دیکھتا ہوں کہ مرقد کا بالائی حصہ چاک ہوتا ہے اور حضرت خواجہ اس کے اوپر قبلہ رُو آرام فرما ہیں، چشم مبارک کھلی ہوئی ہے۔ قوی، تناور، دراز قامت شخصیت ہے، رنگ سرخ ہے ساتھ ہی ایک دبدبہ اور شوکت و دلیری بھی عیاں ہے۔ آنکھیں کشادہ، داڑھی کے بال سیاہ و سفید، عیب سے دور، محاسن سے بھرپور ذات مبارک ہے، بے خود ہو کر دوڑا اور اپنے آپ سے بڑھ گیا۔ وہ خاکِ پاک جو مزار کے چاک ہونے میں برآمد ہوئی تھی، چہرے اور آنکھ پر لگائی۔ پھر کیا تھا اپنی خوش قسمتی پر ناز کرنے لگا اور سورۂ کہف کی تلاوت شروع کر دی، دروازۂ مسجد کے پاس چند مجاور میری تلاوت پر تُرش رُو ہو گئے کہ نماز کا وقت ہے اور اِس شخص نے تلاوت کا باب کھول دیا، میں نے اپنے دل میں کہا: سبحان اللہ! ایک بندہ ایک خواجہ کے سامنے قرآن کی تلاوت میں مصروف ہے، اِن کے دل پر کیوں گراں ہو رہا ہے۔ اس خیال کا دل میں آنا تھا کہ حضرت

۱۵- باغہا گشتم بجانِ تو کہ بے ما ناستی
یارب آں گل خود چہ گل باشد کہ بلبل ساں توئی

میں نے بہت سارے باغوں کی سیر کی، تمھاری جان کی قسم! تم بے مثال ہو، یا رب! وہ گل کیسا گل ہوگا جس پر تم بلبل کی طرح فدا ہو۔

۱۶- من کہ می گریم سزاے من کہ رُویت دیدہ ام
تو کہ آئینہ نہ بینی از چہ رُو گریاں توئی

میرا رونا تو بجا ہے اس لیے کہ تمھارا چہرہ دیکھ لیا ہے، تم تو آئینہ دیکھتے نہیں پھر کس کا چہرہ دیکھ کر اشک بار ہو؟

۱۷- یا مگر خود را بُروے خویش عاشق کردۂ
یا حسیں تر دیدۂ از خود کہ صید آں توئی

شاید اپنے ہی رخ پر خود کو عاشق بنا لیا ہے یا اپنے سے زیادہ کوئی حسین دیکھ لیا ہے جس کے شکار ہو گئے ہو؟

خواجہ قدس اللہ سرہ کے لب اقدس پر تبسم کی شیرینی نمایاں ہو جاتی ہے۔ گویا مجھے اشارہ فرما رہے ہیں کہ انھیں چھوڑو، تم پڑھو اور خبردار! اے فقیر اِن کی بات کا کچھ خیال نہ کرنا۔ اس التفات کی حلاوت نے میرے دل سے ان ترش رُویوں کے انکار کی تلخی مٹا دی۔

اب مجھے یاد نہیں کہ رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً وَّهَيِّئۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا۝ [کہف-آیت نمبر ۱۰] تک پہنچا تھا- یا- يَنۡشُرۡ لَكُمۡ رَبُّكُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِهٖ وَيُهَيِّئۡ لَكُمۡ مِّنۡ اَمۡرِكُمۡ مِّرۡفَقًا۝ [کہف آیت نمبر ۱۶] تک، کہ میری آنکھ کھل گئی اور وہ باب بند ہو گیا۔ بحمد اللہ، اِدھر یہ خواب دیکھا اور اُدھر مرض میں نمایاں تخفیف ہوئی۔ میں نے کہا

---

(۱) اے ہمارے رب ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے کام میں ہمارے لیے راہ یابی کے سامان کر۔ (کہف ت ۱۰)

(۲) تمھارا رب تمھارے لیے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمھارے کام میں آسانی کے سامان بنا دے گا۔ (کہف ت ۱۶)

گریز ربط آمیز بسوے مدح ذوق انگیز

ربط آمیز گریز ذوق انگیز مدح کی جانب

۱۸- یا ہمانا پرتوے از شمعِ جیلاں برتو تافت
کایں چنیں از تابشُ وتپ ہر دو با ساماں توئی

یا شاید شمع جیلان کا پرتَو تم پر پڑ گیا ہے کہ ایسی روشنی اور حرارت دونوں سامان تم میں جمع ہو گئے ہیں۔

یہ اُس پاک تربت کی خاک مَلنے کی برکت ہے۔ اور حضرت خواجہ کی یہ بندہ نوازی حضرت محبوب الٰہی کی مدحت کی بدولت ہے۔

میرا دل جوش میں آیا اور صدا لگائی کہ اے شخص تو نے آنکھ سے دیکھ لیا اور آنکھ پر آزمالیا، تو کوئی پتھر ہی ہوگا اگر اب بھی تیرے یقین میں اضافہ نہ ہوا۔ سُن اِدھر آ کہ اس سے اہم مدح کی طرح ڈالیں اور کوے غوثیت کی خاک پر جان نثار کریں۔ اس کے بعد یہ قصیدۂ مبارکہ جسے جان برادر **حسن رضا خاں حسنؔ** -صِیْنَ عَنِ الْمِحَن- (مصیبتوں سے محفوظ رہیں) نے نام تاریخی **اکسیر اعظم** (۱۳۰۲ھ) سے موسوم کیا بہت کم وقت میں تیار ہو کر میرے لیے فرحت بخش ہو گیا۔ درگاہ بیکس پناہ، قادریت جاہ -علیہ رضوانُ اللہ- سے حسن قبول مطلوب اور متوقع ہے۔ ع وَ لِلْأرضِ مِن کاسِ الکرامِ نَصِیبٌ (کریموں کے جام سے زمین کو بھی کچھ حصہ مل ہی جاتا ہے)۔

میرے بھائی! مجھ ہرزہ سرا نے کبھی شعر گوئی کا فن نہ سیکھا، نہ شاعری کا سرمایہ جمع کیا، نہ میں شعرا کا دمساز، نہ مشاعرہ باز، نہ یہ دماغ کہ اپنے کام چھوڑ کر ان سب میں

---

(۱) اکسیرِ اعظم: بہت عظمت والی اکسیر۔ نور اللغات میں ہے: ''اِکسیر بالکسر (۱) کیمیا۔ وہ شی جس سے تانبے کو سونا اور رانگے کو چاندی بناتے ہیں۔ (۲) کسی مرض کے لیے نہایت مفید اور سریع الاثر دوا۔ (۳) نہایت فائدہ مند۔ عموماً ہر ایک مفید اور پُر اثر بات کی نسبت کہتے ہیں۔'' یہاں دوسرے یا تیسرے معنی زیادہ واضح ہیں۔ مترجم۔

۱۹- آں شہے کاندر پناہش حسن و عشق آسودہ اند

ہر دو را ایما کہ شاہا ملجأ ماایان توئی

وہ بادشاہ جس کی پناہ میں حسن اور عشق دونوں آسودہ ہیں، اے بادشاہ! ذرا دونوں کو اشارہ ہو، ہمارے ملجا تم ہی ہو۔

۲۰- حسن رنگش عشق بویش ہر دو بر رُویش نثار

ایں سراید جاں توئی واں نغمہ زن جاناں توئی

حسن اس کا رنگ ہے عشق اس کی بو ہے دونوں اس کے رخ پر نثار ہیں، یہ گاتا ہے ''جاں توئی'' (جان تم ہو) وہ نغمہ زن ہے ''جاناں توئی''۔ (جاناں تم ہو)

لگوں، میں اس فن میں کسی کی شاگردی کا داغ بھی یکسر نہیں رکھتا، جو کچھ زبان پر آتا ہے قلم کے حوالے کرتا ہوں، حاشا! زندگی بھر کبھی کوئی غزل نہ کہی، نہ پائے خیال کسی غزال کے پیچھے غزل خواں ہو کر چلا۔

ہاں کبھی کبھی محبوبان خدا کی مدحت کا شوق جلوہ فگن ہوتا ہے اور بے زحمتِ فکر خدا جو چاہتا ہے بندہ عرض کرتا ہے۔ پھر اسے جمع کرنے اور محفوظ رکھنے کی فکر نہیں ہوتی، بہت ایسا ہوتا ہے کہ متفرق اوراق پر لکھ ڈالتا ہوں یہاں تک کہ عربی، فارسی اور اردو منظومات کی چار بیاضیں گم کر چکا ہوں اور فکر تلاش سے آزاد ہوں کہ جو کچھ رقم ہو گیا وہ ان شاء اللہ العزیز اس کثیر السیّآت کے نامۂ حسنات میں ثبت ہو گیا، میرے اعمال سے وہ باہر جانے والا نہیں خواہ میرے ساتھ رہے یا نہ رہے۔ بالجملہ میں اسی مقام پر ہوں جس کا ذکر خود میں نے ان شعروں میں کیا ہے: قطعہ

نہ مرا نوش ز تحسیں نہ مرا نیش ز طعن ❁ نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوش ذمے

منم و کنج خمولے کہ نگنجد در وے ❁ جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

نہ مجھے تحسین کی لذت سے سروکار، نہ طعن و تشنیع کے ڈنک کی پروا، نہ کسی مدح پر توجہ، نہ کسی مذمّت کا ہوش۔ میں ہوں اور ایک گوشۂ گم نامی، جس میں صرف میری گنجائش

۲۱- عشق در نازِش کہ تا جاناں رسانیدم ترا(۱)
حُسن در بالِش کہ خود شاخے ز محبوباں توئی(۲)

عشق فخر کر رہا ہے کہ میں نے تم کو محبوب تک پہنچایا، حسن ترقی کر کے کہتا ہے تم خود محبوبوں کی ایک شاخ ہو۔

ہے اور چند کتابوں اور دوات و قلم کی۔

اب بعض احباب - سلّمهم الملك الوهاب - کی طلب پر اس قصیدہ (اکسیر اعظم) کی ایک مختصر شرح مرتّب کر رہا ہوں اور متن کے مطابق بغرض تاریخ اس کا نام **مُجیر معَظّم** (۱۳۰۳ھ) رکھتا ہوں۔ اور توفیق مجھے اللہ ہی سے ملنے والی ہے، اور خدا کا درود ہو اس کے حبیب پاک اور ان کی جاہ و مرتبت والی آل پر۔

۱؎ **قلت:** عشق در نازِش الخ۔ **اقول:** بلبل سے بمناسبت عشق، حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات مراد ہے۔ خود قصیدہ بائیہ میں ارشاد فرمایا ہے: أنا بلبل الأفراح. میں فرحتوں والا بلبل ہوں- اور چمن سے مراد مقام وصال ہے، اور یہ معلوم ہے کہ وصل الٰہی عشق کی یاوری کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

۲؎ **قلت:** حسن در بالش ۔الخ۔ **اقول:** محبوبوں سے اہل بیت رسالت مراد ہیں، -علیہ وعلیہم افضل الصلاۃ والتحیۃ- اور حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس گلزارِ سدا بہار کی ایک شاخ ہیں۔ یعنی عشق کے جواب میں حسن ترقی کر کے یہ کہتا ہے کہ تم صرف عاشق ہی نہیں بلکہ خود محبوب بھی ہو، اور تمھارا قرب و وصل صرف عاشقی کی وجہ سے نہیں بلکہ محبوبیت کی راہ سے ہے۔ عاشق تو تمام اولیاے کرام ہیں۔ اور اپنے عشق کے بقدر بارگاہ قرب میں کسی مقام پر فائز ہیں لیکن آنجا کہ جاے نیست تو آنجا رسیدہ ای (تمھاری رسائی وہاں ہے جہاں کوئی جگہ نہیں) کسی کا مقام بس دروازے تک ہے اور کسی کا قرار و

---

(۱) **مجیر مُعظّم: مجیر:** پناہ دینے والا۔ **معظم:** وہ جس کی تعظیم کی جائے۔ باعظمت۔

۲۲- عشق گفتش سیّدا بر خیز و رُو بر خاک نہ،
حسن گفت از عرش بگزر پرتوِ یزداں توئی (۳)

عشق نے کہا آقا! اٹھو چہرہ خاک پر رکھو، حسن بولا عرش سے بھی آگے بڑھ جاؤ، تم تو خدا کا جلوہ ہو۔

آرام گھر کے اندر ہے۔ مگر غایتِ غایات اور نہایتِ نہایات جو "مخدَع" سے عبارت ہے وہ آپ کی ذات پاک کا حصہ ہے- رضی اللہ تعالیٰ عنک- جیسا کہ اس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا۔ (۱)

لفظ "بالِش" (بڑھنا، نشو ونما پانا) کی مناسبت "مقام ترقی" اور لفظ "شاخ" دونوں سے واضح ہے۔

۳ **قلت**: عشق گفتش سیدا، الخ۔ **اقول**: اس شعر کا حاصل اس حدیث کا مضمون ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَهُ اللہ۔ "جو خدا کے لیے فروتنی اختیار کرتا ہے اللہ عزّ وجل اسے رفعت و بلندی بخشتا ہے"۔ اسے ابونعیم نے حِلیۃ الاولیا میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حسن روایت کیا۔

تواضع اور رفعت کا یہ تلازم بطور تجدُّد، غیر متناہی ہے، یعنی کسی حد پر رکنے والا نہیں، جسے عشق کا کوئی حصہ عطا ہوتا ہے وہ ضرور سجدہ کی جانب مائل ہوتا ہے اور فروتنی کی زمین پر جبیں سائی کرتا ہے۔ یہی بات محبوبیت کا سبب بن جاتی ہے۔ جیسا کہ حق جلّ وعلا فرماتا ہے: لَایَزَال عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ۔ "میرا بندہ نوافل

(۱) مخدع ـ بر وزن منبر و مصحف، و قيل بتثليث الميم ـ بيتٌ في بيتٍ ـ مخزن۔
گھر کے اندر کی وہ کوٹھری جس میں قیمتی مال ومتاع کو محفوظ رکھتے ہیں۔ قول نمبر ۳۴ کی شرح میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے مقام غوثیت کے لحاظ سے اس کی تفسیر "گنجینۂ راز" سے کی ہے جو بہت عمدہ، مناسب اور واضح ہے۔ مترجم

....

کے ذریعہ میری نزدیکی پانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں"۔ —— یہ ارشاد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب جلّ شانُہٗ سے روایت کیا۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی تخریج کی۔

پھر عنایت ربانی جو اس بندے کے حال پر مبذول ہے اس کے باعث وہ بندہ اس رفعت و ترقی پر نہ سر اٹھاتا ہے نہ اپنے کو کسی شمار میں لاتا ہے بلکہ اپنی اصل اور مولیٰ کے فضل پر نظر کرتے ہوئے پہلے سے زیادہ جھکتا، گرتا، اور خود بینی سے بھاگتا ہے یہاں تک کہ اگر اس کے بس میں ہوتا ہے تو اپنے کو خاک کے برابر کر دیتا ہے۔ اس تواضع و خاکساری کی زیادتی پر مزید قرب عطا ہوتا ہے اور شدّتِ محبوبیت کا حصول ہوتا ہے۔ تواضع کی زیادتی اور قرب میں ترقی کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے۔ یہاں تک کہ تن رخصت ہو جاتا ہے جان رہ جاتی ہے اور "میں" ختم ہو جاتا ہے۔ "وہی وہ" رہتا ہے۔ جیسا کہ اسی حدیث قدسی میں حق تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: فَإِذا أَحْبَبْتُه كُنْتُ سَمْعَه الَّذِيْ يَسْمَعُ بِه، وَ بَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِه، وَ يَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِها، وَ رِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بها۔ "تو جب میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں اس کا وہ کان ہو جاتا ہوں جس سے سنتا ہے، اور اس کی وہ آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا وہ ہاتھ جس سے پکڑتا ہے، اور اس کا وہ پاؤں جس سے راہ چلتا ہے"۔

سبحٰن اللہ ! ورق درنوشتند وگم شد سبق۔ ورق لپیٹ دیا گیا اور سبق گم ہو گیا

یہ ہیں شعر کے الفاظ "پرتو یزداں توئی" کے معنی - بات لمبی ہے اور بولنے کا دروازہ بند۔

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش۔ اے حافظ تو ایک خاک نشین گدا ہے، شور مت کر۔

الالتفات الی الخطاب مع تقریر جامعیۃ الحسن والعشق

خطاب کی جانب التفات، ساتھ ہی حسن وعشق کی جامعیت کا بیان

۲۳- سرورا جاں پرورا حیرانم اندر کار تو
حیرتم در تو فزوں بادا(۴) سِرِ پنہاں توئی(۵)

اے سرور! اے روح پرور! میں تمھارے معاملے میں حیران ہوں، میری حیرت میں اور اضافہ ہو، تم ایک پوشیدہ راز ہو۔

۲۴- سوزی افروزی گدازی بزمِ جاں روشن کنی
شب بپا استادہ گریاں با دلِ بریاں توئی(۶)

جلتے ہو، اجالا پھیلاتے ہو، پگھلتے ہو، روح کی محفل روشن کرتے ہو، رات کو پاؤں پر کھڑے رہ کر دلِ بریاں کے ساتھ گریاں رہتے ہو۔

۴؎ **قلت**: حیرتم در تو فزوں بادا۔ الخ۔ **اقول**: ترقی حیرت کی دعا اس لیے کہ یہاں حیرت، عین معرفت ہے۔ جس قدر باخبری زیادہ ہوگی، حیرت بھی زیادہ ہوگی۔ ''ادراک سے عاجزی، عین ادراک ہے''، یہ میرا قول نہیں، اُن کا قول ہے جو ایمان وعرفان میں تمام اولیاے اولین وآخرین کے مقابلہ میں سبقت لے گئے۔ یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۵؎ **قلت**: سِرِ پنہاں توئی۔ **اقول**: سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''میں جہان والوں کے کاموں سے ماورا ہوں، میں تمھاری عقلوں سے ماورا ہوں''۔ یہ امام اجل نور الدین علی قدس سرہ نے بہجۃ الاسرار میں سیدی ابوالخضر قدس سرہ سے روایت کی ایک اور حدیث سولھویں قول کی شرح میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۶؎ **قلت**: سوزی افروزی۔ الخ۔ **اقول**: یہاں شمع اور حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان آٹھ وجہ شبہ ہیں۔ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ (اس کے نور کی مثال ایسی، جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے)۔ ان میں چار عشق سے پیدا شدہ

۲۵- گردِ تو پرو انہا روے تو یکساں ہر طرف
روشنم شد کز ہمہ رُو شمعِ افروزاں توئی

تمھارے گرد پروانے ہیں، تمھارا رخ یکساں ہر طرف ہے۔ مجھ پر روشن ہو گیا کہ تم ہر جہت سے شمع فروزاں ہو۔

۲۶- شہ کریم ست اے رضا در مدح سرکن مطلع
شکرت بخشد اگر طوطیِ مدحت خواں توئی

بادشاہ کریم ہے، اے رضا مدح کا مطلع شروع کرو، وہ تمھیں شکر بخشے گا اگر تم طوطیِ مدح خواں ہو۔

اوّل مطالع المدح

مدح کا پہلا مطلع

۲۷- پیرِ پیراں میر میراں اے شہ جیلاں توئی
اُنسِ جانِ قدسیان وغوثِ اِنس وجاں توئی (۷)

پیروں کے پیر، میروں کے میر- اے شہ جیلان!- تم ہو، قدسیوں کی جانوں کے لیے اُنس اور انسانوں، جنوں کے فریادرس تم ہو۔

ہیں ۱- جلنا -۲- پگھلنا -۳- رات کو خدمت میں پاؤں پر کھڑے رہنا -۴- دلِ بریاں کے ساتھ گریاں ہونا۔(۱)

باقی چار حسن کی جانب اشارہ کر رہی ہیں (۱- اُجالا پیدا کرنا۔ ۲- بزم کو روشن کرنا ۳- پروانوں کا اردگرد ہجوم کرنا ۴- شمع کا رخ ہر طرف یکساں ہونا)

''ہمہ رُو'' میں لفظ ''رو'' جہت کے معنی میں ہے۔ اس کی لطافت ''روے تو یکساں ہر طرف'' کے بعد ''روشنم شد'' کی لطافت کی طرح روشن وعیاں ہے۔

۷ **قلت**: اُنس جان قدسیاں۔ الخ۔ **اقول**: حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱) **دل بریاں**: جلا بُھنا ہوا دل۔ **گریاں**: رونے والا۔

زیب مطلع

۲۸- سَر توئی سَرور توئی سَر را سر و ساماں توئی
جاں توئی جاناں توئی جاں را قرارِ جاں توئی

سر تم ہو، سرور تم ہو، سر کے لیے سروسامان تم ہو، جان تم ہو، جاناں تم ہو، جان کے لیے قرار جاں تم ہو۔

۲۹- ظلّ ذات کبریا(۸) و عکسِ حسن مصطفےٰ
مصطفےٰ خورشید و آں خورشید را لمعاں توئی

تم ذات کبریا کا سایہ ہو اور حسن مصطفیٰ کا عکس، مصطفےٰ آفتاب ہیں اور اس آفتاب کی چمک تم ہو۔

فرماتے ہیں: ''آدمیوں کے کچھ پیر ہیں، جنوں کے کچھ پیر ہیں، فرشتوں کے کچھ پیر ہیں اور میں سب کا پیر ہوں''۔ سچ فرمایا: آپ نے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو۔ یہ کلام شیخ محقق قدس سرہ نے زبدۃ الاسرار میں نقل فرمایا۔

۸ **قلت**: ظلّ ذات کبریا۔ **اقول**: ایک حدیثِ حسن میں آیا ہے: السلطانُ ظلُّ اللہ فِي الأرض۔ ''بادشاہ زمین میں خدا کا سایہ ہے''۔ اس کی تخریج حسب ذیل ہے:

۱-۲- ابوالشیخ نے حضرت صدیق اکبر اور حضرت انس سے روایت کی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

۳- ابن النجّار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

۴- طبرانی اور بیہقی نے حضرت نُفیع ابن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

۵- بیہقی، حکیم ترمذی، بزّار اور دیلمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔

ان روایات کی سندیں متعدد ہیں، ایک کو دوسری سے قوت پہنچتی ہے۔

اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بادشاہوں کے بادشاہ ہیں۔ شاہ ابوالمعالی رحمہ اللہ (۹۶۰ھ-۱۰۲۵ھ) تحفۂ قادریہ میں نقل فرماتے ہیں کہ ''جب سیدنا رضی اللہ

۳۰- مَن رَّآنی قَد رَأَ الْحق گر بگوئی می سزد
زانکہ ماہِ طیبہ را آئینۂ تاباں توئی(۹)

اگر کہو کہ "جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا" تو بجا ہے، اس لیے کہ تم ماہ طیبہ کے تابناک آئینہ ہو۔

۳۱- بارک اللہ نو بہارِ لالہ زارِ مصطفیٰ
وہ چہ رنگ است ایں کہ رنگِ روضۂ رضواں توئی

بارک اللہ (خدا مبارک فرمائے) لالہ زار مصطفیٰ کے نو بہار، کیا خوب رنگ ہے، باغ رضواں کا رنگ تم ہو۔

تعالیٰ عنہ خلیفہ کو کچھ لکھنا چاہتے تو یوں رقم فرماتے کہ شیخ عبد القادر تجھے حکم دیتا ہے، اس کا حکم تجھ پر نافذ ہے، وہ تیرا پیشوا اور تجھ پر حجت ہے۔ خلیفہ جب فرمانِ والا دیکھتا تو اسے بوسہ دیتا اور کہتا: شیخ سچ فرماتے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ"۔

۹ **قلت**: من رآنی۔ الخ۔ **اقول**: حدیث صحیح میں آیا ہے کہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: من رآني فقد رأى الحق۔ (جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق کو دیکھا) اسے امام احمد اور بخاری و مسلم نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

بندہ عرض کرتا ہے کہ یہ مرتبۂ بلند اگرچہ جناب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شایان شان ہے کہ جس نے انھیں دیکھا حق کو دیکھا، مگر آپ کی ذات پاک مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آئینہ ہے، اور یہ بات واضح ہے کہ جب آئینے میں کوئی جمیل صورت جلوہ نما ہو تو جو شخص آئینے پر نظر ڈالے گا یقیناً اُس صاحب جمال کی طلعت کا مشاہدہ کرے گا، تو چوں کہ آپ آئینۂ مصطفےٰ ہیں اس لیے آپ کو دیکھنے والا مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھنے والا ہے اور انھیں دیکھنے والا بحکم حدیث حق کو دیکھنے والا ہے۔ تو درست ہے اگر آپ فرمائیں "من رآني فقد رأى الحق" جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔ مختصر یہ کہ وہاں یہ معنی اَصالۃً ہیں اور یہاں وَساطۃً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۲- جو شد از قدّ تو سرو و بارد از روے تو گل
خوش گلستانے کہ باشی طُرفہ سروِ ستاں توئی

تمھارے قد سے سرو اُبل رہا ہے، تمھارے رخ سے گلاب برس رہا ہے تم کتنے اچھے گلستاں اور کیا خوب باغِ سرو ہو۔

۳۳- آنکہ گویند ''اولیا را ہست قدرت از اِلٰہ،
باز گردانند تیر از نیم راہ'' اینان توئی

وہ جو کہتے ہیں کہ ''اولیا کو خدا کی طرف سے قدرت حاصل ہے وہ آدھے راستے سے تیر کو لوٹا دیتے ہیں'' تم وہی ہو۔

۳۴- از تو میریم و زِییم و عیش جاویداں کنیم
جاں ستاں جاں بخش جاں پرور توئی وہاں توئی (۱۰)

ہم تمہی سے مرتے، جیتے اور دائمی زندگی گزارتے ہیں، جان لینے والے، جان بخشنے والے، جان کی پرورش کرنے والے تمہی ہو، ہاں تمہی ہو۔

---

۱۰ **قلت:** از تو میریم و زِییم الخ۔ **اقول:** بندہ جب ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ قلب کی صفائی اور دل کی ستھرائی کی کوشش کرتا ہے تو رحمت الٰہی عزّ جلالہ دست گیری فرما کر اسے اُس مقام پر پہنچاتی ہے کہ غیر خدا سب کے سب اس کی نظر سے غائب ہو جاتے ہیں، بس خدا عزّ وجل کو وہ دیکھتا ہے اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کو جانتا ہے، یہاں تک کہ اس کی نگاہ سے خود اپنی ذات بھی گم ہو جاتی ہے۔ اس مرتبہ کا نام ''فنا فی اللہ'' ہے۔
پھر عنایت الٰہی اور تربیتِ شیخ سے اس کے ظرف کو بڑی ہی عجیب وعظیم وسعت عطا ہوتی ہے، رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (ایسے لوگ جنھیں خدا کی یاد سے نہ کوئی تجارت غافل کرتی ہے، نہ کوئی خرید وفروخت) کا منظر ہوتا ہے۔ اس وقت اس میں با ہمہ اور بے ہمہ رہنے کی توانائی آ جاتی ہے اور عظیم تجلیات وارد ہونے کے باوجود اس کا ہوش وادراک بجا رہتا ہے۔ یہ ولایت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔

۳۵- کہنہ جانے دادہ جانے چوں تو در بر یافتیم
وَہ کہ ماں چنداں گرانیم وچنیں ارزاں توئی (۱۱)

ایک پرانی جان دے کرتم جیسی جان کو آغوش میں پایا، عجب کہ ہم کس قدر گراں ہیں اورتم کیسے ارزاں۔

دل یار سے معمور، اغیار نظر سے مستور، مگر من وتو کی تمیز بدستور۔ اس منزل کو مرتبہ ''بقا باللہ'' کہتے ہیں۔

اس کے بعد غیر متناہی ترقیاں ہیں، فیض ازلی جس کو عطا ہو اور جہاں تک لے جائے۔ اس کو ''سیر في الله'' کہتے ہیں۔

پہلا درجہ بمنزلۂ موت ہے کہ ''موتوا قبل أن تموتوا'' (موت سے پہلے موت اختیار کرو) اس جانب ''میریم'' (ہم مرتے ہیں) اور ''جاں ستاں'' (جان لینے والے) سے اشارہ ہے۔ **دوسرا درجہ** بعد موت زندہ کے رنگ میں ہونا۔ اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ (اور کیا وہ کہ مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کیا۔ (انعام س ۶، آیت ۱۲۳) اس کی جانب لفظ ''زِییم'' (ہم زندہ ہوتے ہیں) اور لفظ ''جاں بخش'' (جان عطا کرنے والے) سے اشارہ ہے۔ **تیسرا مرتبہ** ترقی حیات اور لگاتار حصول برکات ہے۔ یہ کلمۂ ''عیش جاویداں'' (دائمی زندگی) اور کلمۂ ''جان پرور'' سے مقصود ہے۔ خلاصہ یہ کہ مریدوں کو یہ سب مراتب ومناصب حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیض سے حاصل ہوتے ہیں۔

۱۱ **قلت**: کہنہ جانے الخ۔ **اقول**: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ - الآیۃ- بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔ (توبہ س ۹، آیت ۱۱۱) جان سے گزر جا اور جاناں کو پالے۔ مَنْ قَتَلَتْهُ مَحَبَّتِي فَأنَا دِيَتُه (جسے میری محبت نے مارا، میں اس کا خوں بہا ہوں) جان کی قیمت لِقائے جاناں اور لقائے جاناں بعوض جاں، یہ کس قدر گراں اور وہ کس قدر ارزاں۔

۳۶- عالمِ امی چہ تعلیمے عجیبت کردہ است
لَوحَش اللہ بر علومت سِرّ و غائب داں توئی (۱۲)

عالمِ امی نے تمھیں کتنی عجیب تعلیم دی ہے۔ تمھارے علوم پر حیرت وآفریں![(۱)]
تم پوشیدہ اور غائب کے جاننے والے ہو۔

---

۱۲ قلت: سر و غائب داں توئی۔ اقول: حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میرے رب کی عزت وجلال کی قسم! نیک بختوں اور بد بختوں کو مجھ پر پیش کرتے ہیں۔ میری نظر لوح محفوظ کو ہمیشہ دیکھتی رہتی ہے۔ میں دریائے علم ومشاہدۂ حق میں غوطہ زن ہوں۔ میں تم پر خدا کی حجت ہوں۔ میں زمین پر پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب اور ان کا وارث ہوں۔

اور فرماتے ہیں- رضی اللہ تعالیٰ عنہ- میں امور خلق سے ماورا ہوں، میں تمھاری عقلوں سے ماورا ہوں۔ تمام مردان حق جب قضا وقدر تک پہنچتے ہیں رک جاتے ہیں، مگر میں جب وہاں پہنچا تو میرے لیے ایک روزن کھول دیا گیا، میں اس میں داخل ہو گیا۔ و نَازَعْتُ أَقْدَارَ الْحَقِ بِالْحَقِّ لِلحقِّ۔ مرد وہی ہے کہ منازعِ اقدار ہو نہ وہ کہ صرف موافق رہے۔

گدائے سرکار قادری کہتا ہے یہاں ان آیات کو نظر میں رکھنا چاہیے۔ ① وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا (اور ذوالنون کو- یاد کرو- جب چلا غصہ میں بھرا۔ انبیاس ۲۱، آیت ۸۷) ② حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم سے متعلق یہ ارشاد: يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ (ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا۔ ھود س ۱۱، آیت ۷۴) ③ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والثنا کا یہ کہنا: اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا

---

(۱) **لوحش اللہ**- بفتح لام وفتح حائے مہملہ- دراصل لا اوحشہ اللہ بود، ومعنی آں: وحشت ندہد او را اللہ تعالیٰ۔ فارسیاں در وقت تعظیم واستعجاب بمعنی خواہش وتحسین استعمال کنند، چناں کہ گویند: بر روئے فلاں صد لوحش اللہ، ای صد آرزو وصد تحسین۔ از بہار عجم ورشیدی۔ غیاث اللغات۔
چشم بد دور خسروانہ شکوہ لوحش اللہ عارفانہ کلام دیوان غالب (حصۂ قصائد)

....

(تو کیا ہمیں اس کام پر ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقلوں نے کیا۔ اعراف س ۷، آیت ۱۵۵) ④ اور سید عالم تو خود سید عالم ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آیت کریمہ: وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (اور بے شک قریب ہے کہ تمھارا رب تمھیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ ضُحیٰ س ۹۳، آیت ۵) نازل ہونے کے بعد فرمایا: إذَنْ لا أرْضىٰ و واحد من أمتي في النار [1] (تب تو میں راضی نہ ہوؤں گا اگر میرا کوئی بھی امتی دوزخ میں رہ جائے۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور فرماتے ہیں - رضی اللہ تعالیٰ عنہ - تم پر قسم ہے کہ جب میرا کلام سنو "صَدَقْتَ" (آپ نے سچ فرمایا) کہو اس لیے کہ میں ایسے یقین سے بات کرتا ہوں جس میں کوئی شک نہیں۔ جب کہلواتے ہیں اُس وقت کہتا ہوں۔ دیتے ہیں تو بانٹتا ہوں۔ حکم دیتے ہیں تو تعمیل کرتا ہوں۔ میری باتوں کو جھٹلانا تمھارے دین کے لیے زہر قاتل اور تمھاری دنیا و آخرت کی بربادی کا سبب ہے۔ میں شمشیر زن ہوں۔ میں قتّال ہوں۔ تم میرے سامنے شیشیوں کی طرح ہو کہ جو کچھ تمھارے دل میں ہے میں دیکھ رہا ہوں۔ علما نے یہ سب کلمات اپنی تصانیف میں باسانید معتمدہ حضرت قادریت سے روایت کیے ہیں۔ تو تصدیق کرنے والوں کے لیے سعادت و فیروزمندی ہے اور جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت و بربادی۔ شعر

اور میں کہتا ہوں: اے میرے شیخ! بخدا آپ نے سچ فرمایا: خدا کی قسم آپ سچے ہیں، آپ سے سچ کہا گیا ہے۔

(۱) اسے مسند الفردوس میں حضرت علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مرفوعًا روایت کیا ہے۔ اور ابونعیم کی حلیۃ الاولیا میں اس کا شاہد موقوفًا آیا ہے۔ اور معلوم ہے کہ ایسے مقام میں موقوف کے لیے بھی مرفوع کا حکم ہے۔ یہاں "مواہب لدنیہ" میں جو لغزش ہوئی ہے علما نے اس کا رد کر دیا ہے۔ دیکھو شرح زرقانی اور والد ماجد قدس سرہ کی کتاب "سرور القلوب فی ذکر المحبوب"۔ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

فی ترقیاتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ترقیوں کا ذکر

۳۷- قبلہ گاہ جان و دل، پاکی ز لوثِ آب و گل (۱۳)

رخت بالا بردہ از مقصورۂ ارکاں توئی

اے جان و دل کے قبلہ! تم آب و گل میں آلودہ ہونے سے پاک ہو، قصرِ خاص سے بالاتر رخت سفر لے جانے والے تم ہو۔

۳۸- شہسوارِ من چہ می تازی کہ در گامِ نخست

پاک بیروں تاختہ زیں ساکن و گرداں توئی

میرے شہسوار! تمھاری تیز روی عجیب ہے! پہلے ہی قدم میں زمین و آسمان سے صاف باہر نکل گئے۔

---

۱۳ **قلت** : پاکی ز لوث الخ۔ **اقول**: ... لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿۳۳﴾ (اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمھیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔ احزاب س ۳۳، آیت ۳۳)

پاک حضرات آب و گل سے ہیں آب و گل میں نہیں۔ آلودگی جاتی رہی، غوثیت آ گئی۔ اَجسادُنا اَرواحنا (ہمارے اجسام ہماری روحیں ہیں) یہی وجہ ہے کہ ان کا بدن وہ کام کرتا ہے کہ دوسروں کی روحیں اس کی حقیقت تک نہیں پہنچتیں۔ یہ سب جن کو خرق عادت کہتے ہو تمھارے لیے خرق ہے اور ان کے لیے عادت۔ سبحٰن اللہ! کنت سمعہ و بصرہ و یدہ و رجلہ (میں اس کا کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں ہو جاتا ہوں) پانی کون اور مٹی کہاں سے؟ اگر جانتے ہو چپ رہو، اور اگر نہیں جانتے تو شور و شغب نہ کرو۔

۳۹- تا پرے بخشودۂ از عرش بالا بودۂ
آں قوی پر باز اشہب صاحبِ طیراں توئی (۱۴)

اگر پرو پرواز بخشا ہوا کوئی فرد عرش سے بھی اوپر گیا ہے تو وہ قوی پر، باز اشہب، صاحبِ پرواز تم ہو۔

۴۰- سالہا شد زیر مہمیز ست اسپ سالکاں
تا عناں در دست گیری آں سوئے امکاں توئی (۱۵)

برسوں گزر گئے، سالکوں کا گھوڑا ابھی زیر مہمیز ہے، اور تم نے اِدھر لگام ہاتھ میں لی کہ اُدھر سرحدِ امکان پر پہنچے۔

۱۴؎ **قلت**: آں قوی پر الخ۔ **اقول**: بازِ اشہب وہ ہے جس کی سیاہی سپیدی کے ساتھ ہو۔ اس رنگ کا باز بہت قوی ہوتا ہے۔ حضرت ممدوح رضی اللہ تعالٰی عنہ قصیدۂ مبارکہ میں فرماتے ہیں: شعر

أنا بلبلُ الأفراحِ أمْلَؤ دَوْحَها
طَرَباً وَ فِي العَلْيَاءِ بازٌ أشْهَبُ

(میں مسرتوں والا بلبل ہوں، فرحتوں کے درختوں کو مسرت و شادمانی سے بھر دیتا ہوں، اور میں عالم بالا میں باز اشہب ہوں)

سیدی عقیل مُنْبجی قدس سرہ سے لوگوں نے کہا عبد القادر نامی ایک عجمی، سید، فاطمی جوان ہے جو بغداد میں شہرت یافتہ ہے۔ فرمایا: وہ زمین میں جتنا مشہور ہے اس سے زیادہ آسمان میں مشہور ہے، بڑی قدر و منزلت والا جوان ہے۔ ملکوت میں اسے باز اشہب کہتے ہیں۔

۱۵؎ **قلت**: آں سوئے امکان۔ **اقول**: یعنی اپنی ذات سے فانی اور حق کے ساتھ باقی جیسا کہ حدیث قدسی لا يزال عبدي میں اس جانب اشارہ ہے۔

فی کونہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سرًّا لایُدرَک

حضرت رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ''راز نامعلوم'' ہونا

۴۱- ایں چہ شکل ست ایں کہ داری تو کہ ظلّے برتری
صورتے بگرفتہ بر اندازۂ اکواں توئی (۱۶)

تمھاری یہ شکل کیسے؟ تم تو ایک سایۂ برتر ہو مگر مخلوق کے انداز کی ایک صورت اختیار کر لی ہے۔

۱۶؎ **قلت:** ایں چہ شکل ست۔ **اقول:** شاعر تعجب میں مبتلا ہے اور حیرت زدہ ہے کہ حضرت ممدوح کی جو شکل ہے وہ تو بظاہر انہی انسانوں کی شکلوں کے مشابہ ہے۔ مگر ان کا باطن پاک تو اس سے بہت بلند و برتر ہے کہ کسی وہم کا ہاتھ اس کے دامن ادراک تک رسائی پائے، ایسا لگتا ہے کہ یہ ذات پاک جنس بشر سے نہ ہو بلکہ سایۂ الٰہی نے مخلوق کی ہدایت و موانست کے لیے بشر کے انداز کی ایک صورت اپنالی ہو، جیسا کہ فرمایا گیا ہے:

وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَیْهِمْ مَّا یَلْبِسُوْنَ۝ (اگر ہم اسے فرشتہ بناتے جب بھی اسے مرد ہی بناتے اور ان پر وہی شبہہ رکھتے جس میں اب پڑے ہیں۔ انعام س۶، ت۹)

یا ہوسکتا ہے کہ آئینۂ جمال ازل نے اس جانب رخ کیا ہو اور صاف و شفاف ہونے کی وجہ سے اس میں مخلوق کا عکس نمودار ہو گیا ہو، اس لیے نظر خطا کرتی ہے اور گمان ہوتا ہے کہ یہ شکل آئینے کی شکل ہے، حالاں کہ ایسا نہیں بلکہ مخلوق کے مقابل ہونے کی وجہ سے اس کا ایک عکس آ گیا ہے۔

پھر حیرت زدہ شاعر تنزّل کی طرف مائل ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر یہ سب نہ ہو تو کم

۴۲- یا مگر آئینۂ از غیب ایں سو کردہ روے
عکس می جوشد نمایاں در نظر زیں ساں توئی

یا شاید آئینہ غیب نے اس طرف رخ کر لیا اس میں مخلوق کا عکس جوش زن ہے اس لیے دیکھنے میں تم ان ہی کی طرح لگتے ہو۔

۴۳- یا مگر نوعے دگر را ہم بشر نامیدہ اند
یا تعالی اللہ از انساں گر ہمیں انساں توئی

یا تم ایک الگ نوع ہو مگر وہ نوع بھی بشر ہی کے نام سے موسوم کر دی گئی ہے اور اگر اسی معروف نوع انسانی سے ہو تو اس نوع انساں پر تعالیٰ اللہ (برتر ہے خدا) یعنی بڑا تعجب ہے۔

سے کم اتنا ضرور ہے کہ تم ان مردوں کی مجانست سے بالاتر ہو، شاید اس نوع دیگر کو بھی، جو اس نوع معہود سے زیادہ لطیف و شریف ہے، بشر کا نام دے دیا گیا ہے۔ یا اگر فی الواقع جناب ممدوح اسی نوع سے ہیں تو ہزاروں عجب اس قوم پر جس میں آں ممدوح جیسی ہستی پیدا ہوئی۔

حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اے مشرق و مغرب کی زمین میں رہنے والو! اور اے آسمان والو! حق جلّ وعلا فرماتا ہے: وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٨﴾ (اور خدا وہ پیدا فرمائے گا جو تم نہیں جانتے۔ نحل س ۱۶، آیت ۸) میں انہی میں سے ہوں جنھیں تم نہیں جانتے۔ بہجۃ الاسرار میں یہ کلام شیخ عثمان صریفینی اور شیخ عبدالحق حریمی رحمہا اللہ تعالیٰ کی روایت سے مذکور ہے۔

یہی وجہ ہے کہ میں نے عنوان رکھا تھا "في كونه - رضي اللّٰهُ تعالىٰ عنه - سِرًّا لا يُدْرَك"۔ (حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے "سِرّ نا معلوم" ہونے کا بیان) سبحٰن اللہ! جب افلاک والوں کو معلوم نہیں تو یہ زمین والے کیا بتائیں گے۔

فی جامعیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکمالات الظاہر والباطن

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جامعِ کمالات ظاہر و باطن ہونا

۴۴- شرع از رویت چکد عرفاں ز پہلویت دمد
ہم بہارِ ایں گل وہم ابرِ آں باراں توئی (۱۷)

شریعت تمھارے چہرے سے برستی ہے اور معرفت تمھارے پہلو سے چمکتی ہے۔ تم اِس گل کی بہار بھی ہو اور اُس بارش کا ابر بھی۔ (تم گلستانِ معرفت کی بہار اور باران شریعت کا ابر دونوں ہو)

۴۵- پردہ برگیر از رُخت اے مہ کہ شرحِ ملّتی
رُخ بپوش اے جاں کہ رَمزِ باطنِ قرآں توئی (۱۸)

اپنے رخ سے پردہ ہٹاؤ اے چاند! اس لیے کہ تم دین کی شرح ہو۔ چہرہ چھپاؤ اے محبوب! اس لیے کہ تم باطن قرآں کا راز نہاں ہو۔

۱۷؎ **قلت**: شرع از رویت الخ۔ **اقول**: اس شعر کی لطافت عیاں ہے۔ اس میں کئی مناسبتیں جمع ہیں: (۱) شرع کی مناسبت رخ سے (۲) عرفان کی مناسبت پہلو سے (۳) شریعت کی مناسبت بارش سے، جو آسمان سے آتی ہے اور حیات بخش ہوتی ہے۔ (۴) معرفت کی مناسبت گل سے، جو بارش سے اُگتا ہے اور اس کا ثمرہ ہوتا ہے۔

۱۸؎ **قلت**: رمز باطن قرآں۔ **اقول**: قرآن عظیم کے سات بطن ہیں، ہر ایک دوسرے سے زیادہ نازک اور باریک ہے۔ علم ظاہر کی رسائی بس پہلے درجہ تک ہے۔ اس میں بھی بہت عظیم تفاوت ہے۔ اور علوم اولیا کی رسائی تین درجوں تک ہے۔ ان درجات میں وہ سب مندرج ہے جو ہو چکا اور جو ہونے والا ہے۔ ارشاد ہے: وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۹﴾ (نہ کوئی تر ہے نہ کوئی خشک مگر ایک روشن کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ انعام س ۶، آیت ۵۹)

یہی وجہ ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اگر ہماری

۴۶- ہم توئی قطبِ جنوب و ہم توئی قطبِ شمال
نے غلط کردم (۱۹) محیطِ عالمِ عرفاں توئی (۲۰)

تم قطبِ جنوب بھی ہو قطبِ شمال بھی، نہیں! میں نے غلطی کی، تم جہانِ معرفت کے محیط ہو۔

رسّی کا ٹکڑا گم ہو جائے تو اسے قرآن سے تلاش کرتے ہیں۔ یعنی قرآن بتا دیتا ہے کہ فلاں جگہ ہے۔ انہی درجات کے علم سے یہ بھی ہے کہ حضرت علی۔ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ۔ نے فرمایا: اگر میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے ستّر اونٹوں پر بار کردوں۔ اور ان درجات کی انتہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم ہے۔ ان کے وصف میں مذکور ہے: و كان أبو بكر أعلمنا[1] (ابوبکر ہم میں سب سے زیادہ علم والے تھے) ان درجات سے آگے چار درجات اور ہیں جہاں عالم در ماندہ ہے اور علوم گم ہیں بجز علم خدا و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اور وَ يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (وہ پیدا فرمائے گا جو تم نہیں جانتے) میں جو رمز پوشیدہ ہے اسی سے ہمارے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

۱۹ قلت: نے غلط کردم، الخ۔ **اقول**: حضرت سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔: **نظم**

قالت الأولياء جمعا بعزم ❁ أنت قطب على جميع الأنام
قلت كفّوا ثم اسمعوا نصّ قولي ❁ إنما القطب خادمي و غلامي
كل قطب يطوف بالبيت سبعًا ❁ وأنا البيت طائف بخيامي

تمام اولیا نے جزم کے ساتھ کہا کہ آپ تمام مخلوق کے قطب ہیں۔ میں نے کہا توقف کرو پھر میری صاف بات سنو، قطب تو میرا خادم اور غلام ہوتا ہے۔ ہر قطب سات

---

(۱) اسے امام بخاری نے بُسر بن سعید سے، انھوں نے حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ منہ رحمہ اللہ۔

۴۷- ثابت و سیارہ ہم در تست و عرش اعظمی
اہلِ تمکیں اہلِ تلویں جملہ را سلطاں توئی (۲۱)

ثابت اور سیارہ دونوں تمھارے اندر ہیں اور تم عرش اعظم ہو، تم اہل تمکین، اہل تلوین دونوں کے بادشاہ ہو۔

بار خانۂ کعبہ کا طواف کرتا ہے، اور میں وہ ہوں کہ خانۂ کعبہ میرے خیموں کے گرد طواف کرتا ہے۔ کذا نقلوا (بیان کرنے والوں نے ایسا ہی نقل کیا)

اور شک نہیں کہ سرکار غوث رضی اللہ تعالیٰ عنہ قطب الوری بھی ہیں اور قطبیت سے ارفع و اعلیٰ بھی۔ جیسے صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدیق اکبر بھی ہیں اور صدیقیت سے برتر و بالا بھی۔ جیسا کہ امام اجل محی الدین ابن العربی قدس سرہ نے تصریح فرمائی ہے۔

۲۰ **قلت:** محیط عالم عرفاں توئی۔ **اقول:** سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ انسانوں، جنوں اور فرشتوں کے مشائخ کا ذکر کر کے فرماتے ہیں۔ ''میرے اور ساری مخلوق کے مشائخ کے درمیان آسمان وزمین کا فاصلہ ہے۔ مجھے کسی پر قیاس نہ کرو، اور میری طرف کسی کو نسبت نہ دو''۔ تو جو مشائخِ آسمان کا بھی آسمان ہو یقیناً عرش اعظم اور محیطِ عالمِ ولایت و عرفان ہوگا۔

۲۱ **قلت:** ثابت و سیّارہ الخ۔ **اقول:** اہلِ تمکین وہ اولیا جو صاحبانِ استقامت ہیں، یہ حضرات ثوابت کے مشابہ ہیں۔ اہل تلوین وہ حضرات ہیں جو ایک حال سے دوسرے حال میں گردش کرتے رہتے ہیں۔ یہ سیّاروں کی طرح ہیں۔ وجہِ حیرت وغرابت یہ ہے کہ اوپر والے شعر میں حضرت ممدوح کو محیط عالم کہا ہے۔ محیط عالم فلک اطلس ہے جو ستاروں سے یکسر خالی ہے۔ ثابت ستارے سب فلک بروج میں مانے گئے ہیں، اور سات سیارے نیچے کے سات افلاک میں مانے گئے ہیں، جیسا کہ اہل ہیأت بیان کرتے ہیں۔ (حضرت ممدوح کو ایک تو فلک اطلس کی طرح محیط عالم کہا، جس

فی ارشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن الانبیاء والخلفاء ونیابتہ لھم

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انبیا وخلفا کا وارث ونائب ہونا

۴۸- مصطفےٰ ﷺ سلطانِ اعلیٰ جاہ و در سرکار اُو

ناظمِ ذو القدر بالا دست والا شاں توئی

مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلیٰ مرتبے والے سلطان ہیں اور تم ان کی سرکار میں قدر والے، اونچی شان والے، بالا دست ناظم ہو۔

۴۹- اقتدارِ کن مکن حق مصطفےٰ را دادہ است (۲۲)

زیرِ تخت مصطفےٰ ﷺ بر کرسیِ دیواں توئی

امر ونہی کا اختیار حق تعالیٰ نے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیا ہے، ان کے زیر تخت، کرسیِ محاسبہ پر تم ہو۔

کا تقاضا ستاروں سے خلو ہے، دوسرے حضرت ممدوح کی ذات میں ثوابت و سیارہ دونوں کا وجود مانا، جب کہ یہ فلک اطلس کے نیچے آٹھ الگ الگ افلاک میں مانے گئے ہیں) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۲ قلت: ا قتدار کن مکن الخ۔ **اقول**: یہی ہے علما کا بیان اور عُرفا کا مشاہدہ -قُدست اسرارہم- فقیر ناظم غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اپنے رسالہ ''سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الوری'' (۱۲۹۷ھ) میں اس مضمون کو پوری طرح واضح کیا ہے۔ اس میں سے کچھ اپنی کتاب ''مطلع القمرین فی إبانۃ سبقۃ العمرین'' (۱۲۹۷ھ) میں ضمناً ذکر کیا ہے جسے برادرم حسن، صِینَ عَنِ المِحن (وہ مصیبتوں سے محفوظ رہیں) نے ''تزک مرتضوی'' (۱۸۸۳ء) کے آخر میں نقل کیا ہے۔ خواہش مند حضرات اس کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ قول نمبر ۶۳ کی شرح میں نہایت ایجاز و اختصار کے ساتھ اس میں سے کچھ بیان ہو۔ انتظار کرو۔

۵۰- دور آخر نشوِ تو بر قلب ابراہیم شد (۲۳)
دور اول ہم نشینِ موسیٰ عمراں توئی (۲۴)

دورآخر میں تمھاری نشوونما حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہوئی، دوراول میں تم حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے ہم نشین رہے۔

۵۱- ہم خلیلِ خوانِ رفق وہم ذبیح تیغ عشق
نوحِ کشتیِ غریباں خضرِ گمراہاں توئی (۲۵)

تم خوانِ رفق ونرمی کے خلیل بھی ہو، تیغ عشق کے ذبیح بھی، مسافروں کی کشتی کے نوح اور گمراہوں کے خضر بھی۔

---

۲۳ **قلت**: دورآخر الخ۔ **اقول**: امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مسند میں بسند صحیح حضرت عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: الأبْدَالُ فِيْ هٰذِهِ الْأُمّةِ ثَلاثُوْنَ رَجُلًا، قُلوبُهم علىٰ قَلْبِ إبْرٰهيمَ خَلِيْلِ الرَّحْمٰن، كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ أبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَه رَجُلًا۔ ''اس امت میں ابدال تیس ۳۰ مرد ہیں، جن کے دل حضرت ابراہیم خلیل اللہ –صلوات اللہ وسلامہ علیہ– کے دل پر ہیں۔ جب ان میں سے کوئی مرتا ہے تو حق جلّ وعلا اس کی جگہ دوسرے کو لاتا ہے۔''

یہ واضح ہے کہ حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام ابدال کے سرور وسردار ہیں، تو یہ بدیہی بات ہے کہ ان کے قلب پاک کو اس شرف جلیل اور نسبت خلیل سے اکمل واعظم حصہ ملا ہوگا۔

۲۴ **قلت**: دوراول، الخ۔ **اقول**: حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: كَانَ أخِي و خَلِيْلِي مُوسىٰ بنُ عمران۔ ''میرے برادر اور یکتا دوست موسیٰ عمران تھے''۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ خدا جانے اس ارشاد سے حضرت کی کیا مراد ہے۔

۲۵ **قلت**: ہم خلیل خوانِ رفق، الخ۔ **اقول**: ان آٹھ اسمائے طیبہ سے انبیا صلوات اللہ وسلامہ علیہم کی ذاتیں مراد نہیں۔ اس لیے متن میں ان اسما کے نیچے درود نہ لکھا۔ بلکہ یہ کلام، امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کے انداز

۵۲- موسیِ طور جلال و عیسیِ چرخِ کمال
یوسفِ مصرِ جمال ایوبِ صبر ستاں توئی

طورِ جلال کے موسیٰ، آسمان کمال کے عیسیٰ، مصرِ جمال کے یوسف اور شہرِ صبر کے ایوب بھی۔

۵۳- تاج صدیقی بسر شاہِ جہاں آرا ستی
تیغِ فاروقی بقبضہ داورِ گیہاں توئی

سر پر تاج صدیقی لیے دنیا کو سنوارنے والے بادشاہ اور ہاتھ میں تیغ فاروقی لیے جہان میں انصاف کرنے والے حاکم تم ہو۔

۵۴- ہم دو نورِ جان وتن داری و ہم سیف وعلَم
ہم تو ذو النورینی و ہم حیدرِ دوراں توئی (۲۶)

تم جان وتن کے دونور بھی رکھتے ہو، تلوار اور جھنڈا بھی، اس لیے تم ذوالنورین بھی ہو اور حیدرِ دوراں بھی۔

فی تفضیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی الاولیاء

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولیا سے افضلیت

۵۵- اولیا را گر گہُر باشد تو بحر گوہری
ور بدستِ شاں زرے دادند زر راکاں توئی

اولیا کے پاس اگر موتی ہے تو موتی کا سمندر تم ہو اور اگر ان کے ہاتھ میں کوئی سونا دیا گیا ہے تو سونے کی کان تم ہو۔

پر ہے جس میں حضرت جَریر بن عبداللہ: بُجَلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ”یوسفُ هذه الأمة“ (اِس امت کا یوسف) کہا۔ یہ علما نے بیان فرمایا ہے۔ انھی میں سے خاتم الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی ہیں، جنھوں نے تقریبُ التهذیب وغیرہ میں یہ قول لکھا۔

۲۶ **قلت**: ہم تو ذو النورینی، الخ۔ **اقول**: ”ذوالنورین“ سے معنیٔ لغوی مراد ہیں، بشہادت مصرع اول۔ اور ”حیدر دوراں“ ”یوسفُ ہذہ الاُمّہ“ کے انداز پر ہے۔

۵۶- واصِلاں را در مقامِ قرب شانے دادہ اند
شوکتِ شاں شد ز شان و شانِ شانِ شاں توئی

اہلِ وصل کو مقامِ قرب میں ایک خاص شان عطا کی گئی ہے، ان کو اُس شان سے شوکت حاصل ہوئی اور ان کی شان کی شان تم ہو۔

۵۷- قصرِ عارف ہر چہ بالا تر بتو محتاج تر
نَے ہمیں بنّا کہ ہم بنیاد ایں بنیاں توئی

صاحب معرفت کا محل جتنا ہی بلند ہے وہ اتنا ہی زیادہ تمھارا حاجت مند ہے، نہ صرف یہ کہ تم اس محل کے معمار ہو بلکہ اس عمارت کی بنیاد بھی تمہی ہو۔

فصل منہ فی شیءٍ من التلمیحات

فصل: افضلیت سے متعلق کچھ تلمیحات پر مشتمل

۵۸- آنکہ پایش بر رقابِ اولیاے عالم ست
وانکہ ایں فرمود حق فرمود باللہ آں توئی (۲۷)

وہ جس کا قدم اولیاے جہان کی گردنوں پر ہے، اور جس نے یہ فرمایا حق فرمایا، خدا کی قسم! وہ تمہی ہو۔

---

۲۷ قلت: آں کہ پایش، الخ۔ **اقول:** اس سے اس جانب اشارہ ہے جو آں جناب مالک رقاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بتواتر ثابت ہے کہ ایک دن مجمع حاضرین میں برسرِ منبر ارشاد فرمایا: "قدمي هذه على رقبةِ كلِّ وليِّ الله"۔ میرا یہ قدم ہر ولیّ اللہ کی گردن پر ہے۔ تمام اولیا نے گردنیں جھکا دیں اور حضرت کے پاے مبارک کو اپنی گردنوں کی زینت بنالیا۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم۔

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آں سرور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہ عزت جلّ وعلا سے یہ کلام فرمانے کا حکم ہوا تھا۔ اس لیے معاذ اللہ احتمالِ سُکر کی کیا گنجائش؟ اور اگر وہ سُکر میں تھے تو دیگر اولیا نے قبول وتسلیم میں کیوں جلدی کی؟ اور منکرین کیفرِ کفران تک کیوں

۵۹- اندریں قول آنچہ تخصیصات بے جا کردہ اند
از زلل یا از ضلالت پاک ازاں بہتان توئی (۲۸)

اس قول میں لغزش یا گمرہی کی وجہ سے بعض لوگوں نے جو بے جا تخصیصیں کی ہیں تم اُس بہتان سے پاک ہو۔

پہنچے؟ جیسے شیخ اصبہان کا حال ہوا کہ سرکارِ قادریت کی ایک نگاہِ قہر سے ان کے جسم کا بند بند ٹوٹ کے گر گیا۔ والعیاذ بالقادر مِنْ غَضَبِ عبد القادر (خدائے قادر کی پناہ عبد القادر کے غضب سے) **شعر:**

قہر مکن قہر تو عالم گداز مہر کن اے مہر تو بیکس نواز

اے آفتاب! قہر نہ کر کہ تیرا قہر جہان کو پگھلا دینے والا ہے۔ لطف کر کہ تو بیکسوں کو نوازنے والا ہے۔

ہاں سُکر کی بات دوسرے حضرات کے بارے میں درست ہے۔ جیسے حضرت ابوالقاسم جرجانی، قدس سرّہ الرحمانی، ایسے ہی حضرات کو سید جلیل، امام فریقین حضرت سُہروردی- نوّر اللہ مضجعَہ (خدا ان کی آرام گاہ کو منور رکھے)۔ نے مراد لیا ہے جیسا کہ عوارف المعارف کی شرح میں اس کی صراحت ہے۔ تو یہ محض اٹکل والی بات ہے کہ ان کا کلام سرکارِ غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر محمول کیا جائے باوجودے کہ شیخ سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شیخ[1] خود ان لوگوں میں ہیں جنھوں نے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے اپنی گردنیں جھکائیں تو رب اکرم جلّ وعلا نے انھیں رفعت و سر بلندی بخشی۔ اور اللہ ہی ہر باب میں ہدایت عطا فرمانے والا ہے۔

۲۸ قلت: اندریں قول، الخ۔ **اقول:** جیسے یہ تخصیص کہ "ہر ولی اللہ" سے صرف اُس زمانے کے اولیا مراد ہیں، یا مشائخ بغداد، یا حاضرینِ مجلس مراد ہیں۔ ہوس کاران زمانہ نے اپنی اپنی ضرورت کے لحاظ سے اس طرح کی تخصیصات میں ہاتھ پاؤں مارا ہے جب کہ ان سب پر کوئی دلیل نہیں۔ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ ھُمْ اِلَّا

---

[1] اور خود حضرت سُہرَوَرْدِی بھی، جیسا کہ قول نمبر ۳۰ کی شرح میں آرہا ہے۔ محمد احمد مصباحی

....

يَخۡرُصُوۡنَ ﴿۶۶﴾ (صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور صرف اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔ یونس، س ۱۰، آیت ۶۶)

اب چند باتیں غور سے سنو:

(۱) جن حضرات کے اتفاق سے اجماعِ قطعی منعقد ہوتا ہے اُن کا اس بات پر اجماع ہے کہ کلام کو اس کے ظاہر پر محمول کرنا واجب ہے، جب تک کہ اس سے پھیرنے والی کوئی دلیل نہ ہو۔

(۲) بے دلیل تاویل اعتماد کے قابل نہیں ورنہ تمام نصوص سے امان اٹھ جائے خصوصًا عمومات سے۔

(۳) جو چیز بر بنائے ضرورت ثابت ہوتی ہے وہ قدرِ ضرورت تک محدود رہتی ہے۔ اُسے اس حد سے آگے لے جانا تعدّی اور ناروا زیادتی ہے۔

(۴) عقلاً اور عرفًا جو تخصیصات ہوتی ہیں وہ تخصیص کے شمار میں نہیں آتیں، اسی طرح ہر وہ تخصیص جو خود ہی اذہان میں مرتکز اور قرار پذیر ہو یہاں تک کہ اس کے اظہار کی حاجت نہ ہو۔ (ان سب کو تخصیص اصطلاحی نہیں مانا جاتا۔) جو حضرات عام کو قطعی مانتے ہیں، تخصیص ہو جانے کے بعد عام ان کے نزدیک قطعی نہیں رہ جاتا مگر مذکورہ عقلی و عرفی تخصیصات سے ان کے نزدیک عام درجۂ قطعیت سے نیچے نہیں آتا۔

(۵) یہ بات بھی ڈھکی چھپی نہیں کہ جب امتیوں کے باہمی تفاضل کا ذکر ہو تو حضرات عالیۂ انبیا علیہم الصلاۃ و الثنا بے تخصیص مخصوص ہوتے ہیں، اسی طرح جب اولیائے کرام کے باہمی درجات کا تفاوت بیان کیا جائے تو حضراتِ صحابۂ کرام علیہم الرضوان بے استثنا مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ اہل حق کے عقائد میں یہ امر طے شدہ ہے کہ صحابۂ کرام ساری امت سے افضل ہیں اور ان کے بعد والوں کا ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ انھی اکابر کے رنگ میں خیارِ تابعین قُدست اسرارُہم بھی ہیں۔ اس لیے کہ

....

حدیث: خیر القرون ...... مشہور و مقبول ہے۔

(۶) قاطع شور و شغب وہ ہے جو شیخِ شیوخِ علماے ہند حضرت مولانا المحقق عبد الحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ - ۱۰۵۲ھ) نے افادہ فرمایا - أفاض اللّٰہ علینا من برکاتہ (اللہ ہم پر ان کی برکتوں کا فیضان جاری رکھے)- وہ فرماتے ہیں:

''باہمی مفہوم عرف کے لحاظ سے اولیا، مشائخ، صوفیہ اور اس طرح کے الفاظ میں صحابۂ کرام داخل نہیں اگر چہ وہ ان میں سے بہتر حضرات ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وہ حضرات صحابیت کے نام سے مخصوص و ممتاز ہو چکے ہیں۔اھ مترجمًا''۔

اقول: اسی طرح تابعین، کیوں کہ وہ وصف تابعیت سے مخصوص ہو چکے ہیں اور اس کی نظیر یہ ہے کہ لفظ علما و اولیا و صحابہ سننے سے کسی کا ذہن انبیاے کرام علیہم الصلاۃ و السلام کی طرف نہیں جاتا۔ نہ قائل ان کلمات سے ان حضرات کا قصد کرتا ہے۔ حالاں کہ یہ حضرات علما و عرفا میں اول، افضل، اکمل اور جلیل تر ہیں۔ اور ان میں سے بعض حضرات کو شرف صحبت بھی حاصل ہے۔ جیسے حضرت ادریس، حضرت الیاس، حضرت عیسیٰ، حضرت خضر ابو العباس علیہم الصلاۃ و السلام و الثنا، اس قول پر کہ یہ حضرات دنیا میں اپنی حیات دنیا کے ساتھ موجود ہیں۔

مختصر یہ کہ اس طرح کی باتوں سے سرکار غوثیت کے ارشاد واجب الاعتقاد کی تعمیم توڑنے کا عزم دل میں رکھنا ایک خام ہوس سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

(۷) چنیں و چناں کے بعد زیادہ سے زیادہ یہ حاصل ہوگا کہ ارشاد مذکور عام مخصوص منہ البعض ہے (ایسا عام ہے جس سے بعض افراد کی تخصیص ہو چکی ہے) تو اس میں مزید تخصیص ہرگز نہ ہوگی مگر انہی افراد کی، جن کی تخصیص پر دلیل قائم ہوا اور ما بقی افراد میں کلام اپنے عموم پر جاری رہے گا جیسا کہ قاعدۂ معروفہ ہے۔

بڑی غباوت اور انتہائی بے راہ روی یہ ہے کہ بعض مدعیان سنیت بلکہ صوفیت

....

نے ایسی عبارتوں سے اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کی ہے جن میں لفظ وقت یا لفظ عصر (زمانہ) آیا ہے، خصوصًا وہ عبارتیں جن کا "قدمي هذه" کے معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔ جیسے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "أنا دليلُ الوقت" (میں رہ نمائے وقت یا حجتِ زمان ہوں) اور سیدنا معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سے یوں خطاب "یا سید اہل زمانہ" (اے اپنے زمانے والوں کے سردار) اور دوسری عبارتیں جو بکثرت نقل کر کے لہو کیا اور دوسروں کو لہو میں ڈالا اور گمان کیا کہ خوب جمع کر کے محفوظ کیا۔ طُرفہ تماشا یہ ہے کہ کسی کلام سے عدم ثبوت کو اس کلام سے ثبوتِ عدم جانتے ہیں۔ (مثلاً "سید اہل زمان" سے اپنے دور کا سردار ہونا معلوم ہوا، بعد کے ادوار کا سردار ہونا یا نہ ہونا کسی کا ثبوت اور کسی کی تصریح نہیں، مگر وہ سمجھتے ہیں کہ بعد کے ادوار کے سید نہ ہونے کا ثبوت ہو گیا، اور اس سے یہ مطلب لے لیا کہ صرف اپنے زمانے کے سردار ہیں، زمانۂ مابعد کی سیادت انھیں حاصل نہیں۔ مترجم)

اقول اگر یہ ہوس پیشہ لوگ درج ذیل عبارتیں سن لیں تو کس قدر مضطرب ہوں گے۔

(۱) حدیث صحیح ہے: "خديجةُ خير نساء عالمها، و فاطمة خير نساء عالمها"۔ (خدیجہ اپنے جہان کی عورتوں میں سب سے بہتر ہے۔ فاطمہ اپنے جہان کی عورتوں میں سب سے بہتر ہے۔)[1]

---

(۱) اسے حارث ابن ابی اُسامہ نے عُروہ ابن زبیر سے مُرسلاً بسند صحیح روایت کیا۔ مرسل ہونا ہمارے نزدیک صحت حدیث میں خلل انداز نہیں ہوتا، جیسا کہ اصول حدیث میں معروف و معلوم ہے۔ اس کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے بخاری، مسلم اور ترمذی کی یہ روایت بھی دیکھیں۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "خير نسائها مريم بنت عمران و خير نسائها خديجة بنت خويلد" (دنیا کی عورتوں میں سب سے بہتر مریم بنت عمران ہے اور دنیا کی عورتوں میں سب سے بہتر خدِیجہ بنت خُویلِد ہے)۔ اس حدیث کے معنی بھی حدیث بالا سے قریب ہیں۔ بلکہ یہ شخص جس کے کلام کا رد ہم نے شروع کیا ہے، اس کے خلاف اِس حدیث سے بھی استدلال ہو سکتا ہے

....

(۲) بشارت دینے والے کا حضرت آمنہ سے کہنا "إنّكِ حملْتِ بسيد هذه الأمة" (تمھارے حمل میں اس امت کا سردار ہے) اسے ابن اسحٰق نے اپنی کتابِ سیرت میں ذکر کیا۔

(۳) حدیث متواتر[1] "الحسنُ والحسينُ سيّدا شباب أهلِ الجنة" (حسن وحسین جنّتی جوانوں کے سردار ہیں۔)

(۴) امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے متعلق تقریب التہذیب کی یہ عبارت: "مات في رمضان سنة أربعين، وهو يومئذ أفضلُ الأحياء من بني آدم بالأرض بإجماع أهل السنة" (رمضان ۴۰ھ میں وفات پائی، اور اس وقت وہ روے زمین پر بنی آدم کے باحیات افراد میں باجماع اہل سنت سب سے افضل تھے۔)

کیا یہ مدعیانِ تخصیص یہاں بھی یہ کہیں گے کہ مذکورہ احادیث واقوال سے ثابت ہے کہ حضرت خدیجہ، وحضرت زَہرا کو اِس زمانے کی عورتوں پر، اوران سے سابق زمانے

کہ سرکار فرماتے ہیں: "خير نساء العالمين أربع، مريم بنت عمران، و خديجة بنت خويلد، و فاطمة بنت محمد، وآسية امرأة فرعون" (سارے جہان کی عورتوں میں سب سے بہتر چار ہیں۔ مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، آسیہ زوجۂ فرعون") اسے امام احمد اور طبرانی نے بسند صحیح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اس لیے کہ اس نے بنی اسرائیل سے متعلق حق سبحانہ کے ارشاد: "وَ اَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝" سے استدلال کرتے ہوئے یہ دعوی کیا ہے کہ اس طرح کے موقع پر جہاں بھی لفظ "عالمین" واقع ہو غیر اہل زمانہ پر ہرگز کبھی محمول نہ ہوگا۔ سبحان اللہ! کیا قیامت کی جہالت ہے اور کس بلا کی ضلالت !!۔ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۱) اس لیے کہ یہ حدیث باسانید صحیحہ وحسنہ درج ذیل صحابۂ کرام سے مروی ہے:
(۱) حضرت عمر فاروق اعظم (۲) حضرت علی مرتضیٰ (۳) حضرت ابوسعید خدری (۴) حضرت عبد اللہ بن مسعود (۵) حضرت جابر بن عبد اللہ (۶) حضرت ابو ہریرہ (۷) حضرت اسامہ بن زید (۸) حضرت عبد اللہ بن عمر (۹) حضرت براء بن عازب (۱۰) حضرت قُرّہ بن اِیاس (۱۱) حضرت مالک بن حُویرِث (۱۲) وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۶۰- بہر پایت خواجۂ ہنداں شہِ کیواں جناب
"بَلْ عَلٰی عَیْنِي وَرَاسِي" گویدآں خاقاں توئی (۲۹)

ہندوستان کے خواجہ، وہ زُحل کا بلند مقام رکھنے والے بادشاہ نے تمھارے قدم کے لیے "بل علٰی عیني و رأسي" (بلکہ میری آنکھوں اور میرے سر پر) کہا ایسے عظیم بادشاہ تم ہو۔

کی عورتوں پر فضیلت نہیں؟ —— اور حضرات سبطینِ کریمین کو بوڑھوں اور سال خوردہ لوگوں پر سیادت حاصل نہیں؟ —— اور جناب مرتضیٰ کو زمانۂ سابق ولاحق کے مردوں پر اور کسی فرشتہ پر امتیاز وفوقیت نہیں؟ ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق سیرت ابن اسحٰق کی حدیث کو کس معنی پر اتاریں گے؟۔ ارے سرکار قادریت کے انکار کی آفت وشامت اس سے زیادہ ہے۔ ابھی تو عقل ماری ہے۔ اگر توبہ نہیں کریں گے تو شدہ شدہ ایمان کو بھی لے ڈوبے گی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

سچ فرمایا سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے: تکذیبُکُمْ لِي سَمٌّ سَاعَةٍ لِاَدْیَانِکُمْ وَ سَبَبٌ لِذَھَابِ دُنْیَاکُمْ و اُخْرَاکُمْ۔ تمھارا مجھے جھٹلانا تمھارے دین کے لیے زہر قاتل اور تمھاری دنیا وآخرت کی بربادی کا سبب ہے —— کلام یہاں طویل ہے اور فیضانِ قادریت کا دورازہ کھلا ہوا ہے۔ مگر کیا کریں کہ اس رسالے کی بنا ہم نے نہایت اختصار پر رکھی ہے۔ اگر ان لوگوں میں انصاف ہو تو ایک حرف بھی کافی ہے۔ اور خدا ہی توفیق دینے والا ہے۔

۲۹ قلت: بہر پایت خواجۂ ہند، الخ۔ **اقول**: مراد ہیں سیدنا معین الحق والدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ —— یہاں لفظِ "کیواں جناب" کی مناسبت عیاں و بےحجاب ہے، اس لیے کہ کرۂ زمین کی جو تقسیم مشہور وزبان زد ہے اُس میں "ہندوستان" کیوان (آسمان ہفتم کے ستارۂ زُحل) کے حصّے میں آتا ہے۔

....

مجھ سے میرے والدِ مقدام المحققین قدس سرہ نے بیان کیا، انھیں سید اجل قطب الحق والدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت پہنچی کہ ایک دن ہمارے پیر و مرشد خواجۂ بزرگ قدس سرہ نے اپنا سر مبارک نیچے جھکایا اور فرمایا: "بل علی رأسي و عیني" بلکہ میرے سر اور آنکھوں پر۔ حاضرین کو اس معاملے سے تعجب ہوا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اس وقت حضرت سید عبد القادر جیلانی نے بغداد میں بر سر منبر آ کر ارشاد فرمایا ہے "قدمي هذه علی رقبة کلِّ وليّ الله" تمام اولیا نے ان کا پائے مبارک اپنی گردنوں پر لے لیا۔ میں نے بھی عرض کیا "بل علی رأسي و عیني" گردن کیا؟ میرے سر پر، میری آنکھوں پر۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اکسیر اکبر شرح کبریت احمر میں یہ حکایت بلفظِ "بل علی حدَقة عیني" (بلکہ میری آنکھ کی پُتلی پر) نقل کی ہے۔

بواسطۂ "انہار المفاخر" ہمیں سیدِ فاخر، محمد گیسو دراز کی روایت سے نصیر الملۃ والدین چراغ دہلی رحمہا اللہ تعالیٰ سے بیان کیا گیا کہ خواجۂ بزرگ قدس سرہ نے امر الٰہی سے آگاہی پاتے ہی سبقت فرمائی، اور اپنا سر زمین پر رکھ دیا اور کہا: "بل علی رأسي" (بلکہ میرے سر پر)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۰ قلت: شہر یار سہرورد۔ **اقول**: مراد ہیں امام الفریقین شیخ الشیوخ شہاب الملۃ والدین سہروردی صاحب سلسلۂ سہروردیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، "قدمی ہذہ" فرمانے کے دن مانوسِ ملائکہ محفل میں وہ حاضر تھے اور انھوں نے تمام اولیا کے ساتھ آپ کے سامنے گردن رکھنے میں جلدی کی، جیسا کہ بہجۃ الاسرار شریف میں متعدد طرق سے اس کی روایت موجود ہے۔ آپ کے پیر و مرشد حضرت نجیب الحق والدین سہروردی قدس سرہما بھی واجب الاتباع ارشاد "قدمي هذه" سننے کے وقت سر نیچے لائے یہاں تک کہ قریب تھا کہ زمین پر رکھ دیں، اور اس وقت یہ کہہ رہے تھے "بل علی رأسي، بل

۶۱- در تنِ مردانِ غیب آتش زوعظت می زنی
بازخود آں کِشتِ آتش دیدہ را نیساں توئی (۳۲)

رجال الغیب کے بدن میں اپنے وعظ سے آگ لگاتے ہو، پھر اس آگ لگی ہوئی کھیتی کے لیے بارانِ بہار تمہی ہو۔

علی رأسي، بل علی رأسي" بلکہ میرے سر پر، بلکہ میرے سر پر، بلکہ میرے سر پر۔ جیسا کہ شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''زبدۃ الاسرار'' میں ہے۔

۳۱ قلت: تاجدار نقشبند۔ **اقول**: حضرت بہاء الشرع والدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق منقول ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا ارشاد مبارک "قدمي هذه" اُسی زمانے کے اولیا کے ساتھ مخصوص ہے؟ فرمایا: حاشا اس سے تخصیص ہرگز مفہوم نہیں۔ ہمارے شیخ ابو یوسف ہمدانی قدّس سرّہ ان حضرات میں سے تھے جنھوں نے بارگاہ غوثیت میں اپنی گردنیں پیش کر دیں۔ اور میں بہاء الدین کہتا ہوں "قدمه علی عیني" ان کا قدم میری آنکھ پر یا فرمایا: "علی بصر بصیرتي" میرے دل کی آنکھ پر۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (۱)

۳۲ قلت: در تن مردان غیب، الخ۔ **اقول**: رجال الغیب اولیائے متبتّلین (لوگوں سے منقطع، رب سے متعلق رہنے والے اولیا) کی ایک قسم ہے جو خلق سے ربط نہیں رکھتے اور انسانوں کی نظر سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ علما شیخ ابو زرعہ طاہر قدس سرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجلس مبارک میں فرمایا: میرا کلام ان لوگوں سے ہے جو میری مجلس میں کوہ قاف کے پیچھے سے آتے ہیں، ان کے بدن فضا میں اور دل بارگاہ قدس میں ہوتے ہیں۔ قریب ہے کہ شدت شوق الٰہی

---

(۱) شرح قول نمبر ۳۰ و ۳۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ اکسیر اعظم میں ایک دو شعر اور تھے جو ان دو بزرگانِ سلسلہ کے ذکر پر مشتمل تھے۔ مگر وہ حدائق بخشش کے متداول نسخوں میں موجود نہیں اور طبع اول، طبع دوم یا الگ مطبوعہ یا مخطوطہ ''اکسیر اعظم'' کے کسی نسخے تک میری رسائی نہ ہو سکی۔ محمد احمد مصباحی

۶۲- آں کہ از بیت المقدس تا درت یک گام داشت
از تو رہ می پُرسد و مُنجیش از نقصاں توئی (۳۳)

جس کے لیے بیت المقدس سے تمھارے دروازے تک ایک قدم ہے وہ تم سے رہنمائی کا طالب ہے اور اسے نقصان سے نجات دینے والے تم ہو۔

میں ان کی کلاہ و طاقیہ (ٹوپی، اور ایک خاص قسم کی ٹوپی) میں آگ لگ جائے۔ حضرت ممدوح کے فرزند سیدی تاج الدین ابوبکر عبد الرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنہما منبر اطہر کے نیچے حاضر تھے۔ سر اٹھایا اور تھوڑی دیر فضا میں دیکھنے لگے یہاں تک کہ بے ہوش ہو گئے اور ان کے سر کی ٹوپی اور کنارۂ گریباں جل گیا۔ حضرت والا منبر سے نیچے آئے، آگ بجھائی اور حضرت صاحبزادہ سے فرمایا: "أنت منهم" تم بھی انھی میں سے ہو۔

سیدی عبد الرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے ان کی بے ہوشی کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: میں نے نگاہ اٹھائی تو فضا میں دیکھا کہ مردان غیب کی ایک انجمن آراستہ ہے۔ سب سر نیچے جھکائے ہوئے، خاموش، ہمہ تن گوش ہیں، آسمانی افق ان سے چھپا ہوا ہے اور ان کے کپڑوں میں آگ لگ چکی ہے، کچھ نعرہ زن ہوا میں پرواز کر رہے ہیں، کچھ زمین پر گر رہے ہیں، کچھ اپنی جگہ حیران و مدہوش ٹھہرے ہوئے ہیں۔ سبحٰن اللہ! والکبریاء للہ (بڑائی اللہ کے لیے ہے) وارفتگان شوق میں سے ایک یوں نغمہ سرا ہے: **شعر**

ترک عجمی کاکُلِ ترکانہ برانداخت — از خانہ بروں آمد و صد خانہ برانداخت
آں دم کہ عقیقِ لبِ او در سخن آمد — خون از دہنِ ساغر و پیمانہ برانداخت

عجمی ترک (معشوق) نے ترکانہ زلفیں پھیلائیں گھر سے باہر آیا اور سیکڑوں گھر گرا دیے جب اس کا لبِ عقیق گفتگو پر آیا، تو ساغر و پیمانہ کے دہن سے خون چھلکا دیا۔

۳۳ قلت: آں کہ از بیت المقدس، الخ۔ **اقول:** نفحات الانس وغیرہا میں ہے: ایک روز سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر تشریف لائے۔ ابھی زبان مبارک سے نہ کچھ

۶۳- رَہروانِ قدس اگر آنجا نہ بینندت رواست
زانکہ اندر حجلۂ قدسی نہ درمیداں توئی (۳۴)

بارگاہ قدس کے سالکین اگر تم کو وہاں نہ دیکھیں تو یہ ہوسکتا ہے، اس لیے کہ تم خاص حجرۂ قدس میں ہو، میدان میں نہیں ہو۔

فرمایا، نہ قاری کو کچھ پڑھنے کی اجازت دی کہ لوگوں میں ایک وجد برپا ہوگیا اور سب پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ شیخ صدقہ بغدادی قدس سرہ حاضر مجلس تھے۔ اس حال سے انھیں سخت تعجب ہوا۔ ان کے دل میں خطرہ گزرنا تھا کہ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی طرف متوجہ ہوگئے اور فرمایا: اے صدقہ! میرے مریدوں میں سے ایک شخص بیت المقدس سے یہاں تک ایک قدم میں آیا اور میرے ہاتھ پر توبہ کی، حاضرین اس کی ضیافت میں ہیں۔ شیخ صدقہ نے اپنے دل میں کہا: جو شخص ایک قدم میں بیت المقدس سے بغداد آئے اُسے کس چیز سے توبہ کرنا ہے اور اسے حضرت شیخ کی کیا حاجت؟ سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر ان کی طرف توجہ کی اور فرمایا: یاھذا! اسے اس بات سے توبہ کرنی ہے کہ پھر ہوا میں پرواز نہ کرے اور مجھ سے اس کی یہ حاجت وابستہ ہے کہ میں اسے محبتِ حق جلّ وعلا کی راہ بتاؤں۔

۳۴ **قلت**: رہروان قدس، الخ۔ **اقول**: شیخ اجل ابو محمد عبد الرحمن طفسونجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک روز طفسونج میں۔ جو خلد آباد ''بغداد'' کے توابع میں سے ہے۔ برسر منبر یہ کہا: ''أنا بين الأولياء كالكُركي بين الطيور أطْولُـهم عُنُقا'' میں اولیا کے درمیان ایسے ہی ہوں جیسے پرندوں کے درمیان کلنگ، سب سے زیادہ لمبی گردن والا ـــــ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید شیخ ابوالحسن علی بن احمد قدس سرہ اسی نواح کے ایک گاؤں ''جنت'' کے رہنے والے تھے۔ اُس وقت وہ شیخ ابو محمد کی مجلس میں موجود تھے۔ وہ کھڑے ہوگئے، اپنی گدڑی بدن سے اتاری اور کہا: ''دَعْني أُصارعك'' میں آپ سے کُشتی لڑوں گا۔ شیخ عبد الرحمن خاموش ہوگئے اور

....

اپنے مریدین سے فرمایا: میں اس شخص کا ایک سرِ مو بھی عنایتِ حق سبحانہ وتعالیٰ سے خالی نہیں دیکھ رہا ہوں۔ شیخ ابوالحسن سے کہا: اپنی گدڑی پہن لو۔ انھوں نے کہا: میں جس سے باہر آ گیا اُس میں پھر نہ جاؤں گا۔ ''دِہ جنت'' کی طرف رخ کر کے اپنی زوجہ کو آواز دی کہ فاطمہ! میرے پہننے کو کپڑا لاؤ۔ اُن عفیفہ نے اُس گاؤں سے سنا اور راستے میں کپڑا لیے شیخ ابوالحسن کے سامنے آئیں۔ شیخ عبدالرحمٰن نے دریافت کیا: تمھارے پیر کون ہیں؟ کہا: شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ انھوں نے کہا: میں نے شیخ کا ذکر صرف زمین میں سنا ہے۔ چالیس سال سے میں باب قدرت کے درکات (زیریں حصوں) میں ہوں، ان کو وہاں کبھی نہ دیکھا۔ پھر اپنے مریدین کی ایک جماعت کو حکم دیا، کہ بغداد جاؤ اور حضرت شیخ سے عرض کرو کہ عبدالرحمٰن نے سلام بھیجا ہے اور یہ کہا ہے کہ میں چالیس سال سے باب قدرت کے زیریں حصوں (درکات) میں ہوں، وہاں آپ کو نہ اندر جاتے دیکھا نہ باہر آتے دیکھا۔ جب یہ مریدین بعزمِ بغداد روانہ ہوئے، حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت بعض خدام سے فرمایا: طفسونج جاؤ، راستے میں شیخ عبد الرحمٰن کے خدام ملیں گے، شیخ نے اپنا پیغام دے کر انھیں میرے پاس بھیجا ہے، ان کو اپنے ساتھ واپس لے جاؤ اور عبدالرحمن سے کہو عبدالقادر نے سلام بھیجا ہے اور کہا ہے کہ تم درکات میں تھے، جو درکات میں ہو وہ اسے کیسے دیکھے گا جو بارگاہ میں ہے، اور جو بارگاہ میں ہے وہ اسے کیسے دیکھے گا جو ''مخدَع'' - گنجینۂ راز - میں ہے۔ میں پوشیدہ طور پر دروازے سے آتا اور تمھارے سر کے اوپر سے اس طرح باہر آتا کہ تم مجھے نہ دیکھتے۔ اگر گواہ چاہتے ہو تو یہ ہے، وہ سبز خلعت جو فلاں شب میں تمھارے لیے میرے ہاتھ سے بھیجی گئی۔ دینے والا خدا تھا اور بانٹنے والا میں۔ دوسری گواہی یہ کہ درکات میں بارہ ہزار ولیوں کو خلعت ولایت بخشی گئی اور وہ سبز قبا جس کے کناروں پر سورۂ اخلاص کا نقش تھا، تمھارے لیے میرے ہاتھوں بھیجی گئی جب سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مریدین

۶۴- سبز خلعت با طرازِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد
آں مکرّم را کہ بخشید ار نہ در ایواں توئی

"قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد" کے نقش ونگار والی سبز خلعت اُس صاحب اعزاز کوکس نے عطا کی اگر محل میں تم نہ تھے۔

فصل منہ: فی تفضیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی مشایخہ الکرام

فصل: حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنے مشائخ کرام سے افضلیت

۶۵- گو شیوخت را تواں گفت از رہِ القاے نور
کافتابانند ایشان و مہِ تاباں توئی (۳۵)

تمھارے مشائخ کو القاے نور کی وجہ سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ آفتاب ہیں اور تم ماہ تاباں ہو۔

نے پیام پہنچایا تو حضرت عبد الرحمٰن نے کہا: "صدق الشيخ عبد القادر، وهو سلطان الوقت، و صاحب التصرف فيه" شیخ عبد القادر نے سچ کہا، وہ سلطان زمانہ اور زمانے میں تصرف فرمانے والے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

۳۵ قلت: گو شیوخت را، الخ۔ **اقول**: نقیب اولیا سیدنا خضر- علی حبیبنا و علیہ الصلاۃ والسلام- فرماتے ہیں: ما اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلِيًّا كانَ اَوْ يكونُ اِلّا وَ هُوَ مُتَاَدِّبٌ فِيْ سِرِّه مَعَ الشَّيْخِ عبدِ القَادِرِ اِلٰى يَوْمِ القِيَامَةِ۔ "جو پہلے تھے اور جو آئندہ ہوں گے ان میں سے جسے بھی حق تعالیٰ نے ولی بنایا وہ اپنے باطن میں شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تا روز قیامت حدّ ادب کی نگہداشت کرنے والا ہے۔" (زبدۃ الاسرار)

فقیر کہتا ہے یہ روایت سراپا ہدایت دو امروں پر دلیل شافی اور حجت کافی ہے۔

ایک یہ کہ غوث برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان تمام حضرات پر فضیلتِ مطلقہ حاصل ہے جو عرفِ جاری ومشہور میں لفظ اولیا سے مراد ومفہوم ہوتے ہیں۔ **دوسرا** یہ کہ ہر قرن اور ہر

....

زمانے کے اولیاء اللہ کو اُس ذات سعید و مسعود کے وجودِ با جود پر اطلاع دی گئی ہے اور حضرت کے ادب و تعظیم اور محبت و تکریم کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ حضرت خضر۔ علی حبیبنا وعلیه الصلاة و السلام ۔ کا وہ حکم کلی اس صورت کے بغیر راست نہ آئے گا۔ جیسا کہ واضح وعیاں ہے۔

سبحٰن اللہ، والحمد للہ! ہمیں قادریت کی سرکار گردوں وقار پر ناز ہے کہ اپنے جد کریم۔علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم۔کی مشابہت سے بہرۂ کامل پایا ہے۔ وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ (اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمھارے پاس وہ رسول کہ تمھاری کتابوں کی تصدیق کرے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ آل عمران س ۳، آیت ۸۱)

میں نے اسی مشابہت کو خطبے میں یوں عرض کیا ہے: "لا سيما على من هو في الأولياء كجده الكريم في الأنبياء ، عليه و عليهم التحية و الثناء"
(خصوصًا ان پر جو اولیا میں اسی طرح ہیں جیسے ان کے جد کریم انبیا میں۔علیہ وعلیہم التحیۃ والثنا)

زبدۃ الاسرار ہی میں دو ولیِّ جلیل احمد بن ابو بکر حریمی اور ابو عمر عثمان صریفینی قدس سرھما سے نقل ہے کہ یہ دونوں حضرات قسم کھا کے کہتے: "والله ما أظهر الله سبحنه و لا يُظهِر إلى الوجود من الأولياء مثل الشيخ عبد القادر" (خدا کی قسم حق سبحانہ نے عالم میں ایسا کوئی ولی نہ پیدا کیا ہے اور نہ کرے گا جو شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مماثل ہو)

شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ان دونوں ولیوں کا یہ کلام ان کے دور کے اولیا میں شہرت پذیر ہوا اور بعد گفتگو سب کا اس پر اتفاق ہو گیا۔ اگر ان اولیا کے پاس

۶۶- لیک سیرشاں بود بر مستقر و از کجا
آں ترقیِ منازل کاندراں ہر آں توئی (۳۶)

لیکن ان کی سیر ایک مستقر پر تھی، منزلوں کی وہ ترقیاں کہاں جن میں ہر لحہ تم ہو۔

کوئی دلیل نہ ہوتی تو قسم سے مؤکد کر کے اس مضمون پر جزم ہرگز نہ کرتے۔ انتہیٰ مترجمًا۔

الحاصل جب مذہب یہ ہے کہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اولیاے اولین وآخرین سے افضل واکمل اور اعلیٰ واجل ہیں۔ بجز اُن حضرات کے، جن سے متعلق دلیل استثنا قائم ہو چکی ہے، جیسے صحابہ اور خیار تابعین، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تو حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشائخ کرام جیسے سَری سَقطی، معروف کرخی، سید الطائفہ جنید بغدادی، ابوبکر شبلی، منبعِ سلاسل ممشاد دینوری، ابو اسود دینوری، علی ہکاری، ابو الفضل تمیمی، یوسف طرطوسی، ابوسعید مخزومی، حماد دبّاس اور ان کے علاوہ حضرات جو ان کے طبقے میں ہیں۔ قدس اللہ اسرارز مرتہم، ان پر بھی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت واضح وعیاں ہے — اور جس نے اُس ذات والا صفات کے فضائل، اور حضرت کرخی و جناب حماد وغیرہما کے ساتھ حضرت کے معاملات، اور حضرت حسین بن منصور حلاج ہم عصرِ حضرات جنید و شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حق میں حضرت کا کلام کتب علما و مشائخ میں دیکھا ہے اس کے سامنے میرا بیان بالکل واضح ہے۔ وباللہ التوفیق۔

۳۶ قلت: لیک سیرشاں، الخ۔ **اقول**: ناظم نے کلام کی بنیاد اس پر رکھی ہے کہ چاند، سورج سے روشنی حاصل کرتا ہے جیسا کہ لوگوں میں مشہور اور زبانوں پر مذکور ہے۔ پہلے حضرت ممدوح کے مشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خورشید اور حضور پرنور کو قمر کہتا ہے پھر آفتاب پر چاند کی فضیلت کا، ان آیات کریمہ کی تجلیات سے اقتباس کرتا ہے کہ حق -جلّت عظمتہ- کا ارشاد ہے: وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ (اور سورج اپنی ایک قرار گاہ کے لیے چلتا ہے۔

۶۷- ماه من لا ينبغي للشمس إدراك القمر

خاصہ چوں از "عَادَ کَالْعُرْجُوں" دراطمیناں توئی

میرے چاند! قمر کو پالینا آفتاب کے شایاں نہیں، خصوصًا جب کہ تم "پرانی ٹہنی کی صورت میں ہونے" سے مطمئن ہو۔

۶۸- کور چشم بد ! چہ می بالی، پری بودی ہلال

دی قمر گشتی و اِمشب بدر و بہتر زاں توئی (۳۷)

بری نظر اندھی ہو! تم کس قدر ترقی میں ہو، پرسوں ہلال تھے، کل قمر ہوئے، آج بدر اور اس سے بھی بہتر ہو۔

یہ حکم ہے زبردست علم والے کا اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ پھر کھجور کی پرانی خشک ڈال کی طرح ہوگیا۔ سورج کو نہیں پہنچتا کہ چاند کو پالے۔ یٰسٓ س ۳۶، آیات ۳۸-۴۰)

دیکھو آفتاب کی سیر کے لیے ایک قرار گاہ رکھی ہے اور چاند کو ترقّی منازل عطا فرمائی ہے پھر صراحۃً ارشاد فرمایا ہے کہ سورج کو لائق نہیں کہ چاند کو پالے — یہ کلام اس چاند سے متعلق ہے جس کی ترقی، تنزُّل سے بدلتی رہتی ہے اور پھر پہلی حالت پر پہنچ کر ایک پرانی خشک ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے۔ سبب یہ ہے کہ اس کی چال ایک مدارِ مستدیر پر ہے، اس لیے دوری کے بعد پھر نزدیکی اس کے لیے ناگزیر ہے۔ پھر اُس چاند کا کیا حال ہوگا جو ایک راہ مستقیم پر بکمال رفعت، حد بے نہایت کی جانب ترقی فرما ہے اور اس کا دامنِ عزت "عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ" کے داغ سے پاک ومحفوظ رہتا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳۷ قلت: دی قمر گشتی، الخ۔ **اقول:** چاند تین رات تک "ہلال" ہے، اس کے بعد آخر ماہ تک "قمر" اور چودھویں رات کا چاند "بدر" کے نام سے مخصوص ہے۔ عرف یہی ہے اگر چہ بحساب تقویم چاند کے پورے ہونے کا وقت کبھی رات کو ہوتا ہے، کبھی دن کو، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تیرہویں رات کو ہی بدر ہو جاتا ہے اور چودہ کی

فی تقریر عیشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا بیان

۶۹- اصفیا در جہد و تو شاہانہ عشرت می کنی
نوش بادت زانکہ خود شایانِ ہرساماں توئی

اصفیا مشقت میں ہیں اور تم شاہانہ زندگی گزارتے ہو، تمھیں مبارک ہو اس لیے کہ خود ہی ہر سامان راحت کے لائق ہو۔

رات کو محاق میں آجاتا ہے یعنی گھٹنا شروع ہوجاتا ہے۔ جیسے اسی ماہ ذی قعدہ ۱۳۰۴ھ میں، میں نے مشاہدہ کیا کہ پنج شنبہ کی شب میں تیرہویں رات کا چاند نصف شب کے ۴۹ منٹ (نجومی منٹ) کے بعد برج دَلو کے اواخر درجۂ نہم میں شمس کے مقابل ہو گیا، شمس اسی کی نظیر اپنے خانۂ اسد میں تھا۔

سبحٰن اللہ بات کہاں سے کہاں چلی جاتی ہے۔ ہم اپنے چاند کی ترقی سے متعلق ایک روایت پیش کرتے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ تحفۂ قادریہ اور بہجۃ الاسرار میں سیدی قطب عالم علی بن ہیتی قدس سرہ سے روایت ہے کہ ایک دن سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معروف کرخی نور اللہ مرقدہ کی تربتِ پاک کو گئے اور وقت زیارت یوں کہا: "السلام علیك یا شیخ معروف! عَبرتَنا بدرجة" سلام ہو آپ پر اے شیخ معروف۔ آپ ہم سے ایک درجہ آگے بڑھ گئے۔ پھر جب دوسری بار زیارت کو آئے تو یوں فرمایا: "السلام علیك یا شیخ معروف ! عبرناك بدرجتین" ہم آپ سے دو درجہ آگے بڑھ گئے۔ سیدی معروف نے قبر سے ندا کی: "و علیك السلام یا سیدَ أهلِ زمانه" اور تم پر بھی سلام ہو، اے اپنے اہل زمانہ کے سردار!

۷۰- بلبلاں را سوز سازد، سوز ایشاں کم مباد
گل رُخاں را زیب زیبد، زیبِ ایں بستاں توئی (۳۸)

بلبلوں کے لیے سوز مناسب ہے، ان کا سوز کم نہ ہو، گل رخوں کے لیے آرائش زیبا ہے، اور اِس گلستاں کی رونق تم ہو۔

۷۱- خوش خور و خوش پوش و خوش زی کوریٔ چشم عدو
شاہِ اقلیم تن و سلطانِ مُلکِ جاں توئی (۳۹)

اچھا کھانے، اچھا پہننے، اچھی زندگی والے، دشمن کی آنکھ اندھی ہونے کا سبب! اقلیم بدن کے بادشاہ اور ملکِ جان کے سلطان تم ہو۔

۳۸ے **قلت**: گل رُخاں را زیب زیبد، الخ۔ **اقول**: طٰهٰ ﴿۱﴾ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ﴿۲﴾ (اے محبوب! ہم نے تم پر یہ قرآن اس لیے نہ اُتارا کہ تم مشقت میں پڑو۔ طہ، س ۲۰، ت ۱-۲)

فلکِ عُلو کے نجم تاباں حضرت نجم الدین کبری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدی سیف الدین باخرزی قدس سرہ کو ایک چلّے سے زیادہ مجاہدے میں نہ رہنے دیا۔ دوسرے چلّے میں ان کی خلوت گاہ کے دروازے پر آئے، انگشتِ مبارک دروازے پر ماری اور آواز دی کہ ''اے سیف الدین!'' **شعر**

منم عاشق مرا غم سازوار ست ❁ تو معشوق ترا با غم چہ کار ست؟
میں عاشق ہوں، میرے لیے غم مناسب ہے ❁ تم معشوق ہو تمھیں غم سے کیا کام؟

''اٹھو باہر آؤ'' یہ کہا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر خلوت سے باہر لائے اور بخارا کی جانب روانہ کر دیا (نفحات الانس)

میں نے یہ حکایت اس غرض سے نقل کی ہے کہ تم یہ جان سکو کہ مقام محبوبیت کی شان الگ ہی ہوتی ہے۔ پھر کوئی محبوبیت ہمارے آقا کی محبوبیت جیسی کہاں؟ وہ تو محبوبوں کے سرور و سردار تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم۔

۳۹ے **قلت**: خوش خور و خوش پوش، الخ۔ **اقول**: حضرت قادریت جاہ۔

۷۲- کامرانی کن بکامِ دوستاں اے من فِدات
چشمِ حاسد کور بادا نوشہِ ذی شاں توئی

دوستوں کے مطلب کی مرادیں پوری کرو، میں تم پر قربان، حاسد کی نظر اندھی ہو، تم شان والے نوشاہ ہو۔

جعلنَا الله فداه (خدا ان پر ہمیں قربان کرے) کھانا لذیذ ونفیس تناول فرماتے اور بیش قیمت شاہانہ لباس پہنتے۔ ایک دن حضور کے خادم، شیخ ابوالفضل احمد بن ہاشم قریشی بزاز رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس گئے اور ایسا کپڑا طلب کیا جس کی قیمت فی ذراع ایک دینار ہو (ایک اشرفی میں ایک ہاتھ ملے) ابوالفضل نے پوچھا یہ کپڑا کس کے لیے لینا چاہتے ہو؟ خادم نے کہا: شیخ محی الدین عبدالقادر کے لیے۔ ابوالفضل نے اپنے دل میں سوچا کہ شیخ نے بادشاہ کے لیے بھی جامہ نہ چھوڑا، اِدھر ان کے دل میں یہ خیال گزرا اور اُدھر ایک کیل غیب سے آئی اور ان کے پاؤں میں چبھ گئی، لوگوں نے نکالنے کی بڑی کوشش کی مگر نہ نکال سکے۔ ابوالفضل نے کہا: مجھے شیخ کی خدمت میں پہنچاؤ، لوگ انھیں لے کر آئے، حضرت نے فرمایا: اے ابوالفضل دل میں ہم پر اعتراض کیوں کیا؟ قسم ہے عزت الٰہی کی، میں خود سے نہیں پہنتا جب تک یہ نہیں فرمایا جاتا کہ "بحقي عليك اِلْبَس قميصا ذراعه بدينار" تمھیں قسم ہے میرے اُس حق کی جو تم پر ہے، کرتا وہ پہنو جس کا ایک ہاتھ ایک اشرفی کا ہو پھر فرمایا: ابوالفضل! یہ کفن ہے، اور کفن عمدہ ہونا چاہیے۔ اَوکما قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس کے بعد دستِ حق پرست ان کے پاؤں پر گزارا۔ اب نہ کیل ہے نہ اس کا درد۔ شیخ ابوالفضل کہتے ہیں: خدا کی قسم مجھے پتا نہیں کیل کہاں سے آئی اور کہاں چلی گئی، جب میں اٹھا تو حضرت نے فرمایا: ہم پر جو اعتراض کیا تھا وہی کیل کی صورت میں اس پر نمودار ہو گیا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔

(تحفۂ قادریہ وغیرہا)

۷۳- شاد زی اے نو عروس شادمانی شاد زی
چوں بحمد اللہ در مُشکوے ایں سلطاں توئی

اے نئی عروسِ مسرت! خوشی کی زندگی گزار، خوش رہ، اس لیے کہ تو بحمد اللہ اِس سلطان کی حرم سرا میں ہے۔

۷۴- بلکہ لا واللہ کاینہا ہم نہ از خود کردۂ
رفت فرماں ایں چنیں و تابعِ فرماں توئی (۴۰)

خدا کی قسم! یہ سب تم نے خود سے نہ کیا بلکہ ایسا ہی فرمان صادر ہوا اور تم اس فرمان کے تابع ہو۔

۷۵- ترکِ نسبت گفتم از من لفظ محیُّ الدین مخواہ
زانکہ در دینِ رضا ہم دین و ہم ایماں توئی (۴۱)

میں ترکِ اضافت کا قائل ہوں، مجھ سے لفظ محی الدین کی خواہش نہ رکھو، اس لیے کہ رضا کے مذہب میں تمھی دین ہو اور تمھی ایمان ہو۔

۴۰؎ **قلت**: بلکہ لا واللہ، الخ۔ **اقول**: یہ مضمون اسی روایتِ ابوالفضل سے عیاں ہے۔ اور بہجۃ الاسرار میں حضرت کا ایک خطبۂ جلیلہ روایت کیا ہے، اس کے آخر میں حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں فرماتے ہیں: ''مجھ سے کہا جاتا ہے کہ اے عبدالقادر کلام کرو کہ ہم تم سے سنیں گے، اے عبدالقادر تمھیں قسم ہے میرے اس حق کی جو تم پر ہے کھاؤ، اور میرے حق کی قسم پیو، اور میرے حق کی قسم کلام کرو، میں نے تم کو رد سے بے خوف کیا۔'' اللہ اللہ! کیا شانِ محبوبی ہے۔ شعر

قدرے بخند وا زرخ قمرے نمائے مارا ❁ سخنے بگو وا زلب شکرے نمائے مارا

ذرا خندہ زن ہوجاؤ اور رخ سے ہمیں ایک چاند دِکھاؤ کچھ بولو اور لب سے ہمیں شکر دِکھاؤ —— اللہ تعالیٰ ان کے محبین کے زمرے میں ہمارا حشر فرمائے۔ آمین۔

۴۱؎ **قلت**: ترکِ نسبت، الخ۔ **اقول**: ''محیّ الدین'' ترکیب اضافی ہے اور

۷۶- ہم بدقت ہم بشہرت ہم بہ نعتِ اولیا

فارغ از وصفِ فلان و مِدحتِ بہماں توئی

تم باریکی و لطافت میں، شہرت میں اور اولیا کی صفات میں فلاں کی تعریف اور فلاں کی ستائش سے بے نیاز ہو۔

تمہید عرض الحاجۃ

عرض حاجت کی تمہید

۷۷- بے نوایاں را نوائے ذکرِ عیشت کردہ ام

زارِ نالاں را صلائے گوش بر افغاں توئی (۴۲)

بے نواؤں کے لیے میں نے تمھارے ذکر حیات کا سامان کر دیا ہے، ناتواں فریادی کے لیے فریاد پر کان رکھنے والی پکار تم ہو۔

اضافت غیریت کا پتا دیتی ہے، دین اور ہوگا، دین کا زندہ کرنے والا اور۔ جو محبوب کو دین جانے محیؔ الدین کیسے کہے گا، دین کہے گا۔

۴۲ قلت: بے نوایاں را نوائے، الخ۔ **اقول:** جب قدرت الٰہی کی عظمت، اور رحمت نامتناہی کا کمال کسی انداز میں جلوہ فرما ہوتا ہے تو دیکھنے سننے والے کو اسی انداز کے مناسب حاجتیں یاد آتی ہیں اور بے قصد و اختیار باطن میں دعا جوش زن ہوتی ہے اور بمشیت خداوندی اجابت و قبول سے قریب تر ثابت ہوتی ہے۔ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ (وہاں زکریا نے اپنے رب سے دعا کی۔ آل عمران، س ۳، ت ۳۸)

حضرت زکریا علیہ السلام نے جب مشاہدہ کیا کہ مریم کو میوے بے فصل عطا ہو رہے ہیں تو انھوں نے بھی غیر معہود وقت میں فرزند ملنے کی دعا کی اور اجابت سے ہم کنار ہوئی۔ اے اللہ تیرے بندے عبد القادر کی حیات کے طفیل تجھ سے ایسی زندگی کا سائل ہوں جو اوّلاً، آخراً ہر کدورت سے خالی اور صاف و شفاف ہو۔ آمین۔

۷۸- چارۂ کن اے عطاے بن کریم ابن الکریم

ظرفِ من معلوم و بیحد وافر و جوشاں توئی

اے فرزند کریم ابن کریم کی عطا! کوئی تدبیر کر، میرا ظرف معلوم ہے اور تو بے حد فراواں اور جوش زن ہے۔

۷۹- باہمیں دست دوتا و دامنِ کوتاہ و تنگ

از چہ گیرم درچہ بنہم بس کہ بے پایاں توئی

میرے پاس یہی دو ہاتھ ہیں اور ایک تنگ وکوتاہ دامن، کس سے لوں؟ کس میں رکھوں؟ جب کہ تو بہت بے پایاں ہے۔

۸۰- کوہ نہ دامن دہد وقت آنکہ پُرجوش آمدی

دست در بازار نفروشند بر فیضاں توئی

اے عطاے بے پایاں! جس وقت تو پُرجوش ہوکر فیضان پر آ جائے تو نہ پہاڑ دامن دے گا، نہ بازار سے ہاتھ خریدا جا سکے گا۔

المطلع الرابع فی الاستمداد

چوتھا مطلع : استمداد پر مشتمل

۸۱- رومتاب از مابداں چوں مایۂ غفراں توئی (۴۳)

آیۂ رحمت توئی آئینۂ رحمٰں توئی (۴۴)

ہم بروں سے رخ نہ پھیرو کیوں کہ تمھی ہمارا سرمایۂ بخشش ہو، تم رحمت کی نشانی ہو، تم رحمٰن کا آئینہ ہو۔

---

۴۳ **قلت**: مایۂ غفراں توئی۔ **اقول**: بھجۃ الاسرار میں سیدی عبدالرزاق اور شیخ ابوالحسن علی قرشی سے روایت ہے کہ سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے ایک رجسٹر تا حدّ نظر پھیلا ہوا عطا فرمایا ہے، اس میں قیامت تک ہونے والے میرے اصحاب اور مریدوں کے نام درج ہیں، اور مجھ سے فرمایا ہے: ”وَهَبْتُهُمْ لك“ ان سب کو میں نے تمھیں بخش دیا مالک داروغۂ جہنم سے میں نے پوچھا، کیا تمھارے پاس میرے

....

اصحاب میں سے کوئی ہے؟ کہا: نہیں۔ میرے رب کی عزت وجلال کی قسم میرے مرید پر میرا ہاتھ اسی طرح سایہ فگن ہے جیسے آسمان، زمین پر۔ اگر میرا مرید جیّد نہیں میں خود جیّد ہوں۔ قسم ہے رب کی عزت وجلال کی، پروردگار کے حضور سے اُس وقت تک اپنا قدم ہرگز نہ ہٹاؤں گا جب تک مجھے تم لوگوں کے ساتھ جنت کو روانہ، نہ کردے۔

سبحٰن اللہ رب کی رحمت کس قدر وسیع ہے، سبحٰن اللہ خدا کا احسان کس قدر عظیم ہے! سنو سنو! اے سگانِ کوے قادری! بیٹھے اور دل شکستہ کیوں ہو؟ اٹھتے کیوں نہیں، اور اپنی جان محبوب کے قدموں پر نثار کیوں نہیں کرتے؟ سنتے نہیں کہ کیا کیا ہو رہا ہے؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ عبد القادر توبہ کا دروازہ، قبول کی بارگاہ، حق کی نعمت اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت ہیں۔ آخر میں اس بلند مضمون سے متعلق کچھ روایات قول ۵۲ کی شرح میں آئیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۴۴ قلت: آئینۂ رحمٰن توئی۔ **اقول**: ہر چیز کا آئینہ وہ ہوتا ہے جس کی جانب توجہ شئ تک رسائی کا باعث ہو۔ اسی وجہ سے عنوانات کو ملاحظۂ مُعنونات کا آئینہ کہتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے: "أولياءُ الله الذين إذا رُؤوا ذُكر الله" خدا کے اولیا وہ حضرات ہوتے ہیں جنھیں دیکھ کر خدا یاد آئے۔ اسے ترمذی سیدی محمد بن علی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (۱)

---

(۱) یہ حدیث ثابت ہے، اس کے معنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے درجۂ صحت وشہرت کو پہنچے ہوئے ہیں۔ (۱) اسے امام احمد نے اپنی مُسند میں بسند صحیح عبد الرحمن بن غُنم سے روایت کیا۔ (۲) طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبادہ بن صامت سے۔ (۳) بیہقی نے شُعب الایمان میں بسند حسن حضرت عبد اللہ بن عمر فاروق سے (۴-۵) حکیم ترمذی نے نوادر الوصول میں عبد اللہ بن عمرو بن عاص اور انس بن مالک سے۔ (۶) اور حکیم ترمذی وعبد بن حُمید نے بسند صحیح ایک دوسرے طریق پر حضرت ابن عباس سے روایت کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (۷) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حسن، طبرانی وبیہقی کی روایت ہے: "إنّ من الناس مفاتيحَ لذكر الله، إذا رأوا ذكر الله" کچھ لوگ یادِ الٰہی کی کلید ہیں، جب ان کا دیدار ہو تو خدا کی یاد آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۸۲- بندہ اَت غیرت برد(۴۵) گر بَر درِ غیرت رَوَد(۴۶)
وَر رَوَد چوں بنگرد ہم شاہ آں ایواں توئی(۴۷)

تمھارے غلام کو غیرت آتی ہے اگر کسی اور دروازے پر جائے، اور اگر جائے تو یہی دیکھے گا کہ اس محل کے بادشاہ تمھی ہو۔

کہا گیا ہے "النظر إلی عليّ عبادة" علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے- کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ- اسے طبرانی نے حضرت ابن مسعود اور عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعًا روایت کیا۔ اس قول میں بھی وہی رمز ہے جو اوپر بیان ہوا۔ یہ قول اگرچہ حدیث نہ ہو- اس لیے کہ ذہبی نے اسے موضوع کہا- مگر اس کے معنی حق اور درست ہونے میں کوئی شبہہ نہیں، اور حدیث صحیح بھی گزر چکی : "من رآني فقد رأى الحق" (جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا) اور آئینے کا آئینہ آئینہ ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴۵؎ **قلت** : بندہ ات غیرت بَرد، الخ۔ **اقول** : یہ غیرت خود آقا کی عظمت و جلال کا لازمہ ہے۔ وہ کتا جو خاص سلطانی دروازے کا وظیفہ خوار ہے اُسے اس بات سے شرم ہونی چاہیے کہ کوئی دوسرا دروازہ تلاش کرے۔ شاہ ابو المعالی تحفۂ قادریہ میں شیخ ابو البرکات مُوصلی سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے چچا ولیّ اجل حضرت عدی بن مسافر قدس سرہ الطاہر ہمارے حضرت کے ہم عصروں میں تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "شیخ عبد القادر کے نیاز مند بے نہایت محبت اور بے غایت عنایت میں ڈوبے ہوئے ہیں، انھیں کسی چیز کی ضرورت نہیں، یہ کسی اور کی طرف التفات کیوں کریں؟ کوئی سمندر کو چھوڑ کر نہر کی طرف نہیں آتا۔ ع ہر کہ در جنت عدن ست گلستاں چہ کند۔ جنت عدن میں رہنے والا گلستاں لے کر کیا کرے گا۔

۴۶؎ **قلت** : گر بر در غیرت رود۔ **اقول** : یعنی جانے کا قصد کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ : "إذا قمتم إلی الصلوٰة" کے انداز پر۔ حضرت سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں : میری مجلس سے دور نہ ہو، اس لیے کہ اس میں خلعتیں دی جاتی ہیں۔ اُس پر افسوس جس سے یہ دولت فوت ہو۔

شعر

ہر کہ ایں عشرت نخواہد خرّمی بروے مباد ❁ وانکہ ایں مجلس نجوید زندگی بروے حرام

۸۳- سادگیم بیں کہ می جویم ز تو درمانِ درد
دَرد کو دَرماں کجا؟ ہم ایں توئی ہم آں توئی (۴۸)

میری سادہ لوحی دیکھو کہ تم سے اپنے درد کی دوا طلب کر رہا ہوں، درد کون اور دوا کہاں؟ یہ بھی تم ہو، وہ بھی تم ہو۔

جو اس آسائش کا خواہش مند نہ ہوا سے خوشی نصیب نہ ہو، اور جو اس دربار کا طلب گار نہ ہو اس پر زندگی حرام ہو۔ (تحفۂ قادریہ)

۴۷ قلت: ورزَ وَد چوں بنگرد، الخ۔ **اقول**: یہ مقام غوثیتِ عُظمیٰ کا لازمہ ہے، اس لیے کہ تمام اولیا ان کے ماتحت ہیں، ان کے اذن کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتے، جو فیض اللہ کے خلیفۂ اعظم محمد ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ سے سرکار کے وزیر حیدر کرار کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی وساطت سے آتا ہے پہلے درگاہ غوثیت میں پہنچتا ہے پھر حسب مناصب اقطاب اور اصحاب خدمات پر تقسیم ہوتا ہے ــــ نہر سے پانی لینے والا دراصل دریا ہی سے پانی لیتا ہے۔ نادان یہ سمجھتا ہے کہ پرنالہ برس رہا ہے اور اس سے غافل ہے کہ پرنالہ کہاں سے لا رہا ہے ــــ شیخ ابو البرکات قدس سرہ فرماتے تھے: حق تعالیٰ کا شیخ عبد القادر کے ساتھ عہد ہے کہ کوئی ولی اُس سید الاولیا کے اذن کے بغیر ظاہر و باطن میں تصرف نہ کرے گا۔ انھیں بعد انتقال بھی تصرف عام عطا فرمایا ہے جیسے قبل رحلت تھا۔ (تحفۂ قادریہ)

۴۸ قلت: ہم ایں توئی ہم آں توئی۔ **اقول**: یہ اُس شعر کے رنگ میں ہے جو سیدی سعد الدین محمد حموی نے فرمایا: یہ سیدی نجم الدین کبری قدس سرّ ہما کے کبارِ اصحاب میں سے تھے۔ ان کا شعر یہ ہے:

أنت سقمي و صحتي و شفائي ❁ و بك الموت والحياة تطيب

تمھی میری بیماری، میری صحت اور میری شفا ہو، اور تمھارے ہی سبب موت اور حیات دونوں خوشگوار ہیں۔

الاستعانۃ للاسلام

اسلام کے لیے استعانت

۸۴- دینِ بابائے خودت را از سرِ نو زندہ کن
سیّدا ! آخر نہ عمرِ سیّد الادیاں توئی (۴۹)

پھر اپنے بابا کا دین زندہ کرو، میرے آقا! کیا تم سیدِ اَدیان - دین اسلام - کی زندگی نہیں ہو؟

۸۵- کافراں توہینِ اسلام آشکارا می کنند
آہ اے عزِّ مسلماناں کجا پنہاں توئی

کفار دین اسلام کی علانیہ اہانت کر رہے ہیں، آہ! اے اہل اسلام کی آبرو! تو کہاں روپوش ہے؟

۸۶- تا بیاید مہدی اَز اَرواح وعیسیٰ از فلک (۵۰)
جلوہٴ کن خود مسیحا کار (۵۱) و مہدی شاں توئی

جب تک مہدی عالم ارواح سے اور حضرت عیسیٰ آسمان سے تشریف لائیں تم خود جلوہ گر رہو، اس لیے کہ مسیحا کے کام اور مہدی کی شان رکھنے والے تم خود ہو۔

---

۴۹ **قلت**: عمر سید الادیاں توئی۔ **اقول**: یہ واقعہ معروف و مشہور اور کتب علما میں مذکور و مسطور ہے کہ حضرت نے ایک نحیف و ناتواں بیمار کو زمین پر گرا ہوا دیکھا اس نے استدعا کی، حضرت نے اٹھایا، وہ تر و تازہ ہو کر اٹھا اور کہا (میں آپ کے جد کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کا لایا ہوا دین ہوں، آپ نے مجھے زندگی بخشی) آپ محی الدین ہیں۔ اس کے بعد لوگ ہجوم در ہجوم آتے اور محی الدین لقب سے پکارتے ہوئے سلام کرتے۔

۵۰ **قلت**: تا بیاید مہدی از اَرواح۔ **اقول**: روافض کے مذہب کے رد کی جانب اشارہ ہے۔ وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت مہدی، سیدنا عسکری کے فرزند ہیں، طفولیت کو پہنچ کر ایک غار میں آرام فرما ہیں۔ **شعر**

فَعَلیٰ عُقولِکم العَفاءُ فإنّکم ❀ ثَلّثتم العَنْقَاءَ وَ الغِیْلَانَا

....

تو تمھاری عقلوں کی بربادی ہے کہ عَنقا اور غُول دو جاندار زبان زد تھے جن کا خارج میں کوئی وجود نہیں، تم نے ان کا تیسرا بھی بنالیا۔

وہ کہتے ہیں کہ: ''حضرت مہدی، اس انتظار میں ہیں کہ مومنین کی جماعت فراہم ہو جائے تو خروج فرمائیں''۔ یارب! شاید ایران اور لکھنؤ میں شیعہ گروہوں میں سے بہتر (۷۲) نفر بھی باایمان نہیں کہ انھیں ساتھ لے کر تقیہ کا ننگ و عار ختم کریں۔ اور بازارِ امامت کی رونق پر حرف نہ آنے دیں یا شاید حضرت امام شہید -علی جدہ وعلیہ صلاۃ المجید- نے فرض تقیہ کو پس پشت ڈال دیا، اور اتنے ہی فدا کاروں کو لے کر یزیدیوں کے مقابلہ میں صف آرا ہو گئے۔

۵۱ قلت: مسیحا کار۔ **اقول:** مولانا جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس میں نقل فرماتے ہیں کہ اکابر بغداد میں سے ایک شخص نے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوت کے بہانے اپنے گھر قدم رنجہ فرمانے کی زحمت دی، حضرت خچر پر سوار ہوئے، قطب اجل سیدی علی ہیتی نے داہنی رکاب، اور ایک دوسرے ولی بزرگ نے بائیں رکاب تھامی، اسی طرح داعی کے گھر پہنچے۔ بغداد کے تمام اولیا، علما اور رؤسا جمع تھے۔ لوگوں نے انواع نعمت سے بھرپور دسترخوان بچھایا اور دس آدمی ایک بڑا سا ٹوکرا، جو اوپر سے ڈھکا ہوا تھا، اٹھا کر لائے اور دسترخوان کے آخری کنارے پر رکھ دیا۔ پھر صاحب دعوت نے اجازتِ تناول کی صدا لگائی، مگر حضرت قدس سرہ سر جھکائے بیٹھے رہے، نہ خود کچھ تناول فرمایا، نہ دوسروں کو اجازت دی۔ اہل مجلس حضور کی ہیبت سے خاموش و مدہوش ہیں ''کأنّ علی رؤوسهم الطیر'' جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ حضرت نے ابوالحسن ابن ہیتی اور ان کے ساتھ آنے والے دوسرے ولی بزرگ کو اشارہ فرمایا کہ وہ ٹوکرا اٹھا کر سامنے لائیں۔ انھوں نے حاضر کیا۔ کھولنے کا حکم دیا، انھوں نے کھولا۔ دیکھا گیا کہ ٹوکرے میں صاحب دعوت امیر کا فرزند ہے، مادر زاد اندھا، اپنی

....

جگہ پڑا ہوا، اپاہج، فالج زدہ۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ حضرت نے فرمایا: "قم بإذن الله تعالیٰ معافیً" باذن پروردگار بعافیت اٹھ جا۔ معاً وہ لڑکا کھڑا ہو گیا، بینا، صحیح وسالم، دوڑتا ہوا، گویا اسے کوئی بیماری نہ تھی۔ حاضرین میں شور برپا ہو گیا۔ شعر

قادرا قدرت تو داری ہر چہ خواہی آں کنی
مردہ راجا نے دہی و زندہ را بے جاں کنی

اے قادر! آپ قدرت والے ہیں جو چاہیں کریں ❁ چاہیں تو مردہ کو جان بخش دیں اور چاہیں تو زندہ کو بے جان کر دیں۔

سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کی بھیڑ میں باہر نکل آئے اور کچھ تناول نہ فرمایا۔ شیخ اجل حضرت ابوسعید قیلوی قدس سرہ کو اس واقعہ کی خبر دی گئی، انھوں نے فرمایا: شیخ عبد القادر مادر زاد اندھے اور برص والے کو اچھا کرتے ہیں اور مردوں کے جسم میں جان، ڈالتے ہیں باذنِ مولا تبارک وتعالیٰ۔

فقیر کہتا ہے: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کچھ تناول نہ فرمانا اس لیے تھا کہ اس حیرت انگیز کام کا پورا ثواب محفوظ رہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ "جو کسی بیمار کی عیادت کرے اور وہاں کچھ کھائے تو یہی چیز اس کی عیادت کا اجر وصلہ ہو گی۔"

دیلمی کی روایت حضرت ابواُمامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں، سرکار فرماتے ہیں: "إذا عَادَ أحدُكم مريضًا فلا يأكُلْ عنده شيئًا، فإنه حَظُّه مِنْ عيادتِه" تم میں سے کوئی شخص جب کسی بیمار کی عیادت کرے تو اس کے یہاں کچھ نہ کھائے کہ یہ کھانا اس کی عیادت کا بدلہ اور حصہ ہو جائے گا۔

سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ عمل سے ہمیں یہ ہدایت بھی ملتی ہے کہ اجابتِ دعوت جس کے متعلق امر وارد ہے وہ بمعنی حاضری ہے بمعنی خوردن نہیں ہے۔ یعنی جانا ضروری ہے۔ اگر کوئی عذر نہ ہو۔ اور نہ کھانا مباح ہے اگر دل شکنی نہ ہو۔ اس بارے میں حدیث صحیح وارد ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے اور فقہ کی بھی صراحت ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔

۸۷- کشتی ملت بموجے کالجبال افتادہ است
من سرت گردم بیا چوں نوحِ ایں طوفاں توئی

ملت کی کشتی پہاڑ جیسی موجوں میں پھنس گئی ہے، میں تم پر قربان! آؤ کہ اِس طوفان کے نوح تم ہی ہو۔

۸۸- باد ریزد موج موج و موج خیزد فوج فوج
بر سر وقت غریباں رَس چو کشتی باں توئی

بادِ فتنہ موج پر موج گرا رہی ہے، اور موجیں فوج در فوج اٹھ رہی ہیں، غریبوں بے وطنوں کی مصیبت کی گھڑی میں پہنچو، اس لیے کہ ان کی کشتی کے ناخدا تمہی ہو۔

استمداد العبد لنفسہ

اپنے لیے بندے کی استمداد

۸۹- حاش للہ تنگ گردد جاہت از ہمچوں منے
یا عمیم الجود بس با وسعتِ داماں توئی

خدا کو پاکی ہے، تمھاری وجاہت کا دامن مجھ جیسے شخص کے لیے تنگ ہو؟ اے جودِ عام والے! تمھارا دامن بہت وسیع ہے۔

نفحات الانس ہی میں ہے کہ ایک بڑھیا نے اپنے لڑکے کو حضرت کے سپرد کر دیا۔ وہ مجاہدے کی شدت سے لاغر و کمزور ہو گیا۔ ضعیفہ خدمت مبارکہ میں آئی، دیکھا کہ ایک طبق ہے جس کے اوپر اُس مرغ کی ہڈیاں رکھی ہوئی ہیں جو حضرت نے تناول فرمایا تھا۔ اس نے عرض کیا حضرت مرغ کا گوشت تناول فرماتے ہیں اور میرا لڑکا جَو کی روٹی کھاتا ہے۔ حضرت نے دست مبارک ہڈیوں کے اوپر رکھا اور فرمایا: "قومي بإذن الله الذي يُحيِ العِظامَ و هي رميم" اٹھ جا خدا کے اذن سے جو بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ فرماتا ہے۔ فوراً مرغ کھڑا ہو گیا اور بانگ دینے لگا۔ حضرت نے فرمایا جب تیرا بیٹا اس کیفیت کو پہنچ جائے تو جو چاہے کھائے۔

۹۰- نامۂ خود گر سیہ کردم سیہ تر کردہ گیر
بلکہ زینساں صد دگر ہم چوں مہِ رخشاں توئی (۵۲)

اگر میں نے اپنا دفتر سیاہ کرلیا ہے تو اس سے زیادہ سیاہ کرنے والے کو تھام لو، بلکہ ایسے سیکڑوں اور کو بھی۔ اس لیے کہ چمکانے والے چاند تم ہی ہو۔

---

۵۲ **قلت**: نامۂ خود، الخ۔ **اقول**: اوپر گزرا کہ حضرت فرماتے ہیں: میرا مرید اگر جیّد نہیں، میں خود جیّد ہوں۔ اور فرماتے ہیں: اگر میرے مرید کا ستر مشرق میں کھل جائے اور میں مغرب میں ہوں تو ضرور اس کی ستر پوشی کروں گا۔ اور فرماتے ہیں: قیامت تک ہونے والے میرے مریدوں میں سے اگر کسی کی سواری پھسلے تو میں اس کی دستگیری کروں گا۔

حضرات عالیۂ سیدی عبد الرزاق و سیدی عبد الوہاب ابنائے آں جناب اور حضرات مبارکۂ ابو السعو دحریمی و ابن قائد اوانی و ابو القاسم بزاز قدست اسرارہم نے فرمایا کہ ہمارے حضرت نے اس بات کی ضمانت لی ہے کہ تا روزِ قیامت جو اُن کا مرید ہوگا ہرگز بے توبہ نہ مرے گا۔

حضرت حماد دبّاس سے راتوں میں شہد کی مکھی جیسی آواز سنائی دیتی تھی، حضرت سیدنا ابتدائے امر میں ان کی خدمت میں رہتے تھے، ان سے اس بارے میں دریافت کیا، کہا: میرے بارہ ہزار مرید ہیں، ہر رات ان سب کو نام بنام یاد کرتا ہوں اور ان کی حاجتیں خدا سے طلب کرتا ہوں، اور اگر ان میں سے کوئی مرید کسی گناہ میں مبتلا ہے تو دعا کرتا ہوں کہ اسی ماہ میں اسے توبہ نصیب کرے، یا دنیا سے اٹھا لے تاکہ زیادہ دنوں تک گناہ میں نہ رہے۔ ہمارے حضرت سراپا رحمت نے فرمایا: اگر حضرت حق جلّ وعلا سے مجھے کوئی مرتبہ ملے گا تو میں درخواست کروں گا کہ قیامت تک ہونے والے میرے مریدین بے توبہ نہ مریں اور میں اس کام پر ان کا ضامن ہو جاؤں۔ شیخ حماد نے کہا: حق سبحانہ نے مجھے مشاہدہ کرایا ہے کہ جلد ہی اسے اس مراد کو پہنچائے گا اور اس کی وجاہت کا

....

سایہ مریدوں کے سروں پر دراز فرمائے گا۔ والحمدللہ رب العلمین۔ یہ سب روایات کتب معتبرہ جیسے بہجۃ الاسرار و تحفۂ قادریہ وغیرہا میں مذکور ہیں۔

ہاں! اے گدائے قادری تیری آنکھ ٹھنڈی ہو اور زیادہ صاف سن لے کہ تیرے آقا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جو میری طرف اپنی نسبت کرے حق جلّ وعلا اسے قبول فرمائے اور اس کے جرم و گناہ بخش دے۔ اگرچہ کسی ناپسندیدہ روش پر ہو۔ (تحفۂ قادریہ)

اللہ اللہ کیا رحمت ہے اور کیا قادریت؟ —— ہاں! ہاں اے زخم دل رکھنے والے درویش! بیدار و ہوش یار ہو جا کہ ایک عظیم سفر در پیش ہے۔ **ع** مغرور مشو کہ خاصگاں در بیم اند (مغرور نہ ہو، یہاں خواص بھی خائف ہیں) مانا تیرے پاس تریاق ہے مگر خود کو اژدر کے منہ میں نہ ڈال۔[۱] تیرے پاس مرہم شفا ہونا تسلیم مگر از خود تلوار کی دھار پر ہاتھ نہ مار۔

تجھے کچھ خبر ہے کہ ان کا مرید کون ہے؟ اور اس سرکار رسعادت کی ارادت کے معنی کیا ہیں؟ ''الایمان بین الخوف والرجاء'' (ایمان امید و بیم کے درمیان ہے) ایسا خوف چاہیے کہ نڈر نہ ہو جائے، فَلَا یَاْمَنُ مَکْرَ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ (تو اللہ کی خفی تدبیر سے نڈر نہیں ہوتے مگر تباہی والے۔: اعراف، س ۷، ت ۹۹)

اور ایسی امید چاہیے کہ مایوس نہ ہو جائے، اِنَّہٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ (اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔ یوسف، س ۱۲، ت ۸۷)

ان دونوں میں سے اگر کوئی غائب ہے تو تو کافر ہے اور اگر کوئی کم ہے تو تو خاسر ہے، نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۴۹﴾ وَ اَنَّ عَذَابِیْ ھُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ﴿۵۰﴾ (خبر دو میرے بندوں کو کہ بے شک میں ہی ہوں بخشنے والا مہربان۔ اور میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے۔ حجر، س ۱۵، ت ۴۹-۵۰)

---

(۱) **تریاک و تریاق:** زہر دور کرنے والی دوا۔ اژدر: بھاری بھرکم سانپ۔ مترجم

....

مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: شفاعتي لأهل الكبائر من أمتي" میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لیے ہے۔مگر کیا یہ روا ہوگا کہ ان کی شفاعت پر تکیہ کر کے بے باک ہو جائیں اور گناہ کی راہ میں تیز گام؟ ارادت بغیر محبت کے سچی نہیں ہوسکتی، اور محبت بغیر اطاعت کے جھوٹی معلوم ہوتی ہے۔ **شعر**

لو كان حُبُّك صَادِقًا لأَطَعْتَهُ ۞ إن المحِبَّ لمن يُحِبُّ مُطِيعُ

اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کا فرماں بردار ہوتا، یقیناً محب اپنے محبوب کا اطاعت گزار ہوتا ہے۔

ہاں! سنیوں کو شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک امید وابستہ ہے روز افزوں، اور ان میں سے قادریوں کے لیے جو صحیح العقیدہ ہیں۔ کہ خدا کی قسم قادری نہیں مگر یہی۔ ناز ہیں گونا گوں۔ **قطعہ**

دی بخاکِ **رضا** شدم گفتم ۞ کہ تو چونی کہ ما چناں شدہ ایم
ہمہ روز از غمت بفکر فضول ۞ ہمہ شب در خیال بیہدہ ایم
خبرے گو بما ز تلخی مرگ ۞ گفت ما جام تلخ کم زدہ ایم
قادریت بکام ما کردند ۞ سنّیت را گدائے میکدہ ایم
شیر بودیم و شہد افزودند ۞ ما سراپا حلاوت آمدہ ایم

کل میں **رضا** کی تربت پہ گیا، پوچھا کیسے ہو؟ ہم تو ایسے ایسے ہو گئے۔ دن بھر تمھارے غم کی وجہ سے بے کار فکر میں پڑے ہیں، رات بھر بیہودہ خیال میں رہتے ہیں۔ ہمیں موت کی تلخی سے متعلق کچھ خبر دو۔ اس نے کہا: ہم نے تو تلخ جام کم ہی پیا ہے۔ ہماری مقصد برآری کے لیے قادریت ساتھ میں لگا دی گئی، ہم میکدۂ سنیت کے گدا ٹھہرے، دودھ تھے اس پر شہد کا اضافہ کر دیا گیا، ہم تو سراپا حلاوت ہو گئے۔

لیکن وہ ہوس کار جن کے نزدیک خواہش نفس کی پیروی، کمال تصوف، اور احکام

....

شرع کی تردید تمغائے تعرُّف، تاحدِّ قدرت سرکار قادریت کی توہین، کمال ہدایت، اور اس بدرِ قدرت و صدرِ صدارت کی تعظیم بے وفائی و گمراہی، تمام صحابہ کی تکریم کھلی ناصبیت، اور ان کی ایک جماعت کے ساتھ بُرا بن کے رہنا عین حُبِّ علی، علما پر لعن و طعن اجملِ اقوال، اور روافض کی بدعات شنیعہ افضل اعمال، مناہی و ملاہی (ممنوعات اور لہو کی چیزیں) مُوصل الی اللہ، اور تباہی و دواہی (بربادی اور خراب آفات) اس راہ کی ریاضت، ہاں روزے رکھتے ہیں مگر گردن پر، اور نماز گزار ہیں بمعنی ترک کردن —— اور ایسا نہیں کہ ان سب پر کچھ خوف رکھیں یا نادم و پشیمان ہوں، بلکہ فارغ رہتے ہیں اور کوئی حساب نہیں رکھتے، ان کی کیا حکایت اور ان کی بدعتوں کی کیا شکایت، ان میں جو پورے بے باک ہیں وہ تو ضروریات دین کے بھی خلاف ہیں، اسلام کا دعوی رکھتے ہوئے اسلامی عقائد پر خندہ زن ہیں۔ جناب امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ المنیر کو نہ صرف ابوبکر و عمر پر فضیلت دیتے ہیں بلکہ انبیا و رسل سے بھی افضل کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک وصول الی اللہ کے لیے اسلام کی شرط نہیں اور خدا کا ہند میں "خواجۂ غریب نواز" نام ہے —— اور بھی ان کی نجس خرافات اور ناپاک مجازفات ہیں۔ **ایسے لوگوں** سے متعلق میں کہتا ہوں اور میرا خدا گواہ ہے کہ یہ نہ قادری ہیں، نہ چشتی بلکہ غادری ہیں اور زِشتی **ع** سایۂ شاں دور باداز ما دور (ہم سے ان کا سایہ دور سے دور تر ہو)۔[1]

فقیر نے ان کا اور ان جیسے لوگوں کا حکم اپنے بعض فتاوی میں جو ہماری کتاب **"العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ"** میں شامل ہیں تمام تر تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور خدا ہی توفیق دینے والا ہے۔

(۱) **مجازفات:** اٹکل پچو باتیں۔ **غادر:** دھوکا باز، بدعہد، بے وفا۔ **غادری:** غادر کی جانب منسوب۔ **زِشت:** بُرا، **زشتی:** اس کی جانب منسوب۔ مترجم

۹۱- گم چہ شد گر ریزہ گشتم نگ بدستت مومیا
گم چہ شد گر سوختم خود چشمۂ حیواں توئی (۵۳)

گم کیا ہوا اگر میں ریزہ ہوا؟ تمھارے ہاتھ میں تو نگ مومیا ہو جاتا ہے[۱]، گم کیا ہوا اگر میں جل گیا، تم تو خود ہی چشمۂ حیات ہو۔

۹۲- سخت ناکس مردکے ام گر نہ رقصم شاد شاد
چوں شنیدم ''ھِمْ وَطِبْ وَاشْطَحْ وَغَنِّ'' گویاں توئی

بڑا ہی کمینہ آدمی ہوں اگر شادو مسرور ہو کر رقص میں نہ آؤں جب تمھیں یہ فرماتے سن لیا ''شیدا، خوش حال اور بے باک ہو کر نغمہ سرا ہو جا۔''

---

۵۳ قلت: گم چہ شد، الخ۔ اقول: حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے: اگر میرا مرید جید نہیں تو خود میں جید ہوں —— ایک شخص کا انتقال ہوا، اس کی قبر سے لوگ رونے چلّانے کی آواز سنا کرتے تھے، چند دنوں کے بعد بارگاہ قادریت میں گزارش کی، فرمایا: اس نے ہمارا خرقہ پہنا تھا؟ لوگوں نے عرض کیا، ہمیں علم نہیں۔ فرمایا: کسی وقت ہمارے پاس حاضر ہوا تھا؟ عرض کیا: معلوم نہیں، فرمایا: کسی وقت ہمارا کھانا کھایا؟ عرض کیا پتا نہیں، فرمایا: قصوروار عفو اور چھٹکارے کا زیادہ حق دار ہے۔ تھوڑی دیر سر مبارک گریبان میں ڈالا، ہیبت و وقار کا اثر چہرۂ مبارک پر نمودار ہوا۔ فرمایا: ملائکہ کہتے ہیں کہ ایک وقت آپ کا چہرہ دیکھ کر اچھا گمان کیا تھا، حق تعالیٰ نے اسی کے سبب اسے بخش دیا۔ اس کے بعد لوگ اس کی قبر سے بارہا گزرے مگر اس رونے چلّانے کا کوئی اثر نہ پایا۔ یہ روایت تحفۂ قادریہ میں مذکور ہے۔

یہی مضمون اس مصرع میں ادا کیا گیا ہے۔ ع مستحق کرامت گناہ گارانند۔ (عزتِ عفو کے حق دار خطا کار لوگ ہیں)۔

---

(۱) نگ: انگوٹھی میں جڑنے کا پتھر۔ نگینہ۔ مومیا: ایک دوا کا نام جو موم کی طرح ملائم ہوتی ہے اور پہاڑوں سے حاصل ہوتی ہے۔ نور اللغات۔

۹۳- وقت گوہر خوش اگر دریاش در دل جاے داد (۵۴)
غرقہ خس را ہم نہ بیند خس منم عمّاں توئی (۵۵)

گوہر کے دن اچھے، اگر دریا نے دل میں اسے جگہ دے دی، تنکا بھی ڈوبنے والا نہیں، میں تنکا ہوں اور تم بحر اعظم۔

۹۴- کوہ من (۵۶) کاہست اگر دستے دہی وقتِ حساب
کاہِ من (۵۷) کوہست اگر بر پلّہ میزاں توئی

حساب کے وقت اگر تمھاری دست گیری ہو تو میرے گناہوں کا پہاڑ بھی ہیچ ہے، اور میری معمولی نیکی بھی پہاڑ ہے اگر میزان کے پلّے پر تم ہو۔

---

۵۴ قلت: وقت گوہر خوش، الخ۔ **اقول**: گوہر سے مراد صالحین ہیں، اور دل میں جگہ دینا بمعنی محبوب و محترم رکھنا، یہ ظاہر ہے کہ موتی دریا کی گہرائی میں ہوتا ہے، اور خس و خاشاک دریا میں غرق نہیں ہوتا حاصل یہ کہ اگر چہ میں گوہر کی طرح عزت نہیں رکھتا، مگر اس سے کم تر نہیں ہوں کہ ان کے لطف سے نجات پاؤں اور غرق سے محفوظ رہوں اس لیے کہ میں بے قدر تنکا ہوں اور وہ دریائے کرم۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۵۵ قلت: عماں توئی۔ **اقول**: یہاں عمان سے بمجاز مجاورت بحر اعظم مراد ہے۔ اور علاقہ جان لینے کے بعد جزئی پیش کرنے کی کوئی حاجت نہیں جیسا کہ اس کی تصریح کی گئی ہے۔ (عمان بحر اعظم سے قریب ایک شہر کا نام ہے، قرب اور مجاورت کی وجہ سے یہاں بحر کو عمان کہا گیا ہے۔ مجاورت کی وجہ سے ایک شی کی نسبت، اضافت، یا اطلاق مجاوِر پر بھی ہوتا ہے، یہ فن بلاغت سے معلوم ہے۔ اب خاص عمان کا اطلاق بحر محیط (بحر اعظم) پر کسی نے کیا ہے؟ ایسا کوئی شاہد پیش کرنا ضروری نہیں۔ مترجم)

۵۶ قلت: کوہ من، الخ۔ **اقول**: یعنی بھاری معاصی۔

۵۷ قلت: کاہ من، الخ۔ **اقول**: یعنی ہلکی طاعتیں۔ ان دعووں کی دلیل اوپر گزر چکی۔

المباہاۃ الجلیۃ باظہار نسبۃ العبدیۃ

نسبت بندگی پر فخر

۹۵- احمد ہندی رضا ابن نقی (۵۸) ابن رضا (۵۹)

از اب وجد بندہ وواقف زہر عنواں توئی (۶۰)

ہندی احمد رضا ابن نقی ابن رضا، باپ دادا سے تمھاری غلامی میں ہے اور ہر عنوان سے تم آشنا ہو۔

---

۵۸ قلت: ابن نقی۔ **اقول:** یعنی امام المحققین، ختام المدققین، حامی سنن، ماحی فتن، بقیۂ سلف، حجت خلف، یگانۂ زماں، یکتائے دوراں حضرت جناب **مولانا مولوی محمد نقی علی خاں** صاحب- خدا ان کی روح کو راحت اور ان کی قبر کو تابندگی بخشے- وہ حضور پرنور، آقائے نعمت، دریائے رحمت، سیدی ومرشدی، وذخری لیومی وغدی (امروز وفردا کے لیے میرے ذخیرہ) حضرت **سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی** -رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ- کے خلفا میں اعلم وبزرگ تر تھے۔ اول ماہ رجب ۱۲۴۶ھ کو ان کا ماہ تاباں افقِ ہستی پر چمکا، اپنے والد ماجد سے درس لیا اور تھوڑی مدت میں علوم عقلیہ ونقلیہ میں کامل اور اپنے زمانے کے فضلائے بلاد سے فائق ہوگئے۔ علوم دینیہ میں ان کی تصنیفات بہت عمدہ ودل کش ہیں، دوسو اجزا سے زیادہ۔ دین کے دشمنوں اور بد مذہبوں کو لاجواب کرنے میں انھیں یدطولیٰ حاصل تھا، اور فراست صادقہ سے حصۂ بلند ملا تھا۔ ۱۲۹۵ھ میں حج وزیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور آخر ذی قعدہ ۱۲۹۷ھ میں جوار رحمت میں جگہ پائی۔ خدا ان کے باطن کو مقدس بنائے اور ہمیں ان کی طاعت نصیب کرے۔ میں نے ان کے کچھ حالات جلیلہ وتذکرۂ جمیلہ کتاب مستطاب جواهر البیان في أسرار الأركان کے آخر میں لکھے ہیں۔ یہ حضرت رفیع المکان کی تصانیف شریفہ میں سے ایک ہے۔ وہاں اس ذات عالی صفات کی چند تاریخیں ہائے

....

ولادت ووفات بھی ذکر کی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ میں ان کے مفصل حالات تحریر کروں، اگر اللہ تعالیٰ چاہے، اور اللہ ہی سے توفیق ہے۔

۵۹ قلت: ابن رضا۔ **اقول:** یعنی عارف اجل، ولی اکمل، صاحب کرامات باہرہ (روشن وغالب) وکمالات زاہرہ (روشن) عالم آفاق، پاکیزہ اخلاق، زاہد، قانع، حلیم، متواضع، راس الفقہا، رئیس الکملا، ملاذ الطالبین، (طالبوں کی پناہ گاہ) معاذ المساکین (ناداروں کی پناہ گاہ) حضرت جناب **مولانا ومقتدانا مولوی محمد رضا علی خاں** صاحب رضی عنہ الملک الواہب (عطا فرمانے والا بادشاہ ان سے راضی ہو)۔

۱۲۲۴ھ کے حدود میں ان کا آفتاب جلال فیض وافادہ کے آفاق پر طلوع ہوا۔ تیئیس (۲۳) سال کی عمر میں تکمیلِ علوم فرمائی، دن رات مجاہدہ میں اضافہ کرتے، بڑے علم وفضل اور انتہائی عمدہ اخلاق کے حامل تھے۔ ان کی کرامتوں کی شہرت حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو جو چند دن ان کی خدمت میں رہا ہو اور ان کی کوئی روشن کرامت نہ دیکھی ہو۔ لوگوں نے انھیں حج میں دیکھا جب کہ وہ بریلی میں تھے، بنارس میں ان سے مسئلہ دریافت کیا حالاں کہ وہ اپنے وطن اصلی میں تھے۔

ان کے وعظ وتذکیر میں ایسا اثر تھا کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ ایسا معلوم ہوتا کہ کسی بحر زخّار سے موجیں اٹھ رہی ہیں، اور ہر جنبش میں ہزار ہا ہزار دُرّ شاہوار حاضرین کے دامن میں برستے جارہے ہیں۔

بسا اوقات ویرانوں میں ٹہلتے، گھر میں بھی اپنے لیے تنہائی کی جگہ اختیار کرتے۔ کبھی کسی کی دل شکنی نہ کرتے۔ لوگوں میں جو انتہائی ذلیل شمار ہوتا اُسے بھی وہ ذلیل نہ سمجھتے۔ (سلام میں پہل کرتے) لوگ عمر بھر کوشش میں رہے کہ کسی دن اُن پر سلام میں پہل کریں مگر نہ کرسکے۔ استقامت میں ایک پہاڑ تھے جس میں ذرا بھی جنبش نہ ہو، اپنی ذات کے لیے کبھی غضبناک نہ ہوتے۔ یہاں تک کہ ایک بے دین نے انھیں تلوار ماری

....

مگر اسے معاف کر دیا۔ ان کا آٹھ سالہ محمد عبداللہ خاں نامی فرزند ایک کنیز کے ہاتھوں قتل ہو گیا مگر آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ ۲ر جمادی الاولیٰ ۱۲۸۲ھ میں اُس مہر شریعت و ماہ طریقت کو سپرد خاک کیا گیا۔ اس تاریک دیار سے اسرار کی رونق اور انوار کی بہار دونوں رخصت ہو گئیں۔ أكرم الله نُزُله، و أفاض علينا فضله (اللہ ان کی مہمانی با توقیر کرے اور ان کے فضل کے فیضان سے ہمیں نوازے)۔

فقیر ان کی ولادت، اختتام درس اور وصال اقدس کی تاریخوں سے متعلق عرض کرتا ہے۔ **شعر** (۱)

① جــدّي كــان عالمًــا	لم يَــرَ مِثلَــه النَّظَــرْ
② بَـهْـجَـةُ جُلِّ مَنْ مَّـضى	حُجّـةُ كـلِّ مَــنْ غَـبَرَ
③ بَانَ (۲) برمزِه (۳) الزُّبُر	دَانَ لــزَمرِه (۴) الــزُّمَر
④ قلــتُ لِطــائفٍ سَرىٰ	طَيْفُ جَمالِه السّحر (۵)

(۱) بحر رجز مشطور، چار رکنی کی ایک قسم سے ہے۔ صدر اور ابتدا (دونوں مصرعوں کے پہلے رکن) میں طی ہے (چوتھا ساکن محذوف ہے) اور عروض وضرب (دونوں مصرعوں کے آخری رکن) میں خَبن ہے (دوسرا ساکن محذوف ہے) اس کی اصل ہے مُستفعلن چار بار۔ جس رکن میں طی واقع ہوا وہ مفتعلن ہو گیا، اور جس میں خبن ہوا وہ مفاعلن ہو گیا، دونوں کا اس بحر میں یک جا ہونا ایک انوکھا اختلاف ہے مگر بہت شیریں ہے۔ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۲) واضح وعیاں ہوا۔ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۳) زُبُر بمعنی کتب۔ اس سے اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ ان کا ''رمز'' جب عیاں کرنے والا ہے تو ان کا ''بیان'' کس قدر روشن کرنے والا ہوگا۔ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۴) زَمر بفتح زا، بات واضح اور عیاں کرنا۔ زُمَر بروزنِ دُرَر (بضم اول) لوگوں کی جماعتیں، زُمْرۃ کی جمع۔ اور لِزَمْرِہ میں لام (دانَ کا) صلہ ہے یا تعلیل کے لیے ہے۔ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۵) ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی: عندَ السحر (وقت سحر) سحر: رات کا آخری چھٹا حصہ۔ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

....

⑤ تعلـمُ عـامَ إذ وُلِـد	سـيدنا الرضـا الأبَـرّ
⑥ قال: أمـا نظـرتَ الجَـما	قلـتُ نظـرتُ قـال ذَر
⑦ قلـتُ فكيـف نَهتَـدِي	قـال: أضاءنا[1] القَمَر(۱۲۲۴ھ)
⑧ قلـتُ ختـام درسـه	قـال : أخـائـر الدُّرَر(۱۲۴۷ھ)
⑨ قلـت فعـامُ نقلـه	قال: مُـحَجَّل أغَـرّ[2](۱۲۸۲ھ)

① میرے دادا ایسے عالم تھے جن کی نظیر آنکھوں نے نہ دیکھی۔

② وہ گذشتہ بزرگوں کی بہجت ورونق اور سارے بعد والوں کی حجت تھے۔

③ ان کے اشاروں سے کتابوں کے مضامین روشن ہوجاتے، ان کی روشن وعیاں باتوں کے آگے (یا: باعث) جماعتیں جھک جاتیں۔

④ وقت سحر جوان کا خیالِ جمال سیر کرتا آیا تو میں نے اس سے کہا۔

⑤ ہمارے نیک ترین آقا حضرت رضا کا سال ولادت تجھے معلوم ہے؟

⑥ اس نے کہا: تونے ان کی شخصیت دیکھی نہیں؟ میں نے کہا: دیکھی ہے وہ بولا: تب چھوڑو۔

⑦ میں نے کہا: پھر ہمیں کیسے معلوم ہوگا؟ اس نے کہا: أضاءنا القَمَر (۱۲۲۴ھ) (چاند نے ہمیں روشن کیا)۔

⑧ میں نے کہا: ان کے ختم درس کا سال؟ کہا: أخائر الدرر (۱۲۴۷ھ) (بہتر اور چنے ہوئے موتی)۔

⑨ میں نے کہا: ان کا سالِ رحلت؟ کہا: مُحَجَّلٌ أغَرّ (۱۲۸۲ھ) (روشن دست و پا، روشن چہرے والے)۔

(۱) أضاءَ: أنار و استنار، روشن کیا اور روشن ہوا، لازم اور متعدی دونوں آتا ہے۔ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۲) یہ امتِ محمد ﷺ کی صفت ہے، جیسا کہ احادیث اس پر ناطق ہیں۔ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

....

۶۰ قلت: ازاب وجد بندہ۔ **اقول**: بندہ اور عبد باہم ایک دوسرے کا ترجمہ ہیں، ان کے حقیقی معنی غلام و بُردہ ہیں، اس معنی حقیقی میں ان کا اطلاق واستعمال اس قدر عام اور شائع وذائع ہے کہ اس کے بیان و اظہار کی حاجت نہیں۔

① باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ ؕ یعنی اپنے بندوں اور اپنی کنیزوں میں سے نیکوں کا نکاح کردو۔ [نور، س ۲۴، ت ۳۲]

② مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ليس على المسلم فى عبده و لا فرسه صدقة. مسلمان کے اوپر اپنے بندے میں اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں۔ اسے امام احمد اور اصحابِ صحاح ستّہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

③ اور سرکار نے فرمایا: من قتل عبده قتلناه، و من جَدَعَ عبده جدعناه۔ جو اپنے بندے کو قتل کرے ہم اسے قتل کریں گے اور جو اپنے بندے کے کان، ناک کاٹے ہم اس کے کاٹیں گے۔ اسے امام احمد اور اصحاب سنن اربعہ نے حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

④ اور سرکار نے ایک خطبہ میں فرمایا: ما بال أحدكم يزوّج عبده أمته -الحديث- کیا بات ہے کہ تم میں کا کوئی شخص اپنے بندے کا اپنی باندی سے نکاح کرتا ہے؟۔ اسے ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

⑤ اور ایک حدیث میں آیا: أَلَا أُنَبِّئُكَ بِشَرِّ النّاسِ، مَنْ أَكَلَ وَحْدَه، وَ مَنَعَ رِفْدَه، و سَافَرَ وحدَه، و ضَرَبَ عبده۔ کیا میں تمھیں سب سے بدتر آدمی سے متعلق خبردار نہ کروں؟ وہ جو تنہا کھائے، دادودہش روک رکھے، اکیلا سفر کرے، اور اپنے بندے کو مارے۔ اسے ابن عساکر نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

⑥ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: قد كنت مع

....

رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فکنت عبدَه و خادمَه۔ بے شک میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، تو میں ان کا بندہ اور خادم تھا۔

اسے الریاض النضرۃ میں امام زہری وغیرہ علما کی روایت سے امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ اور ابو حذیفہ اسحٰق بن بشر صاحب فتوح الشام نے بھی اس کی روایت کی، اسے محدث دہلی ولی اللہ بن عبد الرحیم نے ازالۃ الخفا میں نقل کیا۔

⑦ امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ بن حجاج فرماتے ہیں: من کتبت عنه أربعة أحاديث أو خمسة فأنا عبده حتى أموت۔ جس سے میں چار پانچ حدیثیں (روایت کرتے ہوئے) لکھ لوں، تاحیات اس کا بندہ ہوں۔ اسے امام سخاوی نے ''مقاصد حسنہ'' میں ذکر کیا۔

⑧ فقہی کتابوں میں بزبان عربی ''أعتق عبدَه و باعَ عبدَه'' اور فارسی زبان میں ''بندۂ خود را آزاد کرد و بندۂ خویش را فروخت'' (اپنے بندے کو آزاد کیا، اپنے بندے کو بیچا) اس کثرت سے آیا ہے کہ شمار سے باہر ہے۔

⑨ مولوی معنوی قدس سرہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خریداری و آزادی کے واقعہ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اس طرح نقل کرتے ہیں: **قطعہ**

گفت ما دو بندگانِ کوے تو کردمش آزاد ہم بر روے تو

ہم دونوں آپ کی بارگاہ کے بندے ہیں، میں نے آپ کے واسطے اسے آزاد بھی کر دیا۔

⑩ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ معلوم ہے کہ برے نام کو بدل دیتے تھے، خصوصًا ایسا نام جو بحکم شرع شرک ہو مگر ''عبد المطلب'' بن ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب بن ہاشم ہاشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت عبد اللہ بن جعفر طیار کی طرح صحابی ابن صحابی اور سید ابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وبارک وسلم کے بھتیجے ہیں۔

۹۶- ما درم باشد کنیزِ تو پدر باشد غلام
خانہ زادِ کہنہ ام آقاے خان و ماں توئی

میری ماں تمھاری کنیز ہیں اور باپ تمھارے غلام، میں قدیمی خانہ زاد ہوں، گھر بار کے آقا تم ہو۔

۹۷- من نمک پروردہ ام تاثیر مادر خوردہ ام
للہ المِنّۃ شکر بخش نمک خواراں توئی

میں نمک پروردہ ہوں اس لیے کہ ماں کا دودھ پیا ہے۔ خدا کا احسان ہے کہ تم نمک خواروں کو شکر عطا فرمانے والے ہو۔

۹۸- خطّ آزادی نخواہم بندگیت خسروی است
یلّلے گر بندہ ام خوش مالکِ غلماں توئی (۶۱)

میں آزادی نہیں چاہتا، تمھاری غلامی ہی میری بادشاہی ہے، بڑی خوشی ہے کہ میں غلام ہوں تو تم کتنے اچھے آقا ہو۔

۶۱ؔ **قلت:** مالک غلماں توئی۔ **اقول:** اگرچہ ملک حقیقی، مالک حقیقی جلّ وعلا کے ساتھ خاص ہے۔ مگر معنی مجازی میں بھی اس کا استعمال شائع وذائع ہے اور اس کے اطلاق سے ہرگز کوئی ممانعت نہیں۔

① ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ (یا ان کے ہاتھ جس کے مالک ہیں۔ مومنون، س ۲۳، ت ۶، معارج، س ۷۰، ت ۳۰)

② اور ارشاد حق جلّ وعلا ہے: فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ۝ (تو وہ ان کے مالک ہیں۔ یس، س ۳۶، ت ۷۱)

③ زبور مقدس میں فرمایا: امتلأت الأرضُ من تحميدِ أحمدَ و تقديسه، و ملكَ الأرضَ و رِقابَ الأمم" زمین احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تحمید و تقدیس (تعریف اور اظہار پاکی) سے بھر گئی، احمد تمام زمین اور ساری امتوں کی گردنوں کے مالک ہوئے۔ اسے شاہ عبدالعزیز دہلوی نے تحفۂ اثنا عشریہ میں ذکر کیا ہے۔

....

④ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: " مَنْ قَذَفَ مملوكه بالزنا يُقامُ عليه الحدُّ يومَ القيامةِ إلّا أن يكونَ كَما قَالَ"۔ جو اپنے مملوک کو زنا سے مطعون کرے اسے روز قیامت حد لگائیں گے مگر یہ کہ سچ کہا ہو۔ امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداود اور ترمذی نے اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

⑤ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ مَلَكَ ذا رَحِمٍ مَحْرَمٍ فهو حرٌّ. جو اپنی قرابت محرمہ والے کا مالک ہو وہ (مملوک) آزاد ہو جائے گا۔ اسے سمُرہ بن جُنْدُب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ نے روایت کیا اور حاکم نے بھی ایسی سند سے روایت کیا جو برشرط شیخین ہے۔

⑥ ایک دوسری حدیث میں آیا: "اتقوا الله في الضعيفَيْن: المملوك والمرأة" دو کمزوروں کے حق میں خدا سے ڈرو: مملوک اور عورت۔ اسے ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

⑦ ایک اور حدیث میں ہے: "ستكونُ عليكم أئمّةٌ يملِكون أرزاقَكم" - الحدیث - آئندہ زمانے میں تم پر ایسے بادشاہ ہوں گے جو تمھاری روزیوں کے مالک ہوں گے۔ اسے طبرانی نے معجم کبیر میں ابوسلامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

⑧ اور حدیث میں ہے: "مملوكك يكفيك، فإذا صلّى فهو أخوك"۔ تیرا مملوک تیرے کاموں کی کفایت کرتا ہے تو جب وہ نماز گزار ہو تو تیرا بھائی ہوگا۔ اسے ابن ماجہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

⑨ حضرت عمران بن حُصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "إن رجلا أعتق ستة مماليك له" ایک شخص نے اپنے چھ مملوکوں کو آزاد کیا۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

⑩ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "كنت مملوكا لأم سلمة"۔ میں حضرت ام سلمہ کا مملوک تھا۔ اسے امام احمد، ابوداود، نسائی اور حاکم نے روایت کیا۔

انتساب المدّاح الٰی کلاب الباب العالی

سگانِ بابِ عالی کی جانب مدح خواں کا انتساب

۹۹- برسرِ خوانِ کرم محروم نگزارند سگ
من سگ و ابرار مہماناں و صاحبِ خواں توئی (۶۲)

کریموں کے دسترخوان سے کتا محروم نہیں رہتا، میں سگ ہوں، ابرار مہمان ہیں اور تم صاحبِ دسترخوان ہو۔

۱۰۰- سگ بیاں نتواند و جودت نہ پابند بیانست
کامِ سگ دانی و قادر بر عطاے آں توئی (۶۳)

سگ قوتِ بیان نہیں رکھتا، اور تمھاری سخاوت پابندِ بیان بھی نہیں۔ تمھیں سگ کا مقصد معلوم ہے اور تم اسے عطا کرنے پر قادر ہو۔

یہ دلائل و احادیث جو عبد و بندہ اور مالک ومملوک کا اطلاق جائز و درست ہونے پر فقیر نے جمع کی ہیں سب ایک سرسری نگاہ کا نتیجہ ہیں۔ ورنہ استقرا، چھان بین اور تلاش کی باذنہ تعالیٰ کچھ دوسری ہی شان ہوتی۔ وماتوفیقی إلا باللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۶۲ قلت: ابرار مہماناں وصاحبِ خواں توئی۔ **اقول:** بہجۃ الاسرار میں فرماتے ہیں: جب حضرت سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "قدمي هذه" فرمایا اس کے بعد جب اولیا، ابدال اور اوتادان کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو تسلیم وتحیت میں یوں عرض کرتے: "یا مَنِ السماءُ و الأرضُ مائدتُه، و أهلُ وقته كلهم عائلتُه"۔ سلام آپ پر اے وہ کہ آسمان وزمین ان کا دسترخوان ہے اور تمام مخلوق زمانہ ان کی عیال و وظیفہ خوار۔

۶۳ قلت: قادر بر عطاے آں توئی۔ **اقول:** وباللہ التوفیق۔ مردانِ راہ سلوک کے نزدیک طے شدہ اور معلوم ہے کہ حق جلّ وعلا نے اپنی غنا و بے نیازی کے باوجود جس طرح معاملات کی تدبیر ملائکۂ مدبراتِ امور کو سپرد فرمائی ہے۔ جن کی قسم قرآن عظیم میں یاد فرماتا ہے: فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝ (پھر کام کی تدبیر کرنے والے۔ نازعات س۷۹، ت۵)۔

....

حضرت جبریل علیہ الصلاۃ والتسلیم جب بتول عذرا حضرت مریم -علی ابنہا وعلیہا الصلاۃ والثنا- کے پاس تشریف لائے، جانتے ہو کیا کہا؟ یہ فرمایا: اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ (میں تیرے رب ہی کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا عطا کروں۔ مریم، س۱۹، ت۱۹)

سبحٰن اللہ! عطا فرمانے والا خدا ہے مگر جبریل علیہ السلام جو عطا کا ذریعہ و واسطہ ہیں وہ کہتے ہیں میں اس لیے آیا ہوں کہ تجھے لڑکا عطا کروں۔

اسی طرح اس نے نظام عالم خواص بشر کی رائے سے وابستہ فرمایا ہے اور انھیں ان کے مناصب اور فرق مراتب کے مطابق تدبیر و تصرف کا اذن دے دیا ہے۔ ہر خیر و برکت اور فوز و نعمت، چھوٹی، یا بڑی، قلیل یا کثیر، ظاہر یا باطن، دینی یا دنیوی حضرت رب العزت جلّ مجدہ کی طرف سے کسی پر فائض ہونی منظور ہوتی ہے تو اس کی تنفیذ کا فرمان حضور پر نور سید عالم -صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین- کی درگاہ عرش جاہ میں پہنچتا ہے۔ اس لیے کہ وہی ہیں خلیفۂ اعظم، نائب مطلق، مرجع عالم اور قاسم برحق۔ جیسا کہ خود سرکار نے فرمایا: إنما أنا قاسم و الله يعطي۔ (میں قاسم ہوں اور اللہ دیتا ہے)[1]

پھر سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی درگاہ عالم پناہ سے وہ امور جو افلاک والوں سے متعلق ہوتے ہیں سلسلہ وار مرتب ہو کر ان کے احکام، قدسی مدبراتِ امور مثل حضرت جبریل و میکائیل علیہم السلام تک پہنچتے ہیں اور وہ حضرات اپنے ماتحتوں پر تقسیم کرتے ہیں۔

---

(۱) اسے طبرانی نے معجم کبیر میں بسند حسن امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "أنا أبو القاسم، الله يعطي و أنا أقسم"۔ میں ابو القاسم ہوں، اللہ عطا فرماتا ہے اور میں بانٹتا ہوں۔ حاکم نے اس حدیث کو "صحیح" کہا اور ناقدین نے اسے برقرار رکھا۔ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

....

اور وہ امور جو زمین سے متعلق ہوتے ہیں ان کا حکم نامہ حضرت مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے دربارِ دُرَر بار میں آتا ہے، وہاں سے حضرت عالیۂ قادریت میں، اور وہاں سے اقطاب اور اہل خدمات بلاد میں متفرق ہوتا ہے۔ ظاہری سلطنت کا نظام اِس سچی باطنی سلطنت کا ایک نمونہ ہوتا ہے۔ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرش تا فرش سارے عالم کے تاجدار، جبریل امین ممالک بالا کے وزیر، علی مرتضی سلطنت زیریں کے وزیر، سرکار غوثیت، والا مرتبت مدارُ المُہام [1] اور سارے اقطاب صوبجات ونائبین ہیں — اور بادشاہت اللہ کی ہے، حکم اللہ کا ہے، اور اللہ سبحٰنہ کی طرف ہی سارے معاملات راجع ہیں۔

یہ ہیں اس کے معنی کہ سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز اپنے اصحاب سے فرمایا کہ عراق مجھے تفویض کیا گیا ہے پھر ایک مدت کے بعد ارشاد فرمایا: اب ساری زمین- مشرق ومغرب، بحر وبر، دشت وجبل۔ مجھے سپرد کر دی گئی ہے۔ سیدی علی بن ہیتی قدس سرہ فرماتے ہیں: اس منصب کے بعد روے زمین کے تمام اولیا حاضر ہوئے اور ہمارے حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عہدۂ قطبیت پر تسلیم وتہنیت پیش کی۔

(تحفۂ قادریہ وغیرہا)

اور یہ ہے اس کا راز جو ہمارے آقا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں ہر زمین میں کچھ شہ سوار رکھتا ہوں جن سے آگے ہونے کی کوئی کوشش نہیں کرتا اور ہر لشکر پر میری ایسی سلطنت ہے کہ کوئی اس کی مخالفت کی تاب نہیں رکھتا اور ہر منصب پر میرا کوئی نائب ہے جو کبھی معزول نہ کیا جائے گا۔ اسے بہجۃ الاسرار میں شیخ پیشوا ابوالحسن جوسقی قدس سرہ سے روایت کیا۔

اور یہ ہے اس کا بھید کہ آفتاب طلوع نہیں ہوتا جب تک ان کی بارگاہ میں سلام نہ

---

(۱) **مدار**: گردش کی جگہ، محور، معتمد۔ **مَہام** - بفتح اول وتشدید آخر-: اہم امور، دشوار کام۔ **مدار المہام**: اہم کاموں کا ذمہ دار۔ وہ حاکم اعلیٰ جو کاروبار سلطنت کا ذمہ دار ہو۔ **صوبجات**: صوبہ کی جمع (۱) ملک کا ایک حصہ جس کے تحت ضلعے ہوتے ہیں۔ (۲) صوبے کا حاکم (۳) پیادہ فوج کا افسر۔

....

کر لے اور ہر سال، مہینہ، ہفتہ اور دن جو دنیا میں قدم رکھنا چاہتا ہے ان کی سرکار میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتا ہے اور اس میں جو کچھ ہونے والا ہے سب ایک ایک کر کے سمع اقدس تک پہنچاتا ہے جیسا کہ خود سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خبر دی ہے۔ اسے بہجۃ الاسرار میں سیدی عمر بن مسعود بزاز وغیرہ سے روایت کیا۔

پاکیزہ سرِشت، مخلصانہ اعتقاد رکھنے والے مومن کے لیے سید الافراد وفرد الاسیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشادِ واجب الاعتماد کافی ہے۔ اگر ہم یہاں حضرات اولیاے کرام کے اقوال بیان کرنا شروع کریں تو ایک ضخیم کتاب مرتب کرنی ہوگی۔ منکرِ بے بصر جو نہ دیدۂ بینا رکھتا ہے کہ خود دیکھے، نہ گوشِ شنوا کہ اہل مشاہدہ کا بیان تسلیم کرے وہ اگر انکار پر آئے تو کیا کیا جا سکتا ہے۔ **شعر**

وکم من عائبٍ قولا صحیحا وآفتُہ من الفھم السَّقیم

کتنے وہ ہیں جو صحت مند کلام پر طعنہ زن ہوتے ہیں حالاں کہ ان کی آفت ان کی بیمار سمجھ ہے۔

لیکن ہم اس نادان مسکین کی تسکین وتشفی کے لیے اس کے **عمائد اور بزرگوں** کی چند عبارتیں پیش کرتے ہیں اگر سود مند ہو تو یہی مقصود ہے ورنہ ہماری طرف سے حجت الٰہیہ کا اِتمام ہو جائے گا۔

شاہ عبد العزیز دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تحفۂ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں: یہ کتاب باقرار میاں بشیر قنوجی شاہ صاحب سے متواتر ہے۔

''حضرت علی مرتضی اور ان کی اولاد پاک کو پوری امت کے لوگ پیروں اور مرشدوں کی طرح مانتے ہیں، اور امورِ تکوینیہ ان سے وابستہ جانتے ہیں۔ ان کے نام سے فاتحہ، درود، صدقات اور نذر بھی رائج ومعمول ہے، جیسے تمام اولیاء اللہ کے ساتھ یہی معاملہ ہے''۔

تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں: بعض خاص اولیا جن کو اپنے بنی نوع کے ارشاد و

....

تکمیل کا ذریعہ بنایا جاتا ہے انھیں اس حالت میں (یعنی بعدِ رحلت بھی) دنیا میں تصرف دیا جاتا ہے۔ اوران کی اِدراکی قوتیں اس قدر وسیع ہوتی ہیں کہ ان کا استغراق اِس جانب توجہ سے مانع نہیں ہوتا۔ اُوَیسی حضرات ان سے باطنی کمالات کی تحصیل کرتے ہیں، اور اربابِ حاجات ومطالب اپنی مشکلات کا حل ان سے طلب کرتے اور پاتے ہیں۔ اور ان کی زبانِ حال اُس وقت بھی یوں ترنم ریز ہوتی ہے۔ ''من آیم بجاں گر تو آئی بتن'' میں جان سے حاضر ہوں اگر تو جسم سے حاضر ہے۔

ان کے والد **شاہ ولی اللہ** فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں: ''اولیاے کاملین کی ارواح کی ایک خاص نظر اور عنایت اپنے طریقے، مذہب، سلسلے، نسب اور قرابت کی ہر چیز پر ہوتی ہے اور ان چیزوں پر بھی جن کو ان سے نسبت وتعلق نہیں ہوتا۔ اور ان کی عنایت کے ساتھ عنایت الٰہی بھی شامل ہوتی ہے''۔ انتہیٰ مترجمًا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی سیف المسلول کے آخر میں غوثیت اور قطبیتِ ارشاد کا منصب اور تقسیم فیوض اور امداد میں توسّط حضرت مرتضوی سے جناب عسکری تک پھر سرکارِ قادریت سے ظہور مہدی تک اس کے بعد قیام قیامت تک اس ہادی ومہتدی کو تسلیم وسپرد ہونا مانتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ مضمون کشف والہام سے ثابت شدہ ہے اور ہم اس مدّعا کا استنباط اللہ کی کتاب اور سرورِ پیغمبراں صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم کی حدیث سے بھی کر سکتے ہیں۔

مرزا مظہر جانِ جاناں شہید۔ جن کو شاہ ولی اللہ اپنے مکتوبات میں ''نفس زکیہ، قیّمِ طریقۂ احمدیہ، داعیِ سنت نبویہ اور انواعِ فضائل وفواضل سے آراستہ'' لکھتے ہیں — اپنے ملفوظات میں صاف بیان کرتے ہیں کہ:

''غوث الثقلین کا التفات اپنے طریقۂ عالیہ کے متوسلین پر بہت زیادہ معلوم ہوا، اس طریقہ کا ایک شخص بھی ایسا نہ ملا جس کے حال پر آں حضرت کی توجہ مبارک مبذول نہ

۱۰۱- گر بسنگے می زنی خود مالکِ جان و تنی
ور بہ نعمت می نوازی منّتِ منّاں توئی (۶۴)

اگر پتھر مارو تو جان و تن کے مالک تمہی ہو، اور اگر نعمت سے نوازو تو تم خدائے منّاں کا احسان ہو۔

ہو۔ اسی طرح حضرت خواجۂ نقشبند کی عنایت اپنے معتقدین کے حال پر مصروف ہے۔ مغل لوگ صحرا میں یا سونے کے وقت اپنے اسباب اور گھوڑے حضرت خواجہ کی حمایت میں سپرد کر دیتے ہیں، اور غیبی تائیدات ان کے ساتھ ہوتی ہیں۔

یہ سب در کنار، یا اللہ! راس المنکرین **اسمٰعیل دہلوی** کو کیا سمجھ میں آیا کہ صراط مستقیم میں بے باکانہ کہتا ہے: ''ان بلند مراتب والے حضرات عالم مثال و شہادت میں تصرف کے لیے ماذون مطلق ہوتے ہیں''۔

اور بمجبوری تقدیر سینے پر ایک بھاری پتھر رکھ کر لکھتا ہے: ''قطبیت، غوثیت، ابدالیت وغیرہا سبھی مناصب، حضرت مرتضیٰ کے زمانۂ کرامت مَہد سے اختتام دنیا تک، انھی کے واسطے سے ہیں۔ سلاطین کی سلطنت اور امیروں کی اِمارت میں ان کی ہمت و توجہ کو وہ دخل حاصل ہے جو سیاحانِ عالم ملکوت پر مخفی نہیں''۔ انتہیٰ

شعر گہ، بت شکنی، گاہ بمسجد زنی آتش — از مذہب تو گبر و مسلماں گلہ دارد

تو کبھی بت توڑتا ہے، کبھی مسجد میں آگ لگاتا ہے۔ تیرے مذہب سے کافر اور مسلمان ہر ایک کو گلہ ہے۔

۶۴ **قلت**: گر بسنگے می زنی، الخ۔ **اقول**: یہ کنایہ ہے ردّ و قبول سے۔ حضرت شیخ محقق محدث دہلوی -قدس سرُّہ الزکی- زبدۃ الاسرار میں فرماتے ہیں: ''سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرق و مغرب کے حاکم، جن و انس کے مرجع ہیں۔ ان کے دور میں حکم انھی کا ہے اور تصرف انھی کا ہے۔ حکم عام اور تصرف تام اُنھی کو حاصل ہے اور نصب و عَزل اور ردّ و قبول انھی کے ہاتھ میں ہے۔ انتہی، مترجماً۔

۱۰۲- پارۂ نانے بفرما تا سوے من افگنند
ہمتِ سگ ایں قدر دیگر نوال افشاں توئی (۶۵)

حکم ہو کہ کوئی روٹی کا ٹکڑا میری جانب ڈال دیں، سگ کا حوصلہ بس اتنا ہی ہے، مزید داد و دہش کی بارش کرنے والے تم ہو۔

---

۶۵ **قلت:** پارۂ نانے، الخ۔ **اقول:** یہ اُن دینی و دنیوی خیرات و برکات سے کنایہ ہے جن کی جانب اِس گدا کا دل پیاسا ہے۔ جیسے کتوں کی چاہت والی نظر روٹی کے ایک ٹکڑے سے بند ہو جاتی ہے کہ وہی ان کی ہمت کی انتہا ہے۔ ظاہر ہے کہ سرکار کی نعمتیں اور عطائیں بے پایاں ہیں، ہر ایک دوسری سے بالا و بہتر۔ لیکن طلب کا داعیہ علم و آگہی سے پیدا ہوتا ہے اور مجہول مطلق کا خیال کم ہی آتا ہے۔ ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ (ہر ایک کی سوچ اس کے حوصلے کے بقدر ہوتی ہے)۔

اسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ لوگ بہشت میں بھی علما کے محتاج ہوں گے، اس لیے کہ حق عزّ و جل ہر جمعہ کو انھیں دیدار سے نوازے گا اور اجازت دے گا کہ جو چاہیں آرزو کریں یہ (سوچیں گے) کہ اپنے رب سے کیا طلب کریں، علما کی جانب رخ کریں گے، اور ان کے سکھانے بتانے سے تمنائیں کریں گے۔ پس علما سے نہ دنیا میں بے نیازی ہے نہ آخرت میں —— یہ حدیث کا مضمون ہے۔

اب یہ ظاہر ہے کہ ان علما کے افضل و اجل افراد سے ہمارے سرکار معلّی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، تو ان سے روگرداں نہ ہوگا مگر وہی جو بہت بڑا بدبخت ہے۔ والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالیٰ۔

ابن عساکر حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ اہل جنت، جنت میں علما کے محتاج ہوں گے، وہ یوں کہ انھیں ہر جمعہ کو اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہوگا تو حق تعالیٰ ان سے فرمائے گا: جو چاہو مجھ سے تمنا کرو، تب وہ علما کی جانب متوجہ ہوں گے۔ علما کہیں گے رب سے یہ یہ تمنّا کرو۔ تو وہ جنت میں بھی علما کے محتاج ہوں گے جیسے دنیا میں ان کے محتاج ہیں۔

۱۰۳- من کہ سگ باشم زِ کوئے تو کجا بیروں روم
چوں یقیں دانم کہ سگ را نیز وجہِ ناں توئی (۶۶)

میں سگ ہو کر تمھاری گلی سے باہر کہاں جاؤں جب کہ مجھے یقینی طور پر معلوم ہے کہ سگ کی روزی کا ذریعہ بھی تمہی ہو۔

---

۶۶ قلت: وجہ ناں توئی۔ **اقول:** اس مضمون سے متعلق تشفی بخش دلائل گزر چکے، لیکن دعوے کی تائید اور مدعا کی تقویت کے لیے ہم ایک حدیث پیش کرتے ہیں اور اس مبارک شرح (مجیر معظم) کو اسی حدیث کے مقدس الفاظ پر ختم کرتے ہیں۔

امام طبرانی معجم کبیر میں حضرت عُبادہ بن صامت انصاری، علیہ رضوان الباری، سے بسند صحیح روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابدال میری امت میں تیس ہیں، انھی سے زمین قائم ہے، انھی سے تمھیں بارش عطا ہوتی ہے، اور انھی سے تمھاری مدد کی جاتی ہے'' —— اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

''انھی سے لوگوں کو روزی دی جاتی ہے'' اس حدیث کو بھی امام طبرانی نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حسن روایت کیا۔

اور یہ معلوم ہے کہ ہمارے حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام ابدال کے امام و مرجع اور سردار و پناہ گاہ ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم۔

اے اللہ، اے عبد القادر کے معبود، اے عبد القادر کے رب، اے عبد القادر کے مالک، اے عبد القادر کے منعم! میں تجھ سے عبد القادر کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں: تو ہم پر عبد القادر کے طفیل رحم فرما، عبد القادر کے طفیل ہماری نصرت فرما، عبد القادر کے طفیل ہمیں رزق عطا فرما، عبد القادر کے طفیل ہمیں عافیت مرحمت فرما، عبد القادر کے طفیل ہمیں معاف فرما، عبد القادر کے طفیل ہمیں قبول فرما، ہمیں عبد القادر کو بخش دے، اور ہمیں عبد القادر کے طفیل عبد القادر کا جوار عطا فرما —— آمین (قبول فرما) اے عبد القادر کے آقا عبد القادر کی وجاہت کے طفیل۔

۱۰۴- در کشادہ خواں نہادہ سگ گرسنہ شہ کریم
چیست حرفِ رفتن و مختار خواں و راں توئی

دروازہ کھلا ہوا، دسترخوان بچھا ہوا، کتا بھوکا ہے، بادشاہ کریم ہے، تو جانے کی بات کیا؟ جب کہ بلانے بھگانے کے مختار تم ہو۔

۱۰۵- دور بنشینم زمیں بوسم فتم لابہ کنم
چشم در تو بندم و دانم کہ ذو الاحساں توئی

دور بیٹھتا ہوں، زمین چومتا ہوں، گرتا ہوں، خوشامد کرتا ہوں، آنکھ تمھارے خیال میں بند کرتا ہوں، اور جانتا ہوں کہ تم احسان فرمانے والے ہو۔

۱۰۶- للہ العزّۃ سگِ ہندی و در کوے تو بار
آرے ابنِ رحمۃ للعٰلمیں اے جاں توئی

خدا ہی کے لیے عزت ہے، ہندی کتّا اور تمھاری گلی میں باریابی؟ ہاں اے محبوب! تم ان کے فرزند ہو جو سارے جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا درود ہو عبد القادر کے جدّ گرامی پر اور جد عبد القادر کی آل پر، جد عبد القادر کے اصحاب پر، اور عبد القادر پر، عبد القادر کے مشائخ پر، عبد القادر کے مریدین پر، عبد القادر کے اصول پر، عبد القادر کے فروع پر، اور اس بندۂ گنہگار، بندۂ عبد القادر پر۔ اپنی رحمت سے قبول فرما، اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے۔

الحمد للہ سال گذشتہ ۱۳۰۳ھ میں باغبان قلم نے اس تحریر کا پودا زمینِ تسوید میں لگایا (۱۳۰۳ھ میں اس شرح کا مسوّدہ تیار ہو گیا) اور جیسے مدحیہ قصیدۂ متن کی طباعت کا وقت نہ آیا اسی طرح شرح بھی طاق نسیاں پر رہی۔

امسال کچھ دوسرے رسائل جو مقتضاے وقت کے لحاظ سے زیادہ اہم اور مقدم نظر آئے ان کی تصنیف و تالیف میں قلم پے در پے محوِ خرام رہا، جب ان سے فارغ ہوا تو گلشنِ خاطر میں اس نہالِ مراد کی یادآوری کی ٹھنڈی ہوا پھر چلی یہاں تک کہ ۲۸/ذی قعدہ ۱۳۰۴ھ بروز جمعہ بعد نماز جمعہ کچھ تازہ مضامین کے اضافے کے ساتھ بارآور ہو کر

۱۰۷- ہر سگے را بر درِ فیضت چناں دل می دہند
مرحبا خوش آ و بنشیں سگ نہ مہماں توئی

تمھارے درِ فیض پر ہر سگ کی یوں خاطر داری کرتے ہیں، مرحبا، خوب خوب! آؤ بیٹھو، سگ نہیں ہو تم مہمان ہو۔

۱۰۸- گر پریشاں کرد وقتِ خادمانت عوعوم
خامش اہل درد را مپسند چوں درماں توئی

اگر میری آواز نے تمھارے خادموں کو پریشان کیا، تو جب درماں تمھی ہو تو چپ رہنے والے اہل درد کو پسند نہ کرو۔

۱۰۹- وائے من گر جلوہ فرمائی و من ماند بمن
من زمن بستاں و جایش در دلم بنشاں توئی

مجھ پر افسوس! تم جلوہ فرماؤ اور میرے ساتھ ''میں'' رہ جائے، مجھ سے ''میں'' لے لو اور اِس کی جگہ میرے دل میں ''تم ہی تم'' رکھ دو۔

۱۱۰- قادری بودن رضاؔ را مفت باغ خُلد داد
من نمی گفتم کہ آقا مایۂ غفراں توئی

قادریّت نے رضاؔ کو باغِ خلد مفت میں دے دیا، میں نہیں کہتا تھا کہ آقا! میرا سرمایۂ بخشش تم ہو۔

اختتامِ ترجمۂ اکسیر اعظم : جمعہ ۴/صفر ۱۴۳۳ھ / ۳۰/دسمبر ۲۰۱۱ء

اور پھول ہی پھول بنا کر چمن چمن گشت کرتی گئی۔ اور ساری حمد اللہ کے لیے ہے اول و آخر اور ظاہر و باطن میں۔ خداے تعالیٰ متن و شرح کو صاحب مدح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجاہت کے صدقے قبول فرمائے۔ آمین۔

اختتام ترجمۂ مجیر معظم : شب سہ شنبہ ۱۷/محرم ۱۴۳۳ھ / ۱۲/دسمبر ۲۰۱۱ء
محمد احمد مصباحی

عکس مخطوطہ صفحۂ اوّل

مجیر معظم

شرح قصیدہ

اکسیر اعظم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی شکرہ اکسیر اعظم و ذکرہ مجیر معظم والصلاۃ والسلام علی عبد القادر المقتدر غوث
الاوائل والاواخر نبذ النبی المبعوث برحمتہ وآلہ وصحبہ وعرفاء امتہ لاسیما علی من ہو فی الاولیاء
کجدہ الکریم فی الانبیاء علیہ وعلیہم التحیۃ والثناء او کابی بکر الصدیق فی الصحابۃ او علی المرتضی
فی ذوی القرابۃ امطر علیہم الرضوان سحابہ السیاف القتال سلاب الاحوال ماطر العطایا
ساتر الخطایا وارث جدہ فی مجدہ وجدہ امام الائمۃ مالک الازمۃ کاشف الغمۃ نافع الامۃ
المتصرف فی الاکوان المشرف علی الاکنان حامی المریدین فی الدنیا والدین واہب الایادی
حتف للاعادی المعطی المانع المؤتی النازع مناح النعم مناع النقم کنز الفقراء حرز
الضعفاء راد القضاء باذن من قضی کریم الطرفین عظیم الشرفین مجمع الطریقین مرجع
الفریقین حامی السنۃ ماحی الفتنۃ عین الانسان انسان الاعیان الطالب المطلوب المحب
المحبوب ذی العز والکرامۃ والسودد والزعامۃ والسبق والامامۃ والسیر والاقامۃ فی فناء الفناء
وبقاء البقاء وحضرۃ الانس وحظیرۃ القدس محیا السلام محی الاسلام ملاذنا ومعاذنا
وغوثنا وغیثنا وملجانا ومامونا وسیدنا ومولٰنا الفرد الصمدانی القطب الربانی **ابی**
محمد عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ وارضاہ وجعل
حرزنا فی الدارین رضاہ وعلینا معہم وبہم ولہم یا ارحم الراحمین آمین آمین آمین **امابعد**
گدائے سرکار غوثیہ سگ کوئے قادریہ عبد المصطفٰی **احمد رضا** محمدی سنی حنفی قادری برکاتی

عکس مخطوطہ صفحہ ۱۶

۱۶

گنجینہ راز و من پنہانی از در می آمدم و از بالای سرت بیرون می شدم چنانکہ مرا میدیدی اگر
گواہی خواہی ایک آن خلعت سبز ست کہ در فلان شب برای تو بدست من فرستادند ای معطی خدا
بود و قاسم من و دیگر آنکہ در درکات دوازدہ ہزار ولی را خلعت ولایت دادند و آن فرجی سبز
کہ طراز حواشی او سورۂ اخلاص بود ترا بدست من فرستادند چون اصحاب سید نا رضی اللہ تعالٰی عنہ
پیام گزاردند صدق الشیخ عبدالقادر وہو سلطان الوقت و صاحب التصرف فیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین

۳۵ ہ قات گوشبوخت الٰہ اقول نقیب الاولیا سیدنا خضر علی حبیبنا و علیہ الصلاۃ والسلام

فرمود ما اتخذ اللہ ولیا کان او یکون الا و ہو متادب فی سرہ مع الشیخ عبدالقادر الی یوم القیمۃ
حق جل و علا ہیچ کس را ولی نگرفتہ است از شدگان و شوندگان مگر آنکہ او حد ادب نگاہ دارندہ است
در باطن خود با شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ تا روز قیامت عن زبدۃ الاسرار **فقیر** میگویم این
روایت سراپا ہدایت چنانکہ دلیل شافی ست بر تفضیل مطلق غوث برحق رضی اللہ تعالٰی عنہ بر کافہ
آنانکہ در عرف دائرو سائر بلفظ اولیا مراد و مفہوم باشند ہمچنان حجت کافی ست بر انکہ در ہر قرن
و ہر وقت ہمہ اولیاء اللہ را از وجود باجود آن سعید مسعود اطلاع نمودہ اند و بادب و تعظیم و حب و تکریم
او امر فرمودہ کہ این حکم کلی راست نیاید مگر درین صورت کما لا یخفی سبحن اللہ و الحمد للہ نازم سرکار گردون
وقار قادریت را کہ بہرۂ وافی یافتہ است از منصب عظیمہ جد کریم خود علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم

اذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتب و حکمۃ ثم جاء کم رسول
مصدق لما معکم لتؤمنن بہ و لتنصرنہ اینست کہ در خطبہ عرض داشتم لاسیما

علی من ہو فی الاولیاء کجدہ الکریم فی الانبیاء علیہ و علیہم التحیۃ والثناء وہم در زبدہ مبارکہ از دو ولی
جلیل احمد بن ابی بکر حریمی و ابو عمر عثمن صریفینی قدس سرہما آوردہ کہ بقسم میگفتند واللہ ما اظہر
اللہ سبحنہ ولا یظہر الی الوجود من الاولیاء مثل الشیخ عبدالقادر سوگند بخدا کہ حق سبحنہ پیدا
نکردہ است و نکند در عالم ہیچ ولی ہمتای شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ شیخ محقق گوید رحمہ اللہ تعالٰی

عکس مخطوطہ صفحہ آخر

۳۲

علم خیزد و مجہول مطلق باند نشنیدہ کم امیر درع و لہذا در حدیث آمدہ کہ مردمان در بہشت نیز بگر علما محتاج باشند
زیرا کہ حق عزوجل ہر جمعہ ایشان را دیدار بخشد و پروانگی دہد کہ ہر چہ خواہید تمنا کنید ایشان
روی بسوی علما آرند و بتعلیم آنان آرزوہا کنند پس از حضرات علما در دنیا و عقبی
مضمون حدیث و سید آنکہ از اجل و افضل این علما کرام علای سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ پس روی نگرداند و مگر شقی اشقی
والعیاذ باللہ سبحنہ و تعالیٰ ابن عساکر عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اہل الجنۃ لیحتاجون
الی العلماء فی الجنۃ وذلک انہم یرون اللہ تعالیٰ فی کل جمعۃ فیقول لہم تمنوا علی ما شئتم فیلتفتون الی العلماء فیقولون
تمنوا علیہ کذا او کذا فہم یحتاجون الیہم فی الجنۃ کما یحتاجون الیہم فی الدنیا ۱ھ قلت چہ نان توئی ادوا
گزشت انچہ مقنع باشد اما تائید دعوی و تشیید مدعا را حدیثی خوانیم و این شرح مبارک را ہم بر این لفظ مقدس
بپایان رسانیم طبرانی در معجم کبیر از عبادہ بن صامت انصاری علیہ رضوان الباری باسناد صحیح روایت کند سید عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماید الابدال فی امتی ثلثون بہم تقوم الارض وبہم تمطرون وبہم تنصرون ابدال
در امت من سی کسان اند بایشان برپا ماند زمین و بایشان باران دادہ شوید و بایشان یاری کردہ
شوید فی حدیث آخر فرمود بہم یرزقون بایشان روزی دادہ شوند اخرجہ ایضا عن عوف بن مالک رضی اللہ
تعالیٰ عنہ باسناد حسن و معلوم ست کہ سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام و مرجع و سید و مفزع جملہ ابدال ست
رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اللہم یا الہ عبدالقادر یا رب عبدالقادر یا مالک عبدالقادر یا منعم عبدالقادر اسالک بعبد القادر
فارحمنا بعبدالقادر وانصرنا بعبدالقادر وارزقنا بعبدالقادر وعافنا بعبدالقادر واعف عنا بعبدالقادر بعبدالقادر
بعبدالقادر وہبنا لعبدالقادر وہب لنا بعبدالقادر جوار عبدالقادر آمین یا سید عبدالقادر بجاہ عبدالقادر وصلی
اللہ تعالیٰ علی جد عبدالقادر وآل جد عبدالقادر وصحب جد عبدالقادر وعلی عبدالقادر ومشائخ عبدالقادر ومریدی
عبدالقادر واصول عبدالقادر وفروع عبدالقادر وعلی ہذا العبد الاثیم عبد عبدالقادر آمین برحمتک یا ارحم الراحمین
الحمد للہ بسال گزشتہ ۱۳۰۲ھ کہ بوجہ نشانہ سال این نامہ علی قدر ما ارید بر زمین تسوید نشاند و چون مرحیہ متن ابو نہ بگام نہم
شرح ذیر سبحانہ باقی نشستہ ماند امسال آن را تصنیف و ترصیف تقبل اللہ المتن والشرح بجاہ صاحب المدح نبی اکرم علیہ آمین

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی

ایک اور قلمی فارسی تحریر

موضوع

اولیا کے درمیان سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا رُتبہ

تلخیص، ترجمہ و تعارف از : محمد احمد مصباحی

اشاعت اول : ۱۳۹۸ھ / مارچ ۱۹۷۸ء
ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور

اشاعت دوم : صفر ۱۴۳۴ھ / دسمبر ۲۰۱۲ء

باہتمام

المجمع الاسلامی مبارک پور و رضا اکیڈمی ممبئی

ص ۱۹۴ خالی رہے گا

○

سرکار مفتی اعظم قدس سرہ کے زمانے میں ۱۳۹۸ھ کے عرس رضوی کے بعد دس بارہ دن حضرت کے قائم کردہ **دار العلوم مظہر اسلام** (مسجد بی بی جی) بریلی شریف میں میرا اور برادر گرامی **مولانا عبد المبین نعمانی** کا قیام رہا۔ اس درمیان اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے **حاشیۂ شامی** (جد الممتار علی رد المحتار) کی نقل کا اصل قلمی نسخے سے مقابلہ کرنا تھا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنی مملوکہ رد المحتار ہی پر حواشی تحریر فرمائے تھے۔ سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے یہ نسخہ ہمیں حضرت **مفتی شریف الحق امجدی** علیہ الرحمہ کی سفارش پر رضوی دار الافتا سے **مفتی محمد اعظم رضوی** ٹانڈوی دام فیضہ کے ہاتھوں عنایت فرمایا تھا۔

اس کے آخر کے منسلک اوراق پر سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد ''قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ'' کے عموم پر اعتراض نقل کر کے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جواب تحریر فرمایا تھا۔ اُس وقت میں **دار العلوم ندائے حق جلال پور** ضلع فیض آباد (حالیہ ضلع: امبیڈکر نگر) میں مدرس تھا۔ جلال پور واپسی کے بعد دس بارہ دن کے اندر وہ مضمون مع ترجمہ میں نے **ماہنامہ اشرفیہ** مبارک پور میں اشاعت کے لیے مدیر اعلیٰ محب گرامی **مولانا بدر القادری** کے پاس بھیج دیا اور مارچ ۱۹۷۸ء (مطابق ربیع الاول و ربیع الآخر ۱۳۹۸ھ) کے شمارے میں شائع ہو گیا۔ ملاحظہ ہو مذکورہ شمارہ ص ۲۵ تا ۳۱/ اور کچھ بقیہ کے لیے ص ۲۱)۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی یہ تحریر ۲۰/ رمضان المبارک ۱۳۰۲ھ کی ہے۔ قصیدہ **اکسیر اعظم** اس سے چند ماہ قبل نظم ہوا ہے اور **مجیر معظم** کی تصنیف و تسوید ۱۳۰۳ھ

میں ہوئی مگر نظر ثانی، کچھ مضامین کا اضافہ اور تکمیل ۲۸ / ذی قعدہ ۱۳۰۴ھ جمعہ کو بعد نماز جمعہ ہوئی۔ ملاحظہ ہو مجیر معظم کا دیباچہ اور اختتام۔

مجیر معظم میں بھی یہ اعتراض و جواب قدرے تفصیل سے مرقوم ہے مگر مذکور الصدر قلمی مضمون میں **ایک بحث زیادہ** ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ وہ مضمون بھی یہاں شریک اشاعت کر دیا جائے۔ جہاں تک مجھے علم ہے ماہنامہ اشرفیہ (مارچ ۱۹۷۸ء) کے بعد یہ مضمون دوبارہ کہیں شائع بھی نہ ہوا۔ تقریباً ۳۵ سال گزر چکے۔

اس مضمون سے پہلے اس کا خلاصہ میں نے لکھا ہے۔ پھر ایک نوٹ ہے۔ پھر اصل مضمون اور ترجمہ ہے۔ **نوٹ یہ لکھا تھا:**

''امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مضمون ان کی مملوکہ ردالمحتار للعلامۃ الشامی جلد اول کے اخیر میں منسلک اوراق پر خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے قلم فیض رقم کی تحریر خاص سے میں نے مولانا عبد المبین نعمانی کے ساتھ ۶ / ربیع النور ۱۳۹۸ھ کو بریلی شریف میں نقل کیا ہے۔ فارسی مضمون اعلیٰ حضرت کا ہے اور توضیحی ترجمہ میں نے کر دیا ہے۔ فارسی داں حضرات اصل فارسی سے لطف اندوز ہوں اور ترجمہ میں اگر کوئی خامی ہو تو مطلع فرما کر ممنون بنائیں ورنہ اپنے تاثر سے ضرور نوازیں۔

محمد احمد اعظمی مصباحی

دار العلوم ندائے حق، جلال پور، فیض آباد، یوپی

۱۷ / ربیع النور ۱۳۹۸ھ / ۲۵ / فروری ۱۹۷۸ء

اب یہاں بھی پہلے خلاصہ تحریر کیا جا رہا ہے، پھر فارسی مضمون، بعدہ ترجمۂ مذکور۔ عنوان وہی ہے جو سابقہ اشاعت میں رکھا گیا تھا۔

محمد احمد مصباحی

۲۷ / محرم ۱۴۳۴ھ

۱۲ / دسمبر ۲۰۱۲ء۔ چہار شنبہ

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا رُتبہ تمام اولیا سے بُلند ہے

خلاصۂ مضمون

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بر بنائے امر فرمایا تھا: ''میرا یہ قدم خدا کے ہر ولی کی گردن پر ہے'' بعض حضرات نے کہا اس عموم میں اگلے پچھلے تمام اولیائے کرام شامل نہیں۔ اس لیے کہ اگلے اولیا میں صحابۂ کرام بھی ہیں جن کی افضلیت سب پر مسلّم ہے، اور متاخرین میں سیدنا امام مہدی ہیں جن کے متعلق حضور کی بشارت ہے۔ لہٰذا ارشادِ مذکور کا مطلب یہ ہے کہ صرف زمانۂ غوثیت کے ہر ولی کی گردن پر قدم غوث ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اس شبہہ کا زیر نظر مضمون میں اعلیٰ حضرت قُدِّس سرُّہ نے جواب دیا ہے۔

—— حاصلِ جواب یہ ہے کہ

① تخصیص بلاضرورت نہیں کی جاتی، اور کی جاتی ہے تو بقدر ضرورت۔

② عرفاً لفظ اولیا کا اطلاق غیرِ صحابہ و تابعین پر ہوتا ہے، لہٰذا فرمانِ غوثیت ''کل ولی اللہ'' کے زیرِ اطلاق وہ نہیں آئیں گے کہ حاجتِ تخصیص ہو۔

③ کسی کی افضلیت دلیلِ سمعی سے ثابت ہوتی ہے۔ سیدنا امام مہدی کی تفضیل پر جب کوئی دلیل نہیں تو ان کی افضلیت کا دعویٰ بے جا ہے۔

④ محض بشارتِ آمد، دلیلِ افضلیت نہیں ورنہ بشارت، حضور غوث پاک کے لیے بھی ہے۔

⑤ اور مفصّل بشارت ہونی بھی افضلیت کی مُقتضی نہیں، ورنہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اُن ہزاروں صحابۂ کرام سے افضل ماننا پڑے گا جن کے متعلق کوئی تفصیلی بشارت مسموع نہیں۔

⑥ امام مہدی کا خلیفۃ اللہ ہونا بھی اُن کی افضلیت کا مقتضی نہیں۔ کیوں کہ یہ خلافت الٰہیہ براہ راست تو ہے نہیں۔ بوسائط ہے، یہ سرکار غوثیت کو بھی حاصل ہے۔

⑦ سرکار غوثیت کے بعد امام مہدی کا زمانہ ہوگا اور بازار، بازارِ سیدنا مہدی ہوگا۔ یہ بات بھی افضلیتِ امام مہدی کا سبب نہیں ہوسکتی، کہ یوں انتقالِ نیابت کا سلسلہ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صدیق اکبر، ان سے بالترتیب خلفاے مابعد تک جاری ہے، جو مؤخر کے مقدم سے افضل ہونے کا سبب ہرگز نہیں، پھر یہی بات یہاں افضلیتِ سیدنا امام مہدی کا سبب کیوں کر ہوگی۔

⑧ برسبیلِ تنزل اگر مان لیا جائے کہ سیدنا امام مہدی کی افضلیت ثابت ہے، اور لفظ اولیا کا اطلاق صحابہ و تابعین کے لیے عام ہے، اور اس بنا پر ارشادِ غوث اعظم میں تخصیص کی جائے، تو صرف بقدر ضرورت تخصیص کی جائے گی، اور کہا جائے گا کہ سرکارِ غوثیت مآب کے ارشاد مذکور سے صحابہ و تابعین اور سیدنا امام مہدی مستثنیٰ کیے جائیں گے۔ نہ یہ کہ تخصیص کا دائرہ اتنا عام کر دیا جائے کہ تمام اولیاے متقدمین و متاخرین کو محیط ہو جائے، اور حضور غوث اعظم کا فرمان صرف ان کے اہل زمانہ کے لیے محدود کر دیا جائے۔ اس لیے کہ قاعدہ یہ ہے کہ ضرورت کے تقاضے پر اگر کہیں تخصیص کی جائے تو بس بہ قدر ضرورت اور اُس سے زیادہ تجاوز ناروا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی اصل فارسی تحریر کی نقل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قول قائل کہ واجب است تخصیص ارشاد ہدایت بنیاد ”قدمي هٰذه على رقبة كُل ولي الله“ باولیاے ہماں زمان برکت نشان ، و روا نیست تعمیمش ہمہ اولیاے متقدمین ومتاخرین را۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم —— زیرا کہ در متقدمین صحابہ اند۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم۔ و تفضيلهم على جميع أولياء الأمة مقطوع به۔ ودر متاخرین حضرت سیدنا امام مہدی است کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از قدومش خبر دادہ، واورا خلیفۃ اللہ نام نہادہ۔ هذا ملخص ما قال ذلك القائل۔

اقول وباللہ التوفیق: اجماع دارند آناں کہ باتفاق ایشاں اجماع قاطع انعقاد یابد کہ حملِ کلام برظاہرش واجب است۔ ما لم يصرِف عنه صارف۔ وتاویل بے دلیل اعتبار را نشاید ورنہ امان مرتفع شود از جملہ نصوص، وعمومات بالخصوص۔ وآں چہ بقدر ضرورت ثابت شود ہم بر قدر ضرورت مقتصر ماند، وتعدیہ او بماعداے او تعدّی است۔ و تخصیصات عقلیہ وعرفیہ وکذا ہر تخصیصے کہ مرتکز در اذہان باشد تا آں کہ حاجت بابانتِ او زنہار نیفتد از عِداد تخصیص خارج است۔ حتی کہ عام را از درجۂ قطعیت فرود نیارد۔ و كل ذلك مبرهن عليه في الاصول۔

إذا ثبت ذلك **فنقول** : آں چناں کہ ہنگامِ ذکر تفاضلِ امتیاں فیما بینہم حضرات عالیہ انبیاء اللہ علیہم أفضل الصلاۃ والسلام بے تخصیصِ مخصوص اند ہم چناں وقتِ

ابانتِ تفاوتِ اولیاء اللہ در درجات خود ہا حضرات صحابۂ کرام علیہم الرضوان بے استثنا مستثنیٰ باشند، لِمَا ارتكز في عقائد المؤمنين أنهم أفضل الأمة جميعًا، و لا يقاس بهم أحد ممن بعدهم۔ بلکہ در رنگ ہمیں اکابر اند خیارِ تابعین، قدست اسرارهم لاشتهار قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : خير القرون قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم۔

وقطع می کند شغب را آں چہ افادہ کرد حضرت شیخ شیوخ علماء الہند شیخ محقق مولانا عبدالحق دہلوی أفاض الله علينا من بركاته، و نفعنا في الدارين بعلومه و إفاداته، کہ عرفاً لفظ اولیاء اللہ وہم چناں عرفا، وواصلین، وسالکین، ومشائخ، بر ماورائے صحابہ وتابعین اطلاق کردہ آید، بارہا شنیدہ باشی کہ "چنیں و چناں ست مذہبِ صحابہ و تابعین واولیائے امت وعلمائے ملت"۔ اگر چہ صحابہ وتابعین خود اولیا وعلما بلکہ ساداتِ ایناں بودند۔

بالجملہ بمادّۂ صحابۂ کرام تعمیمِ ایں ارشاد واجب الانقیاد را عزمِ شکستن ہوسے خام بیش نیست۔

واما حدیث سیدنا امام مہدی جعلنا الله ممن والاہ۔ آمین۔ **اقول،** وربّي يغفر لي: مبحثِ تفضیل سمعی است، عقلِ مجرد را بداں راہ نیست فإن المدار مزية القرب، والعقل لا يهتدي إلى إدراكه من دون مدرك من السّمع۔ وہیچ دلیلے قائم نشدہ بر تفضیلِ سیدنا الامام بر حضرت سیدنا الغوث رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ و مَنِ ادّعىٰ فعليه البيان۔

واما آں کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقدومش بشارت فرمود، **اقول:** بقدومِ حضرت غوث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز بشارت دادہ است، إذ قال في الحديث الصحيح لسيدنا علي المرتضىٰ و سيدتنا البتول الزهراء كرم الله تعالىٰ وجههما : أخرج منكما كثيرًا طيبًا۔

شاید مراد آں ست کہ ایں جا بہ تخصیصِ نام و تفصیلِ احوال مژدہ دادہ اند۔
اقول ایں ہم موجب تفضیل مبشّر بہ بر غیر او نیست۔ در کتب سابقہ بشارت آمدہ است بخلافتِ حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع ذکر دیگر مناقب او، کما روی کعب الأحبار، وایں معنی ہرگز موجب تفضیلش نباشد بر ہزاراں صحابۂ کرام از مہاجرین وانصار کہ ذکرِ نام ونشانِ ایشاں بالتخصیص ہیچ گاہ از کتب سابقہ مسموع نیست۔
واما آں کہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ اللہ باشد: **اقول**: سمعًا وطاعۃً!
اما ایں خلافت بوسائط کثیرہ است نہ اَصالۃً کہ ہیچ فردے از افراد انسان را ایں شرف نیست، جز حضرات انبیا و مرسلین علیہم الصلوات من رب العٰلمین، ایشانند خلفاے مستقل، ومَنْ عدَا اہم خلفاے ایشاں۔ پس خلیفۃ اللہ الاکبر سید العٰلمین است۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ وخلفا یش ظاہرًا وباطنًا ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، وحضرت مہدی کہ خلیفہ باشد در حقیقت خلیفۂ علی مرتضیٰ است رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
بلکہ از محاوراتِ صحابۂ کرام معلوم است کہ خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں جناب صدیق اکبر را گفتند رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ چوں فاروق اعظم بر کرسی زعامت جلوہ کرد خواستند کہ اورا خلیفۃُ خلیفۃِ رسولِ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گویند، حضرت فاروق ایں تطویل را مکروہ داشت کہ مرا خلیفۂ خلیفہ گویند وآں را کہ پس از من آید خلیفۃُ خلیفۃِ خلیفۃِ رسولِ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وہکذا پس لقبِ "امیر المؤمنین" وضع فرمود۔
بالجملہ خلافت الٰہیہ حضرت مہدی را نیست الا بوسائط، و بایں معنی جناب غوثیت مآب را نیز نقد وقت است۔ **کما لا یخفیٰ**۔
واما آں کہ امر بدست حضرت غوث اعظم تا ظہور پر نور حضرت مہدی است رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ باز بازار، بازارِ مہدی باشد۔ **اقول** ہم چنیں ایں منصب منتقل شدہ

آمدہ است از حضرت رسالت علیہ افضل الصلوۃ والتحیۃ بحضرت صدیق، و از صدیق بفاروق، و از و بعثمان، و از و بعلی مرتضیٰ، و از و بامام حسن، و از و بامام حسین باز امام زین العابدین بترتیب تا حضرت عسکری، و بدست او بود تا ظہورِ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اگر ایں انتقال موجبِ تفضیلِ منتقل الیہ باشد ببیں کہ سخن تا بکجا می رسد۔ چہ بلاے جاہلی باشد کہ ایں انتقال را، انتقال سلب وعزل داند۔ و لا حول ولا قوۃ إلا باللہ العلي العظیم۔ و چوں ایں چنیں نیست تفضیل از کجا؟ من فقیر نمی گویم کہ مفضولیت حضرت مہدی مقطوع بہ است۔ امامی گویم و سپیدی گویم کہ تفضیلش بر حضرت غوثیت معلوم نیست، پس چگونہ نقض کردہ شود بداں برکلیتِ ارشادِ مذکور۔

وبعدَ اللتیّا والتی، غایت مافی الباب آنست کہ ما نحن فیہ عام مخصوص منہ البعض باشد، پس زنہار تخصیص نکردہ شود از ومگر افرادے کہ دلیل بر تخصیصِ آنہا قیام پزیرد۔ و در مابقی برعمومِ خود جاری ماند۔ کما ھو القاعدۃ المعروفۃ نہ آں کہ ازیں تخصیصات قلیلہ پناہ جستن را تخصیصے عظیم از پیش خود بے اقتضاے دلیلے بکار برند۔

فالحقّ الحملُ على الظاهر، والإجراء على العموم، إلاّ ما خُصَّ بدليل، و العلم بالصواب عند الملك الجليل. و صلى الله تعالىٰ على سيدنا و مولانا محمد و آله و أصحابه أجمعين. كتبه عبده المذنب **أحمد رضا** عفي عنه بمحمد الـمُصطفىٰ صلى الله تعالىٰ عليه و سلم.

شب بستم (۲۰) ماه رمضان المبارك ليلة السبت. ۱۳۰۲ هجر يه على صاحبها الصلاة و التحية. آمين.



فارسی تحریر کا اردو ترجمہ

از محمد احمد مصباحی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد قدمی ھذہ علی رقبۃ کلِّ ولیِّ اللہ (میرا یہ قدم خدا کے ہر ولی کی گردن پر ہے) کے متعلق قائل کا کہنا کہ اس ارشادِ ہدایت بنیاد کو صرف اُسی زمانۂ مبارک کے اولیا کے ساتھ خاص کرنا ضروری ہے۔ اور ارشاد عالی کے معنی یہ ہیں کہ ''میرے زمانہ کے ہر ولی کی گردن پر میرا قدم ہے''۔ اس ارشاد کو تمام اولیاے متقدمین و متاخرین کے لیے عام کرنا جائز نہیں اور یہ معنی لینا درست نہیں کہ ''اولیاے متقدمین و متاخرین میں سے ہر ایک کی گردن پر میرا قدم ہے''۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اس لیے کہ متقدمین میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ اور تمام اولیاے امت پر ان کی تفضیل (انھیں سب سے افضل قرار دیا جانا) قطعی طور پر ثابت ہے۔ اور متاخرین میں حضرت سیدنا امام مہدی ہیں جن کی تشریف آوری کی خبر مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی، اور انھیں ''خلیفۃ اللہ'' کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ یہ اُن ساری باتوں کا خلاصہ ہے جو اُس قائل نے کہیں۔

جواب

اقول وباللہ التوفیق۔ میں کہتا ہوں اور خدا ہی کی طرف سے توفیق ہے۔

تمہیدی مقدمے:

(۱) وہ تمام حضرات جن کے اتفاق سے اجماع قطعی منعقد ہوتا ہے اس مسئلہ پر اجماع رکھتے ہیں کہ ''کلام کو اُس کے ظاہر پر محمول کرنا ضروری ہے جب تک ظاہر سے پھیرنے والی کوئی دلیل نہ ہو۔''

(۲) اور تاویل بے دلیل قابل اعتبار نہیں، ورنہ تمام نصوص، خصوصاً اور عموم رکھنے والے اقوال سے امان اٹھ جائے، کیوں کہ بے دلیل تاویل تو ہر نص میں ہوسکتی ہے، اور اسی طرح ہر عام کو خاص کر دینا ممکن ہے۔

(۳) وہ تخصیص جو ضرورۃً ثابت ہو بس قدر ضرورت تک محدود رہے گی، اُسے جائے ضرورت سے آگے بڑھانا، حد سے تجاوز اور تعدّی ہے۔

(۴) عقلی و عرفی تخصیصات اور ایسے ہی ہر وہ تخصیص جو اس حد تک ذہنوں میں جمی ہو کہ اس کے اظہار و بیان کی قطعًا حاجت نہ ہو یہ سب شمارِ تخصیص سے خارج ہوں گی، یہاں تک کہ (وہ عام جس سے کوئی فرد خاص نہ کیا گیا ہو قطعی ہوتا ہے، اور جس عام سے تخصیص کر دی گئی ہو ظنی ہو جاتا ہے، مگر) ایسی بے ضرورت تخصیص عام غیر مخصوص منہ البعض کو (عام مخصوص منہ البعض بنا کر) درجۂ قطعیت سے نیچے (مرتبۂ ظنیت میں) اتارنے کے قابل ہرگز نہ ہوگی۔ ان تمام باتوں پر فن اصول میں برہان قائم ہو چکی ہے۔

تخصیص صحابہ کی بحث:

جب یہ ثابت ہو گیا تو ہم کہتے ہیں جس طرح امتیوں کے باہم ایک دوسرے سے افضل ہونے کا ذکر ہو تو انبیائے کرام علیہم السلام بے تخصیص مخصوص ہوں گے (اور کسی امتی کے سب سے افضل ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ دوسرے امتیوں سے افضل ہے، نہ یہ کہ حضرات انبیا سے بھی افضل ہے۔) اسی طرح جب اولیاء اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے باہمی درجات کے تفاوت کا بیان ہو تو حضراتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بے استثنا مستثنیٰ رہیں گے۔ (اور کسی ولی کی افضلیت کا یہی مطلب ہوگا کہ وہ دوسرے تمام اولیا سے افضل ہے، نہ یہ کہ صحابۂ کرام سے بھی افضل ہے)۔ اس لیے کہ مؤمنین کے عقیدے میں یہ بات راسخ ہو چکی ہے کہ صحابۂ کرام تمام امت سے افضل ہیں، اور ان کے بعد کے کسی شخص کو ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ ان ہی صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ

علیہم کے رنگ میں خیارِ تابعین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بھی مستثنیٰ رہیں گے اس لیے کہ حضور علیہ الصلاۃ والتسلیم کا یہ ارشاد مشہور ہے کہ سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر وہ لوگ جو میرے زمانے والوں سے متصل ہیں پھر وہ جو اُن سے متصل ہیں۔

اور سارا جھگڑا اُس سے ختم ہو جاتا ہے جو علماے ہند کے شیخ الشیوخ، شیخ محقق مولانا عبدالحق دہلوی علیہ الرحمہ نے افادہ فرمایا۔ اللہم پر ان کی برکتوں کا فیضان عام کرے، اور ان کے علوم و افادات سے ہمیں دونوں جہان میں نفع بخشے۔ (شیخ محقق کا افادہ یہ ہے) کہ ''عرفاً لفظِ اولیاء اللہ اسی طرح عُرفا، واصلین، سالکین اور مشائخ کے الفاظ کا اطلاق صحابہ و تابعین کے علاوہ بزرگوں پر ہوتا ہے۔ بارہا سنا ہوگا کہ یہ ہے اور وہ ہے صحابہ اور تابعین اور اولیاے امت اور علماے ملت کا مذہب۔ اگرچہ صحابہ و تابعین خود اولیا و علما بلکہ علما و اولیا کے سردار تھے۔''

حاصل بحث یہ کہ جب عرفاً اولیا کا اطلاق صحابہ و تابعین پر نہیں ہوتا تو لفظ ''کل ولی اللہ'' سے ان حضرات کو خاص کرنے کی ضرورت ہی نہ رہی۔ لہٰذا حضرات صحابہ کا ذکر کر کے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کی تعمیم ختم کرنے کا عزم اور اُس کے عموم کی قطعیت زائل کرنے کا قصد ایک ''ہوسِ خام'' سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

تخصیص سیدنا امام مہدی کا جواب:

رہی سیدنا امام مہدی کی بات۔ اللہ تعالیٰ ہم کو انھیں دوست رکھنے والوں میں سے بنائے۔ آمین۔ میں کہتا ہوں اور میرا رب مجھے بخشے:

① کسی کو کسی سے افضل قرار دینے کا معاملہ سمعی، اور کسی نصِ معتبر کے سننے پر موقوف ہے، عقلِ محض کو اس میں دخل نہیں، کیوں کہ افضلیت کا دار و مدار قربِ خداوندی کی خصوصیت پر ہے، اور عقل اس کے ادراک سے قاصر ہے، جب تک کسی دلیل سمعی کا سہارا نہ ہو۔ اور سیدنا امام مہدی کے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں۔ جو ثبوتِ دلیل کا مدعی ہو دلیل پیش کرے۔ اور جب

دلیل نہیں تو افضلیت کا ثبوت بھی نہیں۔

(۲) اور یہ بات کہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آمدِ سیدنا امام مہدی کی بشارت دی تو میں کہتا ہوں، آمدِ حضرت غوث رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بھی بشارت دی ہے۔ حدیث صحیح میں ہے: سیدنا علی مرتضی اور سیدتنا بتولِ زہرا کرم اللہ تعالیٰ وجہہما سے فرمایا: تم دونوں سے بہت سی طیب و پاکیزہ اولاد پیدا فرمائے گا۔ حضور غوث اعظم بھی ان کی اولاد طیبہ میں ہیں، لہٰذا یہ بشارت انھیں بھی شامل ہوگی۔

(۳) شاید قائل کی مراد یہ ہے کہ سیدنا امام مہدی کے نام کی تخصیص اور حالات کی تفصیل کے ساتھ سرکار نے بشارت دی ہے۔ اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تفصیلی بشارت نہیں، تو میں کہتا ہوں: بشارتِ تفصیلی بھی مبشَّر بہ (جس کے بارے میں بشارت دی گئی ہے اُس) کو دوسروں سے افضل قرار دینے کی موجب نہیں۔ پہلے کی آسمانی کتابوں میں حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خلافت سے متعلق اُن کے دوسرے فضائل ومناقب کے ذکر کے ساتھ بشارت آئی ہے جیسا کہ کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ مگر یہ تفصیلی بشارت ہرگز سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہزاروں اُن مہاجرین وانصار صحابۂ کرام سے افضل قرار دینے کا باعث نہیں جن کا تذکرہ کتب سابقہ میں کسی جگہ بھی اُن کے نام ونشان کی خصوصیت کے ساتھ سننے میں نہیں آیا۔

(۴) رہی یہ بات کہ سیدنا امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ اللہ ہوں گے۔

اقول: ۔ بسر وچشم۔ مگر یہ خلافت الٰہیہ بہت واسطوں کے توسط سے ہوگی براہِ راست نہ ہوگی، کہ افرادِ انسان میں سے کسی کو یہ شرف حاصل نہیں، سوائے حضرات انبیا و مرسلین علیہم الصلوات والسلام کے۔ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے خلیفہ براہ راست ہیں، اور اُن کے علاوہ حضرات ان ہی کے خلیفہ ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے خلیفۂ اکبر سید العلمین ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔ اور اُن کے خلفاے ظاہری و باطنی ابو بکر پھر عمر،

پھر عثمان پھر علی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اور حضرت مہدی جو خلیفہ ہوں گے وہ درحقیقت حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ ہیں —— بلکہ صحابۂ کرام کے محاورات سے معلوم ہے کہ ''خلیفۂ رسول اللہ'' صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے۔ جب فاروق اعظم کرسی قیادت پر جلوہ گر ہوئے تو صحابہ نے چاہا کہ انھیں خلیفۂ خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہیں۔ حضرت فاروق نے یہ تطویل ناپسند کی کہ مجھ کو خلیفۂ خلیفہ کہیں میرے بعد والے کو خلیفہ کے خلیفہ کا خلیفہ'' پھر اسی طرح بعد میں آنے والوں کے لیے اضافتوں کا سلسلہ دراز کرتے جائیں، لہٰذا انھوں نے ''امیر المؤمنین'' کا لقب وضع فرمایا۔

مختصر یہ کہ خلافت الٰہیہ حضرت مہدی کو ہے، مگر براہ راست نہیں بلکہ بوسائط۔ اور اس معنی میں تو جناب غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی خلافت حاصل ہے۔ جیسا کہ مخفی نہیں۔

اور یہ بات کہ امر خلافت حضور غوث اعظم کے لیے حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ظہور پر نور تک ہے پھر حضرت مہدی کا سکّہ رائج ہوگا اور بازار، بازار سیدنا مہدی ہوگا۔

اقول: اسی طرح یہ منصب منتقل ہوتا آیا ہے حضرت رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ سے حضرت صدیق تک، صدیق سے فاروق تک، اُن سے عثمان، ان سے علی مرتضی، اُن سے امام حسن، ان سے امام حسین تک پھر امام زین العابدین سے بترتیب حضرت عسکری تک، اور ان کے ہاتھ میں یہ منصب سیدنا غوث اعظم کے ظہور تک تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم- اگر یہ انتقال امر خلافت، منتقل الیہ (جس کے پاس منتقل ہوکر آیا ہے اُس) کو افضل قرار دینے کا سبب ہو تو دیکھو بات کہاں سے کہاں جا پہنچتی ہے۔ جہالت عجیب بلا ہے کہ قائل خلافت و نیابت کے اس طرح منتقل ہونے کو یہ سمجھتا ہے کہ ایک سے

خلافت سلب ہو جائے گی، اور اُسے معزول کر دیا جائے گا پھر دوسرے کی طرف یہ خلافت منتقل ہوگی، جس سے یہ گمان کرلیا کہ یقیناً بعد والا خلیفہ معزول شدہ خلیفہ سے افضل ہوگا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم۔ اور جب ایسا نہیں تو تفضیل کہاں؟

فقیر یہ نہیں کہتا کہ حضرت مہدی کا مفضول ہونا قطعی ہے، لیکن میں یہ کہتا ہوں اور صاف کہتا ہوں کہ حضرت غوثیت پر اُن کی تفضیل معلوم نہیں۔ تو ان کا نام پیش کر کے حضور غوث پاک کے ارشاد مذکور (میرا یہ قدم خدا کے ہر ولی کی گردن پر ہے) کی کلیت پر کیوں کر نقض واعتراض وارد کیا جا سکتا ہے۔

ساری چنیں و چناں کے بعد آخری بات بس یہ کہی جا سکتی ہے کہ ارشاد مذکور عام مخصوص منہ البعض ہے (یعنی ایسا عام ہے جس سے بعض افراد خاص کر دیے گئے ہیں) تو اُس سے صرف اُن ہی افراد کو خاص کیا جائے گا جن کی تخصیص پر دلیل قائم ہو، اور دوسرے سارے افراد میں یہ ارشاد گرامی اپنے عموم پر جاری رہے گا۔ جیسا کہ قاعدہ معروفہ ہے، نہ یہ کہ ان معمولی تخصیصات کی پناہ لینے کو خود اپنی طرف سے ایک عظیم تخصیص کر ڈالیں جس کی بنیاد ہرگز کسی دلیل پر قائم نہیں۔ پس حق یہ ہے کہ کلام کو ظاہر پر محمول رکھیں، اور عموم پر جاری کریں، ہاں اگر تخصیص کریں تو صرف اس کی جو کسی دلیل سے مخصوص ہو۔

و العلم بالصواب عند الملك الجليل و صلّى الله تعالى على سيدنا و مولانا محمد و آله و أصحابه أجمعين .

تحریر امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ بتاریخ ۲۰ر رمضان المبارک شب شنبہ ۱۳۰۲ھ۔

